عربی خط کی تاریخ اور ارتقاء

تحقیقی مقالہ برائے ایم اے - عربی

سیشن ۱۹۸۸-۹۰ء

مقالہ نگار

عبدالحی عابد

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

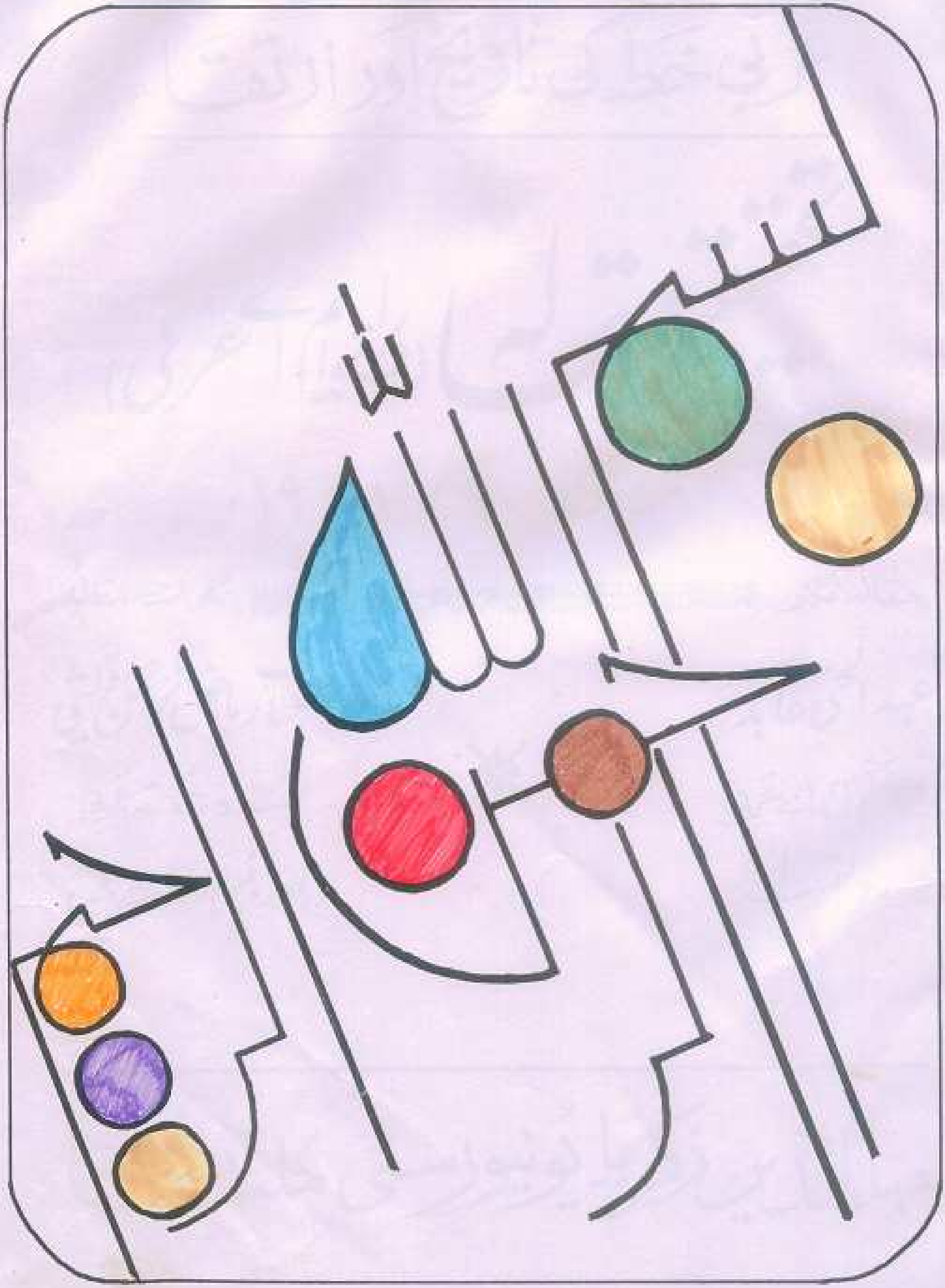

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

عربی خط کی تاریخ اور ارتقاء

تحقیقی مقالہ (برائے ایم اے عربی)

سیشن ۹۰ - ۱۹۸۸ء

مقالہ نگار

عبدالحیّ عابد

مُتعلّم ایم اے عربی

رول نمبر ا

نگرانِ مقالہ

جناب ریاض الرحمن قریشی

اُستاذ شعبہ عربی

(ادارہ علومِ اسلامیہ و عربیہ)

بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحیّ عابد

میں اقرار کرتا ہوں:-

کہ میں نے خود اپنی محنت سے یہ مقالہ

تیار کیا ہے ۔۔۔ اور

کسی دیگر یونیورسٹی میں کسی اور ڈگری کے حصول

کے لیئے یہ مقالہ پیش نہیں کیا گیا۔

دستخط مقالہ نگار

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

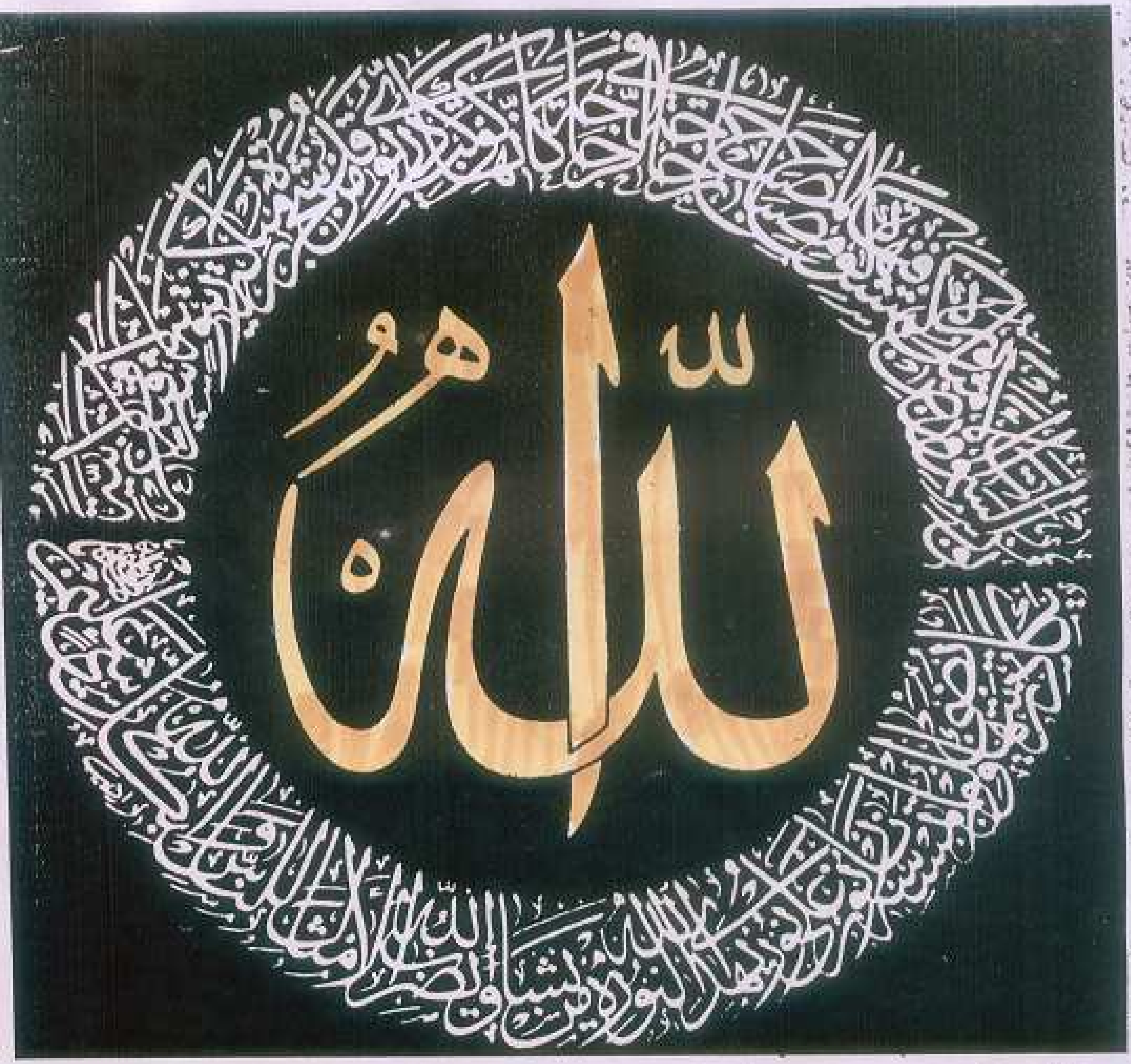

خطِ ثلث جلی

عبدالحی عابد lecturer_isl@yahoo.com

فہرست

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

صفحہ نمبر	عنوان
	تقدیم:
۲	باب اوّل:
۳	خط۔
۹	رسم الخط۔
۱۱	ابتداء۔
۱۷	تصویری رسم الخط۔
۱۹	قدیم رسوم الخط۔
۳۹	باب دوم:
۴۱	عربی خط کی ابتداء۔
۴۴	سمات ابل کا نظریہ۔
۴۸	عربی خط کا اشتقاق۔
۵۴	قدیم جاہلیت میں عربی خط۔
۶۱	دور رسالت میں عربی خط۔
۶۸	خلافت راشدہ میں عربی خط۔
۷۱	اموی دور میں عربی خط۔
۸۰	باب سوم:
۸۲	فن خطاطی کا آغاز۔

صفحہ نمبر	عنوان

خطاطی کے فروغ میں اسلام کا کردار	۸۲
خطاطی کی فضیلت قرآن کی روشنی میں.	۸۸
خطاطی کی فضیلت احادیث نبوی کی روشنی میں.	۹۲
فرامینِ صحابہ کی روشنی میں.	۹۶
علماء و مشاہیر کی رائے.	۹۹
قواعد و اصولِ خطاطی.	۱۰۳
دقیق اسالیب کتابت.	۱۰۹
کتابت قرآن.	۱۱۳
آداب کتابت قرآن.	۱۱۳
قواعد کتابت قرآن.	۱۱۸
باب چہارم:	۱۲۱
دورِ بنی عباس.	۱۲۲
ابن مقلہ.	۱۲۴
ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط.	۱۲۷
خطاطی کے ارتقاء کی وجوہات.	۱۳۲
مصر میں عربی خط.	۱۳۵
ترکی میں عربی خط.	۱۳۹

عنوان	صفحہ نمبر
دولتِ عثمانیہ ۔	۱۴۱
ترکی زبانوں پر عربی خط کا اثر ۔	۱۴۳
افریقہ میں عربی خط ۔	۱۴۶
افریقی زبانوں پر عربی خط کا اثر ۔	۱۴۸
ایران میں عربی خط ۔	۱۵۳
فارسی زبانوں پر عربی خط کا اثر ۔	۱۵۷
ایرانی رسم الخط ۔	۱۶۱
ایرانی خطاطی ۔	۱۶۳
باب پنجم :	۱۶۷
برصغیر پاک و ہند ۔	۱۶۸
ہند میں عربی خط کی آمد ۔	۱۶۸
مغلیہ دور ۔	۱۷۲
ہندوستانی زبانوں پر عربی خط کا اثر ۔	۱۷۸
پاکستان میں خطاطی ۔	۱۸۱
مصورانہ خطاطی ۔	۱۹۲
باب ششم :	۱۹۷
خط کی اقسام ۔	۱۹۷

صفحہ نمبر	عنوان
۱۴۱	دولت عثمانیہ۔
۱۴۲	ترکی زبانوں پر عربی خط کا اثر۔
۱۴۶	افریقہ میں عربی خط۔
۱۴۸	افریقی زبانوں پر عربی خط کا اثر۔
۱۵۳	ایران میں عربی خط۔
۱۵۷	فارسی زبانوں پر عربی خط کا اثر۔
۱۶۱	ایرانی رسم الخط۔
۱۶۳	ایرانی خطاطی۔
۱۶۷	باب پنجم:
۱۶۸	برصغیر پاک و ہند۔
۱۶۸	ہند میں عربی خط کی آمد۔
۱۷۲	مغلیہ دور۔
۱۷۸	ہندوستانی زبانوں پر عربی خط کا اثر۔
۱۸۱	پاکستان میں خطاطی۔
۱۹۲	مصورانہ خطاطی۔
۱۹۷	باب ششم:
۱۹۷	خط کی اقسام۔

عنوان۔	صفحہ نمبر
خط کوفی۔	۱۹۹
خط نسخ۔	۲۱۱
خط تعلیق۔	۲۱۷
خط نستعلیق۔	۲۲۳
خط شکستہ۔	۲۲۷
خط شفیعہ۔	۲۲۷
خط ثلث۔	۲۲۹
خط توقیع ورقاع۔	۲۳۱
خط رقعہ۔	۲۳۳
خط دیوانی۔	۲۳۳
خط محقق وریحان۔	۲۳۶
خط مغربی۔	۲۳۹
خط طغریٰ۔	۲۴۲
مشہور مسلم خطاط	۲۴۵
ماخذ ومراجع۔	۲۶۲

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

تقدیم

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

ایم اے عربی زبان وادب سال دوم کے چوتھے اور پانچویں پرچے کی جگہ میں نے تحقیقی مقالہ لکھنے کا فیصلہ کیا تو بے شمار موضوعات ذہن میں آئے۔ کسی ایک موضوع کا انتخاب سب سے مشکل مرحلہ تھا۔ کافی سوچ وبچار کے بعد میں نے "عربی خط کی تاریخ اور ارتقاء" کے متعلق تحقیق کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس موضوع کے انتخاب کی بڑی وجہ قرآن عظیم الشان میں قلم وکتابت کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ، احادیث نبوی میں ان کی اہمیت اور اسلامی علوم وفنون کی اشاعت میں خاص کردار تھا۔

دوسری وجہ خطاطی اور مصوری سے میرا ذاتی لگاؤ ہے جو بچپن میں کاپیوں پر لکیریں بنانے سے شروع ہوا اور ہر دور میں والدین ، اساتذہ اور دیگر افراد کے "ذوق جمال" کی وجہ سے جو گندی کاپیاں برداشت نہ کرسکتا تھا ، دبایا جاتا رہا۔ مگر پھر بھی کسی نہ کسی صورت میں مٹی پر دیواروں پر اور دوسرے ذرائع سے یہ شوق پروان چڑھتا رہا۔ سب سے پہلی حوصلہ افزائی ماموں جان خورشید عالم گوہر قلم نے فرمائی جو خود بھی انہی حالات سے گذر کر پاکستان بلکہ عالم اسلام میں فن کے جوہر دکھا کر چالیس من وزنی قرآن پاک لکھنے کا شرف حاصل کرچکے ہیں۔ ان کی شہ پر میں لکھتا رہا۔ حتی کہ وہ دن بھی آیا جب والدین واساتذہ نے شاباش دی۔ مگر نصابی معروفیات نے اس پر خاطر خواہ توجہ نہ دینے دی۔ چنانچہ جب مقالہ کے انتخاب کا حق ملا تو میں نے اپنے ذوق کے مطابق اسی موضوع کا انتخاب کیا۔

(ب)

اس موضوع کے انتخاب اور پھر اس کا ذریعہ اردو رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ عربی زبان میں اس موضوع پر کچھ کتب موجود ہیں اگرچہ وہ بہت ہی کم ہیں مگر اردو میں اس بارے کوئی قابلِ ذکر کتاب نہیں ہے۔ چنانچہ مقالہ تحریر کرنے کے دوران اس قلت کا احساس اور زیادہ ہوا۔

زیرِ نظر مقالہ کے ابواب کی تقسیم اور مشمولات کا ذکر کرنے سے پیشتر عربی خط اور اور خطاطی کی اہمیت کے بارے میں چند سطور لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔

تمام جزیرہ عرب خصوصاً اہلِ حجاز کی زبان عربی تھی جو کہ عبرانی اور سریانی کے باہم ملاپ سے وجود میں آئی۔ ظہورِ اسلام کے وقت تک عربی زبان مختلف ارتقائی منازل سے گذر کر ایک خاص صورت اختیار کر چکی تھی اور اسے "خطِ حمیری" اور پھر حیری۔ (جسے "کوفی قدیم" کہا جاتا ہے) میں لکھا جاتا تھا۔ اسلام سے قبل عرب چونکہ بدویانہ طرزِ زندگی کے عادی تھے اور ان کا طریقِ حیات ہی خط کے پھیلاؤ اور ارتقاء کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ قبائل میں بٹے ہونے کے سبب ایک دوسرے کے تہذیب و تمدن اور علمی ترقیوں سے واقف نہیں تھے۔ ان کی علمی ترقی صرف زبان و بیان کی حد تک محدود تھی اور زمانہ قدیم سے شعر و شاعری ان کے ہاں اظہارِ تفاخر، عشق و محبت اور ہجو و مدح کی صورت میں رائج تھی۔ علاوہ ازیں خطابت نے بھی اس دور میں ایک ممتاز فن کی حیثیت اختیار کر لی تھی جسے زیادہ تر معرکوں میں جنگجو افراد کو جنگ پر ابھارنے کے لیئے استعمال کیا جاتا تھا۔

زبان کی کتابت یا رسم الخط کے بارے میں عربوں نے خود کوئی کارنامہ سرانجام نہیں دیا تھا۔ شمال اور جنوب کی طرف کچھ مہذب قومیں اس وقت بھی موجود تھیں مثلاً شمال کے نبطی جو نبطی رسم الخط استعمال کرتے تھے اور یمن کے حمیری قبائل جن کا خط "مسند" (حمیری) تھا۔ جب عربوں کی آمدورفت ان علاقوں میں ہوئی تو وہاں سے رسم الخط سیکھ کر کچھ لوگوں نے جزیرہ عرب میں پھیلا دیا۔ عرب کتابت کو زیادہ تر ادبی بازاروں میں اشعار یا معلقات لکھنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ کسی قسم کی علمی، ادبی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی تصانیف کا رواج بالکل نہ تھا۔

اصل میں رسم الخط کی ترقی کا عمل ظہورِ اسلام سے شروع ہوا۔ اللہ کی طرف سے حضرت محمدؐ پر نازل کردہ پہلی وحی بھی لکھنے پڑھنے سے متعلق تھی۔

" اِقرأ باسم ربک الذي خلق ۰ خلق الانسان من علق ۰ اقرا وربک الاکرم الذي علم بالقلم ۰ علم الانسان ما لم یعلم۔"

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بہت کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔ (سورۃ العلق : ۱ : ۵)

اس کے علاوہ قرآن وحدیث میں کئی مقامات پر لکھنے پڑھنے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے جس کا ذکر زیرِ نظر مقالہ میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔

رسول کریمؐ کی سرپرستی میں عربی خط نے نئے اور تابناک دور کا آغاز کیا۔ جس وقت وحی الٰہی کا نزول ہوتا حضورؐ موجود صحابہ میں سے کسی سے اس کی کتابت کروا لیتے جو حیری یا کوفی خط میں ہوتی تھی۔ بعد میں صحابہؓ نے اسی انداز پر قرآن مجید کو جمع کیا اور اسلامی سلطنت میں پھیلا دیا۔ اموی دور کے آخر تک اسلامی سلطنت کا دائرہ مشرق و مغرب تک وسیع ہو چکا تھا اور قرآن وحدیث کی شکل میں عربی خط ہر علاقے میں پہنچ گیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان تمام علاقوں کی مقامی زبانیں بھی عربی رسم الخط میں تحریر کی جانے لگیں۔

چونکہ اسلام میں تصویر کشی کی ممانعت کر دی گئی تھی اس لیے مسلمان فنکاروں نے اپنے جمالیاتی ذوق اور مہارت کو قرآنی آیات کی کتابت اور مصاحف کی تزئین و آرائش میں صرف کر دیا۔ خط کو تزئینی صورت میں لکھنے کا آغاز خالد بن الہیاج نے بنو امیہ کے دور میں مسجدِ نبویؐ پر سورۃ الشمس لکھ کر کیا۔ بعد میں آنے والوں نے اپنی تمام صلاحیتیں اسے ترقی دینے میں صرف کر دیں۔ خلفاء اور بادشاہوں نے بذاتِ خود اس میں دلچسپی لی اور کاتبوں سے اپنی نگرانی میں کام کروایا۔

عربی و اسلامی خطاطی کو صدیوں سے جو مقبولیت حاصل رہی ہے اس کی وجہ تھی

کہ ہر دور میں معزز افراد نے اسے سیکھا۔ اساتذہ فن نے نئی نئی جدتیں تلاش کرتے ہوئے اپنی زندگیاں اس فن کو ترقی دینے میں صرف کردیں۔ عرب و عجم کے شہنشاہوں اور سربراہان مملکت نے اپنی اولادوں کی تعلیم و تربیت کو اس وقت تک ادھورا تصور کیا جب تک کہ فن خوشنویسی انہیں سکھا نہ دیا۔ اسی طرح علمائے دین نے تمام علوم کے حصول کے باوجود اپنے آپ کو فن خطاطی سے مزین کرنا ضروری سمجھا۔ انہوں نے کتب لکھ لکھ کر اسلامی علوم کو محفوظ کرکے پوری دنیا میں پھیلا دیا۔

یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ فن خطاطی میں مہارت رکھنے والے افراد عام طور پر ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر مروجہ علوم میں بھی کمال رکھتے تھے۔ مثلاً مشہور مسلم خطاط ابن مقلہ (م ۳۲۸ھ) ابن البواب (م ۴۲۳ھ) اور یاقوت مستعصمی (م ۶۶۷ھ) اور دیگر فن کار تمام مروجہ علوم میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ابن خلدون (مقدمہ ابن خلدون ۲/۳۳۱) رقمطراز ہیں:

" تمام صنعتوں کے مقابلے میں کتابت سے زیادہ عقل پیدا ہوتی ہے کیونکہ کتابت چند علوم پر مشتمل ہے۔ کتابت میں خطی حرفوں سے لفظی کلموں سے معانی کی طرف جو نفس میں قائم و دائم رہتے ہیں ذہن منتقل ہوتا ہے اور نفس کے اندر دلائل سے مدلولات کی طرف منتقل ہونے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ ملکہ بمنزلہ نظر

عقلی کے ہے جو نامعلوم علم کو حاصل کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ نامعلوم علم کو بار بار حاصل کرنے سے عقل و دانش میں اضافہ ہو جاتا ہے اور دیگر تمام باتوں کی سمجھ بوجھ اور ہوشیاری بڑھتی ہے۔"

کاتبوں کی ذہانت اور علم و فضل کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں بہت سے علوم کی کتابت کرنا ہوتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ان علوم سے کافی حد تک شناسا ہو جاتے ہیں۔

بادشاہانِ وقت اس فن کے ماہرین کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے ان کا عہدہ اونچا ہوتا اور وقتاً فوقتاً کثیر انعامات عطا کیے جاتے تھے۔

ابن خلدون (مقدمہ ابن خلدون ۲/۶۶) لکھتے ہیں :۔

"دورِ عباسیہ میں کاتب کا عہدہ اونچا شمار کیا جاتا تھا۔ کاتب شاہی فرامین صادر کرنے سے قبل فرمان کے آخر میں اپنے دستخط کرتا اور اس پر شاہی مہر لگاتا تھا۔"

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ قرآن اور دیگر اسلامی علوم کی اشاعت اپنی خصوصی نگرانی میں کرواتے اور کاتبوں کو طعام و قیام کی فکر سے آزاد کر دیتے تھے۔ چنانچہ جب بھی حکومتی سرپرستی ختم ہوتی فنِ خطاطی زوال کا شکار ہو جاتا اور فن کار پیٹ پالنے کے لیے دوسرے منافع بخش کاموں کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔

زیر نظر مقالہ کی اہمیت اور وسعت کے پیش نظر میں نے اسے چھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے باب میں خط اور رسم الخط کے مفہوم کو واضح کیا ہے۔ پھر رسم الخط کی ابتداء، تصویری رسم الخط اور قدیم دور میں رائج کچھ رسوم الخط کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ یہ عربی خط کے ذیل میں نہیں آتے مگر موضوع کی مناسبت اور ابتدائی رسوم الخط کے تغیر و تبدل کے ضمن میں ان کا اجمالاً تذکرہ نہایت ضروری تھا جس سے عربی کے دوسری زبانوں اور رسوم الخط سے تعلق کو جاننے میں کافی مدد مل سکتی ہے۔

دوسرے باب میں عربی خط کی ابتداء، جزیرہ عرب میں عربی خط کی آمد اور اس کے اشتقاق کے نظریات کو بیان کیا ہے۔ جاہلیت قدیمہ سے دور رسالت میں رسول کریم ﷺ کی سرپرستی میں عربی خط کے ارتقاء، کاتبین وحی، خلافت راشدہ، تدوین قرآن اور اموی دور کے آغاز میں اسلامی سلطنت کی وسعت کے باعث دیگر ممالک میں عربی زبان و خط کی نشر و اشاعت کا بھی ذکر کیا ہے۔

تیسرے باب میں بنو امیہ کے دور سے آرائشی خطاطی کے آغاز، اس کے فروغ میں اسلام کے کردار کا جائزہ لے کر قرآن و حدیث، فرامین صحابہؓ اور علماء و مشاہیر کی رائے میں خطاطی کی اہمیت اور فضیلت کو اجاگر کیا ہے۔ پھر خطاطی کے اصول و قواعد اور دقیق ترین اسالیب کتابت اور بالخصوص قرآن مجید (جس کی حفاظت و اشاعت کے لیئے یہ فن وضع ہوا اور ترقی کی) کی کتابت کے آداب و قواعد بھی جمع کیئے ہیں۔

تیسرے باب کو خلافت عباسیہ کے آغاز سے شروع کیا ہے۔ عباسی دور میں مزید فتوحات کے نتیجے میں سلطنت وسیع ہوئی اور عجمی علماء نے بھی اسلامی فنون میں کمال حاصل کرلیا۔ اس دور میں بہت سے علماء و محدثین اور خطاط پیدا ہوئے۔ خطاطی کے ضمن میں چھ نئے خطوط کے خالق ابن مقلہ، ابن البواب، یاقوت اور دیگر خطاطوں کا ذکر کیا ہے۔ قدرت کے مقررکردہ اصول کی رو سے مسلمانوں پر کمال کے بعد زوال بھی اسی دور میں آیا۔ ہلاکو نے بغداد کو برباد کرنے کے علاوہ علوم و فنون کو بھی ناقابل برداشت نقصان پہنچایا۔

علاوہ ازیں دیگر مسلم ممالک مصر، ترکی، اور افریقہ میں عربی خط کے رواج، ترقی اور مقامی زبانوں پر عربی زبان اور رسم الخط کے اثر کو واضح کیا ہے۔ پھر قدیم ایران کی تاریخ، اسلام اور عربی خط کی آمد اور فارسی زبانوں پر عربی خط کے اثر کے ساتھ ساتھ ایرانی خطاطی اور رسم الخط کی تفصیل بیان کی ہے۔

پانچویں باب میں ہندوستان سے عربوں کے قدیم تعلقات، پہلی اسلامی فوجی مہم محمد بن قاسم کی آمد، عربی خط کے رواج اور خطاطی کے حوالے سے اسلامی حکومت کے مختلف ادوار کو بیان کیا ہے۔ پھر مغلیہ دور میں عربی خطاطی کے ارتقاء، اس میں بادشاہوں کی دلچسپی اور ہندوستانی زبانوں پر عربی خط کے اثر کو واضح کیا ہے۔ مغلوں کے بعد تحریک آزادی اور پاکستان میں عربی خطاطی و مصورانہ خطاطی کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے۔

چھٹے باب میں عربی خط کی مشہور اقسام اور معروف مسلم خطاطوں کا ذکر کیا ہے۔

نہ علم کبھی مکمل ہوتا ہے اور نہ تحقیق آخری حد تک پہنچتی ہے۔ ہر دور میں آنے
والے محقق اپنے انداز سے دیکھتے اور رائے دیتے ہیں۔ اتنے عظیم موضوع کا اس قدر
بے بضاعتی اور مختصر وقت کے ساتھ کبھی حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ
میں نے تحقیق کی ہے۔ دراصل میں نے تحقیق کے ابتدائی اصول سیکھے ہیں جو ہمیں غالباً
بہت پہلے سیکھنے تھے۔ دورانِ تحقیق میں نے محسوس کیا ہے کہ اگر سال دوم میں دو پرچوں
کی جگہ مقالہ رکھنے کی بجائے دونوں سالوں میں پانچویں پرچے کو تحقیقی قرار دے کر دونوں
سال طالب علم سے کام کرایا جائے تو زیادہ بہتر ہو گا۔ دوسرا یہ کہ ایف اے اور بی اے
میں کچھ نہ کچھ تحقیقی کام یا کم از کم لائبریریوں اور کتب سے طالب علم کے تعارف کو لازمی
طور پر شامل نصاب کیا جانا چاہیے۔

مواد کی تلاش میں ممکن ہے میں صحیح کتابوں تک نہیں پہنچ سکا یا پھر مطلوبہ کتب
کی واقعتاً لائبریریوں میں کمی ہے۔ عربی میں موجود کتب بھی تحقیقی اعتبار سے کسی موضوع
میں مکمل نہیں ہیں نیز ہماری لائبریریوں میں عربی کتب کی تعداد بہت کم ہے۔ اس کی ایک وجہ
مغربی تہذیب، اس کے فلسفہ اور علوم و فنون کے ساتھ ہماری گہری دلچسپی ہے۔ اسلامی علوم
کو ہم نے مغربی یا مغرب زدہ لوگوں کے پروپیگنڈہ کے زیر اثر ناممکن، فرسودہ اور نامکمل
سمجھ کر پرے جھٹک دیا ہے اور یہ بھول گئے ہیں کہ تمام مغربی علوم کی اصل عربی علوم ہیں۔
ہم اسلامی شعائر کے لیے نظائر مغرب سے لانا بہتر سمجھتے ہیں اور اسلامی اصولوں کو پرکھنے

کے لیے مغربی فلسفہ کو کسوٹی بناتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم مغرب کی ذہنی غلامی سے پوری طرح آزاد نہیں ہوئے۔ بہرحال یہ تو میرے کچھ ذاتی محسوسات تھے جن کا ادراک دورانِ تحقیق ہوا۔

میں اپنے نگران محترم ریاض الرحمن قریشی کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے مجھے تحقیق کرانے اور مکمل رہنمائی کا ذمہ اٹھایا۔ ہر مشکل مقام پر میں ان کے پاس گیا، وقت بے وقت تنگ کیا مگر انہوں نے کمالِ شفقت سے میری بات سنی اور میرے نقطہ نظر کو جان کر اپنی رائے سے نوازا۔

محترم ڈاکٹر محمد حسنین نقوی نے شروع دن سے ہی محبت و شفقت سے نوازا اور ہمیشہ تحقیق و مطالعہ پر ابھارتے رہے۔ اپنی بے پناہ مصروفیات اور دیگر محققین کے کام کے بوجھ کے باوجود انہوں نے کتابوں کے حصول، تحقیق، تحریر، تصحیح اور تدوین کے سارے مراحل میں میری رہنمائی کی۔ دیگر علوم، کتب، معلومات عامہ، اخلاقیات اور روزمرہ کے رویوں کے متعلق ان کی قیمتی نصیحتیں میرے لیے سرمایہ زندگی ہیں۔

محترم محمد شریف سیالوی کو میں نے وقت بے وقت جب چاہا تنگ کیا مگر اُن کی محبت و شفقت کا در کھلا پایا۔ آپ نے میرے سمیت تمام طلبہ کی ہر ممکن رہنمائی کی۔

محترم عبدالصمد سومرو جو میرے لیے استاد کے علاوہ بھی بہت کچھ ہیں۔ آپ نے میری ہمت افزائی کی اور کتب کے حصول اور دیگر مشکلات میں مکمل معاونت کی۔ علم زبردستی حاصل

کرنے کا طریقہ بتایا۔

سارے مرحلے میں جناب اصغر علی شاہ صاحب کی دعائیں ہماری معاون و مددگار رہیں۔

میرے دل میں اپنے محترم والدین کے لیئے محبت وعقیدت کے اتنے جذبات موجزن ہیں جن کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں ۔ انہوں نے مجھے اس مقام تک پہنچایا ۔ میری ہر خواہش پوری کی ۔ مجھے اچھا کھلایا اور اچھا پہنایا خود جو کھایا پہنا ، مجھے ہمیشہ دوسروں سے ممتاز کرنے کی کوشش کی ۔ مجھے مسلمان کیا اور ہمیشہ نیک لوگوں کی صحبت میں رہنے کا درس دیا ۔ میرے لیئے اتنی دعائیں کیں کہ بغیر کسی کوشش کے ان کی دعاؤں کے طفیل میں اس مقام تک پہنچ گیا ۔ یقیناً میں جو کچھ ہوں یہ انہی کا کارنامہ ہے ۔

اپنے پیارے بھائی نعیم الحق جاوید کا انتہائی ممنون ہوں جس سے مجھے انتہائی محبت ہے ۔ یونیورسٹی کے تمام تعلیمی عرصہ میں اس نے ہر حال میں مجھے "سب خیریت ہے" کا سگنل دیا ۔ میں نے والدین سے سب کچھ اس کے ذریعے سے مانگا اور اس نے اپنی صلاحیتوں سے حاصل کر کے فوراً مجھ تک پہنچایا۔

میں اسلامی جمعیت طلبہ کا ضرور ذکر کروں گا جو نفرتوں کے طوفان میں محبت کا پیغام ، انتشار کے عہد میں وحدت کا نشان ، گمراہی کے عالم میں نیکی و راستی ، اسلامی انقلاب اور جدوجہد کا راستہ ، اور تپتے صحرا میں ٹھنڈا سایہ ہے ۔ اس سے میں نے صحیح سوچ اور فکر پائی ، اپنے خیالات و کردار کو سنوارا اور خدا و رسول کو

پہچانا۔

میرے تحریکی بھائیوں ناظم محترم عبدالقادر بزدار اور برادر عبدالرب مجاہد نے میری مکمل رہنمائی کی۔ شعبہ عربی سال اوّل کے دوستوں محمد ابوذر خلیل ، عبدالرزاق شاہد ، محمد طارق غوری اور حافظ محمد ایوب نے ہر ممکن تعاون سے میری مشکلات کو کم کیا۔ میری صحت کے بارے میں برادر مسعود احمد نظامی کو بہت فکر رہی۔ تعاون کی کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ مندرجہ ذیل ساتھیوں نے ہر صورت میں مختلف اوقات میں میری مدد کی۔ برادر جاوید اصغر ، اظہر عباس جکھڑ ، زکریا بابر ، اسحاق خان ، ظفر اقبال شاہد ، راؤ ساجد علی ، ظہیر اکبر ، عبدالقدیر ، غلام عباس گوندل ، یوسف خورشید ، ملک محمد انعام اللہ ، خالق محمود ، عبدالعزیز بھٹہ اور دیگر دوستوں نے میرے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا۔

خط تشبیہ
بصورت روضہ مبارک
بخط گوہر قلم

فلولا فضل الله عليكم ورحمته لكنتم من الخسرين

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

باب اوّل

خط

خط ۔ رسم الخط ۔ ابتداء
تصویری رسم الخط ۔ قدیم رسوم الخط

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خط

"خط" عربی زبان کا لفظ ہے، اسے لکیریں بنانے، فضائی راستوں اور کتابت کی سطروں کے لیئے استعمال کیا گیا ہے۔

لسان العرب میں ہے کہ:۔

"الخط: الطريقة المستطيلة في الشيء، والجمع خطوط"، وقد جمعه العجاج على أخطاط فقال: وشمن في الغبار كالأخطاط۔

والخط: الطريق، يقال الزم ذلك الخط ولا تظلم عنه شيئا؛ قال ابو صخر الهذلي:۔

صدود القلاص الأدم في ليلة الدجى

عن الخط لم يسرب لها الخط سارب

وخط القلم أي كتب، وخط الشيء يخطه خطا: كتبه بقلم أو غيره؛ وقوله:

فأصبحت بعد، خط، بهجتها

كأن، قفرا، رسومها، قلما

(أراد فأصبحت بعد بهجتها قفرا كأن قلما خط رسومها) [1]

"خط کے معنی کسی چیز میں سیدھی لکیر کے ہیں اور جمع خطوط ہے۔ (مشہور رجز گو شاعر) عجاج (عبداللہ بن رؤبہ متوفی ۹۰ھ/۷۰۸ء) نے اس کی جمع "اخطاط" بھی قرار دی ہے اور کہا ہے:۔

"ان خواتین نے لکیروں کی طرح غبار میں گوندا۔"

۱۔ لسان العرب ۷/۲۸۸

خط نستعلیق (ایران)

اور خط راستے کے معنی میں بھی آتا ہے ، کہا جاتا ہے کہ :-

"یہ سیدھا راستہ جاؤ اور کسی طرف نہ مڑو۔"

ابوصخر الہذلی (عبد اللہ بن سلمہ) نے اپنے شعر میں کہا ہے :-

"تاریک رات میں جوان، تیز رفتار مٹیالے رنگ کی اونٹنیاں سیدھی راہ سے

ایسی بھٹکیں کہ پھر انہیں اس راہ پر کوئی نہ لاسکا"

اور خط القلم کے معنی ہیں "اس نے لکھا" اور خط الشیئ کے معنی "اس نے قلم یا کسی چیز کے ساتھ لکھا"

جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے :-

"وہ اپنی خوبصورتی کے بعد ویران ہوگئی گویا کہ ایک قلم نے اس کی لکیریں کھینچی تھیں۔"

پرانے وقتوں میں کاہن لوگوں کو قسمت کی باتیں بتانے کے لیئے زمین پر خط کھینچتے اور پھر انہیں مٹاتے تھے۔ آخر میں طاق لکیریں بچ جانے کی صورت میں بدفال اور جفت لکیریں بچنے کی صورت میں نیک فال مراد لی جاتی تھی۔ [1]

سہیلہ یاسین رقمطراز ہیں :-

"لفظة (الخط) معان كثيرة لا تخص الكتابة التي نحن بصدد ذكرها بشئ ولكن المعني المراد عن لفظة الخط هنا هو : الخط (الكتب بالقلم) خط الشيئ يخطه كتبه بقلم. [2]

قال امرؤ القيس :(۴۹۷ء تا ۵۴۵ء)

۱۔ لسان العرب ۷ / ۲۸۷

۲۔ الخط العربي وتطوره في العصور العباسية۔ ۱

لمن طلل أبصرته فشجاني

كخط الزبور في عسيب يماني [1]

"لفظ خط کے معنی بہت سارے ہیں۔ یہ حرف کتابت ہی کے ساتھ مختص نہیں جس کے ہم درپے ہیں بلکہ خط سے مراد "قلم سے لکھنا" بھی ہے۔ "خط الشي يخطه" کے معنی ہیں "اس نے کسی چیز (قلم وغیرہ) سے لکھا۔

امرؤالقیس کا شعر ہے:۔

"میں نے اسے کھنڈروں میں دیکھا اور اس بات نے مجھے غمزدہ کر دیا۔

یمنی کھجور کے پتوں پر لکھی زبور کی طرح۔"

اسی طرح عبداللہ بن عنمہ کا شعر ہے:۔

فلم يبق الا دمنة ومنازل

كما رد في خط الدواة مدادها [2]

"کوڑے کے ڈھیر اور کھنڈرات کے سوا کچھ نہ بچا جیسے دوات کے خط میں اس کی سیاہی واپس لوٹا دی جاتی ہے۔"

طاہر الکردی لکھتے ہیں:۔

"الخط والكتابة والتحرير والرقم والسطر والزبر بمعني واحد، وقد يطلق الخط على علم الرمل، قال عليه الصلوة والسلام "كان نبيٌ من الأنبياء يخط فمن وافق خطه فذاك" (رواه مسلم) ويطلق أيضاً في علم الهندسة على ما له طول فقط وتطلق الكتابة في الاصطلاح

۱۔ تاج العروس۔ ۵ / ۱۲۹

۲۔ المفضلیات قصیدہ ۔ ۱۱۴ شعر ۔ ۵

لخاص بالأدبا، علی صناعة الإنشاء۔" ۱

"خط، کتابت، تحریر، رقم، سطر، زبر، ہم معنی لفظ ہیں۔ کبھی خط کا اطلاق علم رمل پر بھی ہوتا ہے۔ رسولِ کریم فرماتے ہیں "ایک نبی علم رمل جانتے تھے جو ان کے علم سے موافقت رکھے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔" (اسے مسلم نے روایت کیا) خط علم ہندسہ میں اس لکیر کے لیے بھی بولا جاتا ہے جس کا صرف طول ہو۔ اور ادیبوں کی اصطلاح میں خط کا اطلاق انشاء پردازی پر بھی ہوتا ہے۔"

طاہر الکردی، قشقلندی کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"الخط ما تعرف منه صور الحروف المفردة واوضاعها وكيفية تركيبها خطا، وقال اقليدس وهو من الفلاسفة الرياضيين وهو الذي اظهر الهندسة ووضع فيه كتابا: الخط هندسة روحانية وان ظهرت بآلة جسمانية." ۲

"خط وہ چیز ہے جس سے مفرد حروف کی شکلیں اور ان کی مرکب حالتیں اور لکھنے کے اعتبار سے ان کی کیفیتیں پہچانی جاتی ہیں۔ اقلیدس جو علم ریاضی کے فلسفیوں میں سے ہے، اس نے علم ہندسہ ایجاد کیا اور اس بارے میں ایک کتاب بھی لکھی کا قول ہے "خط روحانی ہندسہ ہے اگرچہ وہ جسمانی آلہ کے ذریعے ظاہر ہو۔"

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق "خط لکیروں کے معنی میں استعمال ہوا ہے جو ریت، لکڑی اور پتھر پر بنائی جائیں۔ یہ لفظ قبر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے کیونکہ قبر سیدھی اور لمبی ہوتی ہے۔ اور حد بندی کے لیے استعمال ہوا۔ جیسے جیسے زمانہ بدلا اس لفظ نے نئے معنی اختیار کیے اور کتابت، سطر، فضائی راستوں، سلسلہ مواصلات و ٹیلی فون کے لیے استعمال ہوا۔ اردو زبان میں خط کو نوشتہ، چٹھی، لکھت، تحریر، دستخط، نشان، علامت اور دستاویز کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لمبی لکیر کو جیومیٹری میں خط کہتے ہیں۔" ۳

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۷

۲۔ " " " ۷

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۸ / ۱۶۰

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

رسم الخط

لفظ "خط" عربی میں ہر قسم کی تحریر کے لیۓ استعمال ہوا ہے۔ رسم الخط سے مراد وہ علامات ہیں جو انسان نے اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کے لیۓ وضع کیں، یا وہ نقوش جن سے کسی بھی زبان کی تحریری صورت متعین ہوتی ہے۔ انسان نے ابتداء میں جذبات کے اظہار کے لیۓ جو شکلیں وضع کی تھیں وہ ہزاروں سال کا سفر طے کر کے حروف کے نام سے موسوم ہوئیں آج انہی کا نام رسم الخط ہے۔ خط کو ہم انسانی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ لکھنے کا آلہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

اعجاز راہی ۔ محمد اسحاق صدیقی کا یہ اقتباس نقل کرتے ہیں کہ :۔

" فن تحریر ،تقریر کو قلمبند کرنے کا آلہ ہے۔ ان مقرر آوازوں کے لیۓ جن سے زبانِ انسانی کے الفاظ مرکب ہیں کچھ الفاظ یا نشانات مرکب کر دیۓ گۓ ہیں۔ یعنی فلاں نشان فلاں آواز کو ظاہر کرے گا۔ ایسے نشانات کو حروف تہجی یا حروف ہجا کہتے ہیں۔ ان کو پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے دماغ میں ان آوازوں کو سوچے یا منہ سے نکالے جن کا مظہر ان نشانات کو قرار دیا گیا ہے۔ آپ کسی کاغذ پر گلاب لکھ کر کسی ایسے شخص کے سامنے رکھیۓ جو اردو رسم الخط نہ جانتا ہو تو وہ نہیں بتا سکے گا کہ ان نشانات کا مطلب کیا ہے۔ لیکن جب آپ کی نظر ان نشانات پر پڑے گی تو آپ اردو رسم الخط سے واقف ہونے کے سبب فوراً معلوم کر لیں گے کہ یہ نشانات ان ان آوازوں کو ظاہر کرتے ہیں اور جب آپ نے انہیں ترتیب دیا تو وہ گلاب بن گیا۔ اس لفظ کا آپ کے نزدیک کوئی مفہوم نہ ہوتا اگر آپ نے گلاب کا پھول نہ دیکھا ہوتا۔ اس لیۓ اصل چیز تو گلاب کا پھول ہے اس کے بعد لفظ گلاب آتا ہے جو آپ کے سامنے ایک خاص پھول کی تصویر لاتا ہے اور تیسری چیز وہ نشانات ہیں جو آپ کے دماغ میں لفظ گلاب کا تصور پیدا کرتے ہیں۔" [1]

---

[1] تاریخ خط اطیں۔ ۳۵

A page in ta'liq by Sah Mahmud Nisaburi (sixteenth century).

Bismalah *in Ta'liq script. Early twentieth century.*

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

ابتداء۔

رسمِ خط کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی اس کے بارے میں کوئی واضح ثبوت نہیں ہے صرف چند قیاسات ہیں جن کی بنیاد پر یقین کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔

عرب کے ایک شخص کعب کو راوی قرار دے کر ابن ندیم نے "الفہرست" میں لکھا ہے:۔

"رسم الخط کے موجد حضرت آدم علیہ السلام تھے انہوں نے اپنی وفات سے ۳۰۰ سال قبل رسوم خط کچی اینٹوں پر رقم کر کے انہیں آگ میں پکا کر دفن کر دیا تھا۔ حضرت نوحؑ کے طوفان کے بعد جب یہ اینٹیں برآمد ہوئیں تو ان کے نقوش کو رسم خط قرار دے دیا گیا۔" ۱

طاہر الکردی، اخنوخ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

"رسم الخط کے موجد حضرت ادریسؑ تھے۔" ۲

رسوم خط کی تاریخ کے سلسلہ میں جو چیز سب سے پہلے مصر میں دستیاب ہوئی وہ ایک سیاہ پتھر تھا جس کو مصری حجر الرشید کہتے ہیں اور وہاں کے عجائب گھر میں محفوظ ہے۔ اس پتھر کے اوپر پہلی سطر ہیروغلفی خط کی ہے پھر ایک لکیر کھینچ کر دوسری سطر قدیم خط یونانی کی۔ اس طرح چار مختلف رسم الخط ایک ہی عبارت کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اس کی بابت محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ پتھر ۱۹۶ قم کا کندہ شدہ ہے۔ یہ پتھر ۱۷۹۹ء میں نپولین کے حملہ کے وقت اس کے ایک فوجی افسر کو دستیاب ہوا تھا۔ ۳

علاوہ ازیں کوہ بے ستون سے آریاؤں کے ہخامنشی دور (۵۵۵ قم تا ۳۲۳ قم) کے بادشاہ داریوش اعظم کے وقت کے کتبے دریافت ہوئے ہیں جن کا زمانہ ۵۲۱ قم تا ۴۸۵ قم کا ہے۔ ۴

۱۔ کتاب الفہرست۔ ۱۰

۲۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۱۶

۳۔ صحیفۂ خوشنویسان۔ ۳۶

۴۔ تاریخ ایران۔ ۱/۱۱ ۲

۱۸۹۸ء میں فرانسیسیوں نے "شوشش" نامی شہر سے کچھ کتبے دریافت کیے جو کہ کوہ بے ستون کے کتبوں سے بعد کے زمانہ سے ہیں۔ یہ قدیم فارسی، عیلامی اور آسوری زبانوں میں میخی رسم الخط میں ہیں۔ [1]

محققین کہتے ہیں کہ شروع شروع میں انسان ایک دوسرے سے رابطہ کرنے کے لیے زبان ہی استعمال کرتے تھے جو کہ صرف اشارات پر مشتمل ہوگی مگر آہستہ آہستہ یہ اشارات الفاظ میں بدلے اور لوگ مختلف طریقوں سے اظہار کرنے لگے۔ لکڑی یا پتھر پر نشانات بنا کر ایک دوسرے کو بھیجتے یا یا ڈھول اور سنکھ بجا کر یا آنکھ اور ہاتھ کی حرکت، آگ اور دھوئیں سے پیغام رسانی کرتے تھے۔ جوں جوں ان کا شعور پختہ ہوا انہوں نے مختلف اشیاء کی تصاویر کی صورت میں کچھ علامات وضع کرلیں۔ یہ تصویری اشارات جو شروع میں نہایت مبہم اور غیر واضح تھے آگے چل کر مصوری و خطاطی کا سرچشمہ بنے۔ پتھر کے دور میں جو انسانی تاریخ کا قدیم دور مانا جاتا ہے انسانوں نے پتھروں پر تصاویر بنائیں۔

ابن حنیف لکھتے ہیں کہ :-

"ونکلر (WINCKLER) نے مصر کا چٹانی آرٹ دریافت کیا۔ یہ تصاویر مصر کے پرانے باسیوں نے کوہستانی غاروں میں بنائی تھیں۔ مصری مصوری کے ان نمونوں میں بیک خرام جانور دکھائے گئے ہیں۔ شکاری کو دیکھ کر پر پھڑپھڑاتا پرندہ، جاگتا ہوا شتر مرغ اور اس پر چلایا گیا تیر بھی موجود ہے۔" [2]

تصویری رسم الخط کی بنیاد یہی تصاویر بنیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان میں شستگی پیدا ہوئی اور ان کی ارتقائی شکل رسم الخط کی صورت میں سامنے آئی۔

آغاز میں تصویری رسم الخط میں ہر تصویر کا مطلب اس کی اصل شے ہی ہوتی تھی مثلاً آدمی کی تصویر

۱۔ تاریخ ایران ۔ ۱/۲۱۱

۲۔ تاریخ خطاطی ۳۷

آدمی کو اور بیل کی تصویر بیل کو ظاہر کرتی تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس میں وسعت پیدا ہوئی اور اس شے کے اوصاف بھی اسی تصویر سے ظاہر کیئے جانے لگے۔ مثلاً سورج کی تصویر شروع میں سورج کو ظاہر کرتی تھی۔ بعد میں اس میں وسعت پیدا ہوئی اور سورج دن کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ مثلاً ایک آدمی کی تصویر آدمی کو ظاہر کرتی تھی مگر بعد میں اس کے سر پر تاج رکھ کر بادشاہ کے معنی میں استعمال ہوا۔ اسی طرح آنکھ سے ٹپکتا ہوا آنسو رنج و غم اور پچکا ہوا پیٹ اور نکلتی پسلیاں بھوک و افلاس کا نشان بنیں۔ [1]

جن اقوام نے اپنے تحریری کارناموں کی یادگاریں چھوڑی ہیں ان میں مصر سر فہرست ہے۔ مصری آثار کی شہادت یہ ہے کہ ابتدا میں حروف نہیں تھے بلکہ تصاویر کے ذریعے احساسات و جذبات اور خیالات و تصورات قلمبند کیئے جاتے تھے۔ تصویری رسم الخط کسی ایک خطے تک محدود نہ تھا بلکہ بیشتر قدیم تہذیبوں میں اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں مثلاً مصر کا ہیروغلفی اور ہیراطیقی، دجلہ و فرات کے اولین دور میں خط سومیری، بابلیوں کا خط اکادی اور ایشیائے کوچک میں خط حُطی جیسے رسم الخط تھے۔ اہل بابل کی تہذیب مصر سے زیادہ قدیم ہے۔ ان کی تحریریں زیادہ تر میخ نما نقوش کی صورت میں ہیں۔ ان میں قدیم نقوش کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی ابتدا میں تصاویر تھیں۔

قدیم تہذیبوں کے جو آثار ملے ہیں ان میں مصر، چین، ایران، بابل، آشور، نینوا، ہندوستان، اور جنوبی امریکہ میں دستیاب ہونے والے پتھر، مٹی کی تختیاں اور غاروں میں بنائی گئی تصاویر وغیرہ شامل ہیں۔

ابن کلیم رسالہ الہلال مطبوعہ مصر ۱۹۲۳ء کے حوالے سے ایک مصور ٹھیکرے کا ذکر کرتے ہیں جو شہر "رامابین" (دجلہ و فرات) میں آثار قدیمہ سے برآمد ہوا۔ اس پر حضرت آدمؑ و حواؑ کی تصویر منقش ہے جس کا تعلق ان کے اخراج جنت کے واقعہ سے ہے۔ یہ تصویر ۳۷ ق م کی خیال کی جاتی ہے۔ [2]

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۳۷

۲۔ نقوش رعنا۔ ۳۱

جنوبی افریقہ میں "لیک سوپر" کے قریب ایک چٹان پر بنی تصویر میں چھ کشتیوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔ ہر کشتی پر بنی ہوئی لکیروں سے آدمیوں کی تعداد ظاہر کی گئی ہے۔ ایک محراب کے اندر تین سورج بنا کر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ تین دن میں دریا (لیک سوپر) کے پار نکلے۔ پھر ایک کچھوے کی تصویر ہے جس کا مطلب ہے بخیر و عافیت خشکی پر اتر گئے۔ ایک کشتی پر پرندہ بنا کر سردار قافلہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ [1]

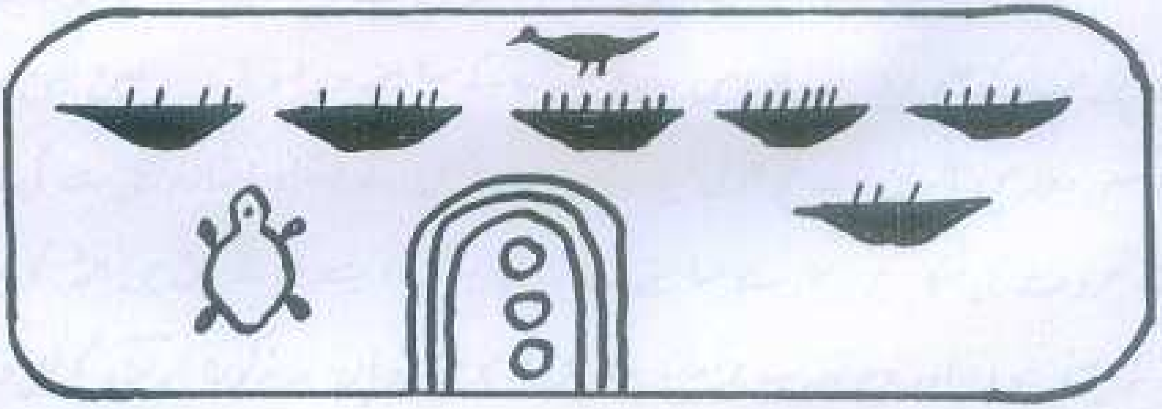

مصر کے مورخوں کا خیال ہے کہ حضرت ابراہیم کی ولادت (سنہ ۱۹۹۶ ق م) سے ڈھائی ہزار برس قبل مصر میں خط تمثال رائج تھا۔ پھر زمانہ دراز کے بعد تصاویر کی بجائے مخصوص اشارات سے کام لیا گیا مثلاً "اظہار دشمنی کے لیے" سانپ، آسمان کے لیے" قوس اور دریائی سفر کے لیے" کشتی کا خاکہ بنایا گیا۔

زبان اور رسم الخط کے بارے میں ان تمام قیاسات سے قطع نظر اگر ہم بحیثیت مسلم اللہ کی کتاب قرآن مجید سے رجوع کریں تو سارا معاملہ حل ہوتا نظر آتا ہے۔ قرآن میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

" وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى

۱۔ نقش گوہر ۵

الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○

"اور (اللہ) نے (حضرت) آدم کو تمام چیزوں کے ناموں کا علم دے دیا اور پھر وہ چیزیں فرشتوں کے آگے رکھیں اور فرمایا اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ۔" ؎۱

اس آیت سے ابتدائی مسئلہ تو حل ہوتا نظر آتا ہے کہ انسان نے کب بولنا شروع کیا۔ اللہ نے پہلے انسان کو علم دیا اور پھر اس نے فرشتوں کے سامنے دہرا دیا۔ عین ممکن ہے آدمؑ کے بعد پھر کسی دور میں انسان سب کچھ بھول گیا ہو اور اس نے ابتداء اشاروں سے کی جن کی ارتقائی صورت حروف کی شکل میں ہمارے سامنے ہے۔ یا یہ کہ ایسے علاقے جن میں اللہ کا پیغام لے کر انبیاء نہ پہنچے ہوں اور وہ تہذیب و تمدن سے محروم ہوں وہاں یہ مذکورہ ارتقاء کا عمل وقوع پذیر ہوا ہو۔

تاریخی روایات کے مطابق مصریوں نے تین ہزار سال قبل مسیح تحریر کا فن سیکھ لیا تھا اور یہ رسم الخط تصویری تھا۔ ابتداء میں ہر چیز کے لیے اس کی تصویر بنائی جاتی تھی مگر بعد میں یہ مختصر ہو کر نام کے پہلے لفظ تک محدود ہو گیا۔ مثلاً مصری زبان میں شیرنی کو "لابو" کہتے ہیں۔ "لابو" کے پہلے "ل" کا مظہر شیرنی کے نشان کو قرار دیا گیا۔ اس صوتی تخفیف کے اصول کے تحت بہت سے الفاظ کے لیے نشانات وضع کیے گئے لیکن ان میں خرابی یہ پیدا ہوئی کہ علامات بہت زیادہ ہو گئیں ہیں۔ ؎۲

---

۱ سورۃ البقرۃ ۔ آیت ۳۱

۲ تاریخ خطاطی ۔ ۳۸

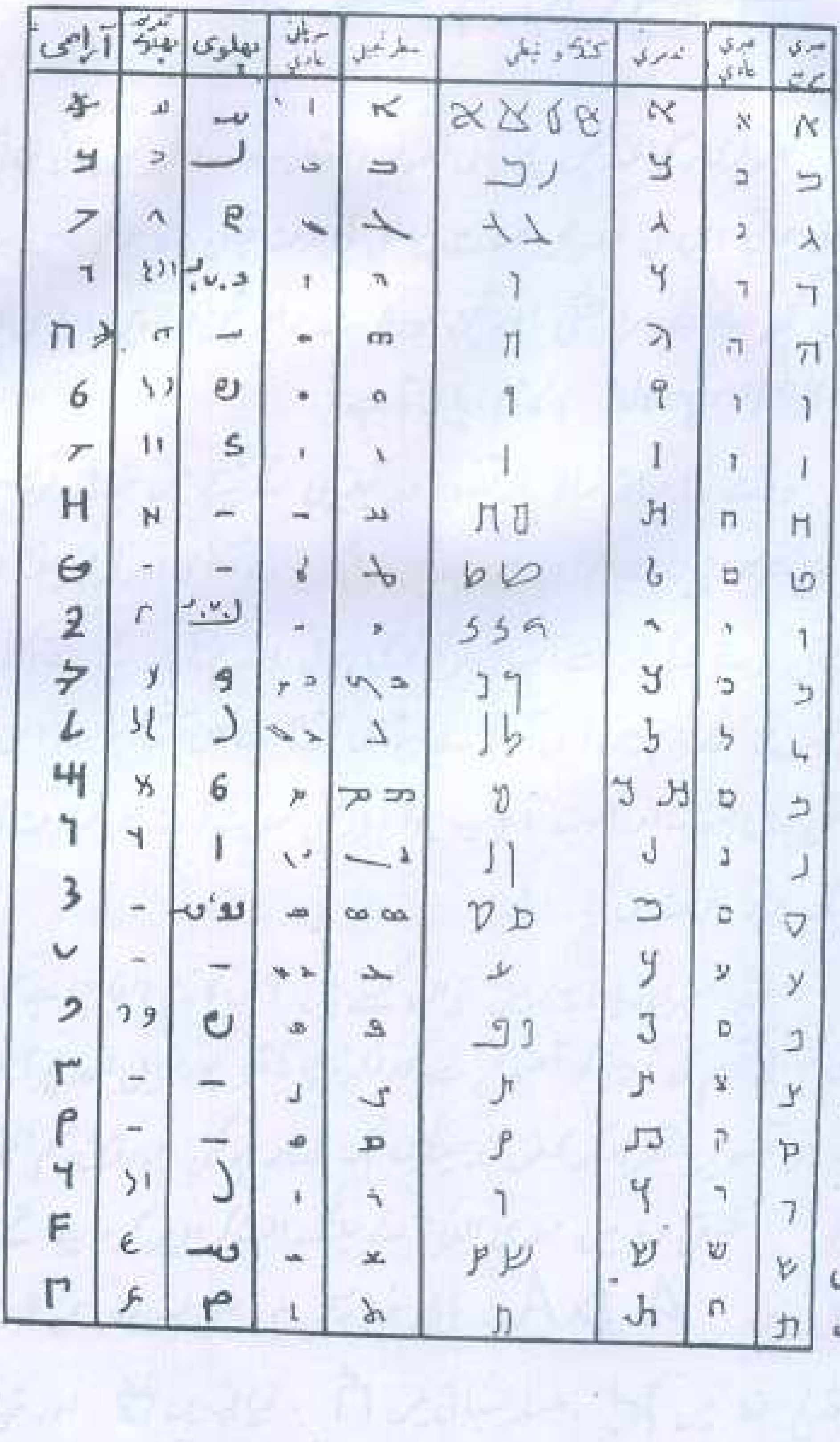

ا ب ج د ه و ز ح ط ی ک ل م ن س ع ف ص ق ر ش ت

[illegible]
[illegible]
[illegible]
عبری مربع،
عبری عادی،
عبری [illegible]
سریانی، عادی
سریانی، قدیم
پہلوی، قدیم
پہلوی اور
آرامی خط
[illegible]

تصویری رسم الخط

تصویری رسم الخط میں پہلے پہل تصویر استعارے کے طور پر بنائی جاتی تھی۔ یعنی جس چیز کی تصویر بنائی جاتی اس کی مخصوص صفت یا عمل کی طرف خیال لے جا کر اس سے کام لیا جاتا تھا جیسے تصویر میں کچھوے سے مراد خشکی اور تین سورج سے مراد تین دن ہیں۔ اس طرز کو خیال نویسی (Ideography) کا نام دیا جاتا ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ ارتقاء اور تبدیلی کے نتیجے میں خیال نویسی صورت نویسی (Hierography) میں تبدیل ہوئی۔ یہ وہ آخری اور ترقی یافتہ صورت تھی جب آواز کے لیے نشان مقرر کرنے کے راز سے انسان کو آگاہی ہوئی اور ہر آواز کے لیے اس کی مناسبت اور مشابہت سے جس صورت کے نام میں اس آواز کے ابتدائی مخرج سے کان آشنا ہوئے اس کی تصویر بنا دی گئی۔ یہ وہ منزل تھی جہاں صورت اور صوت کا ملاپ ہوا اور یہی صورت آگے چل کر حرف کی شکل میں منتقل ہو گئی یا صورت کا ایک جزو حرف بن گیا۔ [1]

مثلاً مصری زبان میں بیل کو الفا کہتے ہیں اس کا نام الفا چاہے جس وجہ سے پڑا ہو لیکن جب "الف" کی قسم کی آواز کو تصویر سے ادا کرنا ہوتا تو پورا بیل اور پھر اس کا سر سینگ سمیت بنایا جاتا۔ یہی تصویر مختصر ہو کر محض دو سینگوں تک محدود ہو گئی جو رومن رسم الخط میں اب تک قائم ہیں یعنی A۔ فنیقی خط میں مصری "الفا" کے سینگ الٹ کر اوپر کر دیئے گئے ہیں ۔ یونانیوں میں یہ شکل ہے، A Δ A۔ بابلی خط میخی میں یہی صورت اس طرح ہے ۔
ہندوستانی قدیم خط میں ، مسند سبائی میں ، لحیانی میں اور قدیم عربی میں ا ہے۔ جو دورِ حاضر میں "ا" سیدھا خط رہ گیا۔ اس طرح اگر ہم تمام زبانوں کے الفاظ کا کھوج لگائیں تو سب کے ڈانڈے قدیم تصویری خط سے جا ملتے ہیں۔

۱۔ نقش گوہر۔ ۹

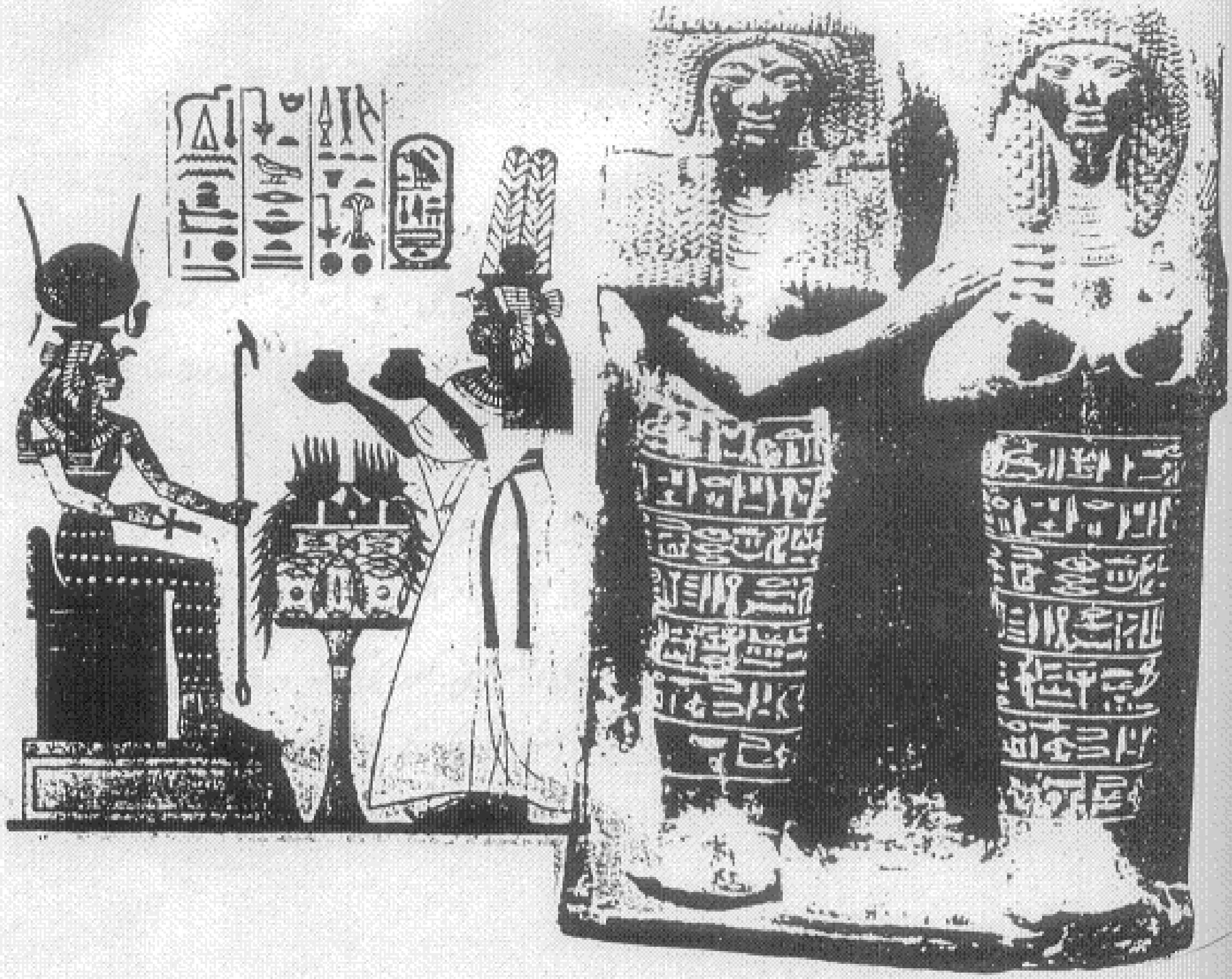

قبل مسیح خطاطی دہ فراعنہ مصر کے ادوار کی ایک نایاب تصویر ہیرو غلفی خط میں

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

قدیم رسوم الخط

قدیم رسوم الخط میں سر فہرست "ہیروغلفی" خط ہے۔

۱۔ ھیروغلفی خط :

معاشرہ میں اسے مقدس خط کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ ابتدائی تصویری خط کی ترقی یافتہ صورت تھی۔ اس خط میں طاقت کے اظہار کے لیئے شیر کی بجائے اس کا پنجہ اور درخت ظاہر کرنے کے لیئے اس کا پتا کافی سمجھا گیا۔

اس خط سے پانچ مختلف اقسام وجود میں آئیں جن میں سے ایک "مصری ہیروغلفی" ہے۔ اس کی مزید پانچ اقسام ہیں۔ بابلی ہیروغلفی یا میخی خط کی نو اقسام ہیں۔ چینی ہیروغلفی کی پانچ اور میکسیکن شمالی امریکہ کے ہیروغلفی کی دو اقسام ہیں شامی و فلسطینی اور ہٹائٹس۔ ہیروغلفی خط کے تین مراکز ہیں مصر، چین اور عراق۔ چین، جاپان اور شمالی امریکہ کے کچھ حصوں میں ہیروغلفی کسی نہ کسی نام اور صورت میں موجود ہے۔[۱]

۲۔ مصری ھیروغلفی ،

یہ خط دائیں سے بائیں جانب لکھا جاتا تھا۔ اس کی ایک قسم عمودی تھی جس طرح چین میں رائج ہے اور دوسری قسم موجودہ خط کی مانند عرضی تھی۔ ہیروغلفی کے معنی مقدس خط کے ہیں اس کو صرف مذہبی لوگ لکھتے تھے۔ جب یہ خط عام لوگ بھی جاننے لگے تو طبقہ علماء کو ایک نئے خط کی ضرورت محسوس ہوئی اور ہیروغلفی سے ہیراطیقی خط وجود میں آیا۔

۱۔ نقش گر ھ ۵

دس ہزار سال ق-م کے مختلف رسوم الخط کے ابجد (از مصور الخط)

بعض الحروف المسمارية ومشتقاتها والحروف السينائية ومشتقاتها

۳۔ ھیروطیقی خط۔

یہ ہیروغلفی سے وجود میں آیا لیکن اس سے زیادہ مشابہ نہیں تھا۔ اسے صرف مذہبی لوگ استعمال کر سکتے تھے جبکہ عوام کی نئے دور کی ضروریات اور تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک اور خط ویموطیقی ایجاد کیا گیا۔[۱]

(نمونہ ہیروطیقی)

(از نقش گرھ)

۴۔ ویموطیقی خط۔

یہ عوام کے استعمال کے لیئے تھا۔

(نمونہ ویموطیقی)

۲

۵۔ کرسیفی خط۔

ان خطوط کے لکھنے میں شدید دشواری ہوتی تھی۔ آسانی کی خاطر آج کل کے شکستہ کی طرح باہم ملے ہوئے حروف والا خط ایجاد ہوا جسے خط کرسیفی کہتے ہیں۔ اس میں کچھ تصاویر اور کچھ لکیریں تھیں۔

(نمونہ خط کرسیفی)

۳

یہ خطوط ۶۰۰ ق م تک برقرار رہے۔ ان خطوط کا انکشاف حجر الرشید (دریافت ۱۷۹۹ء) کی دریافت

۱۔ نقش گرھ۔ ۱۰

۲۔ اطلس خط۔ ۵۱

۳۔ نقش گرھ۔ ۱۰

کے بعد ہوا۔ مختلف آوازوں کے لیئے مستقل مصری تصاویر مختصر ہوکر حروف تہجی کی شکل اختیار کر گئیں

بابل نینوا و عراق:

مشرق کی قدیم تہذیبوں میں سومیری تہذیب ، تمدن کے لحاظ سے سرفہرست تھی۔ یہ قوم تقریباً آٹھ ہزار سال قبل وادی دجلہ و فرات کے مقام پر آباد تھی۔ انہوں نے کئی شہر بسائے ، مضبوط ریاستیں قائم کیں۔ عدالتیں ، تعلیمی ادارے اور صنعتیں قائم کیں۔

اعجاز راہی لکھتے ہیں :۔

"سومیریوں نے لکھنے کا فن سب سے پہلے ایجاد کیا مگر ان سے حروف تہجی ایجاد نہ ہو سکے بلکہ انہوں نے مطلب کے اظہار کے لیئے کچھ نشانات وضع کرلیئے جسے ابتداء میں تصویری تحریر کا نام دیا گیا۔ اس خط میں حروف دائیں سے بائیں کی طرف لکھے جاتے تھے"۔[1]

"ابن کلیم کی رائے میں خط سومیری سے خط مسماری یا میخی وجود میں آیا جسے کلدانیوں نے منیق قوم سے سیکھا تھا۔ یہ خط ابتداء میں مصور تھا پھر حمورابی خاندان نے جو ۲۲۴۶ ق م میں بابل پر حکمران تھا اسے پیکانی یا میخی رسم الخط میں بدل دیا اس کی شکل آہنی تیروں یا میخوں سے مشابہ تھی"۔[2]

۶۔ میخی خط:

خط میخی کا رواج بابل ، نینوا ، عراق ، ایران اور ایشیائے کوچک میں تھا۔ اسے بھی دنیا کا قدیم ترین خط شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بائیں سے دائیں طرف لکھا جاتا تھا۔ اس کی ابتدا بابل کے ابتدائی دور

۱۔ تاریخ خط و خطاطی۔ ۴۱

۲۔ نقوش رعنا۔ ۳۳

خط میخی پارسی میں ابجد کا نمونہ

میخی آشوری ۔ از کتاب تاریخ ...

میخی آشوری میں خط طلی کے نمونے

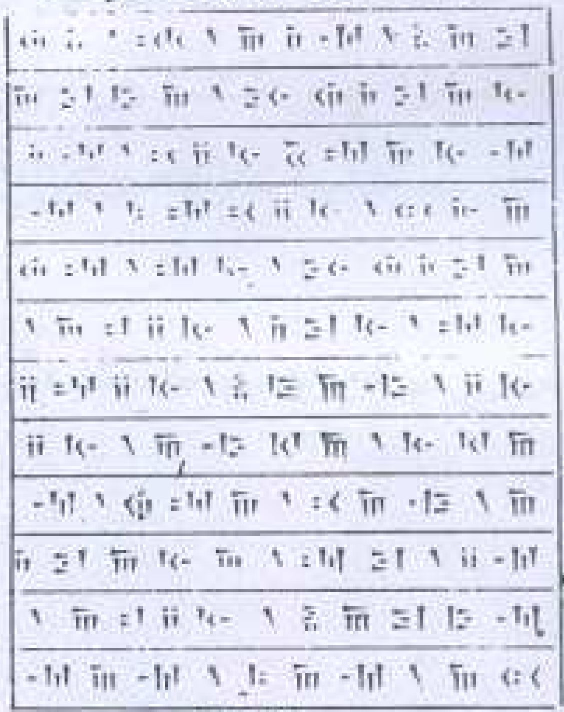

Syllable writing

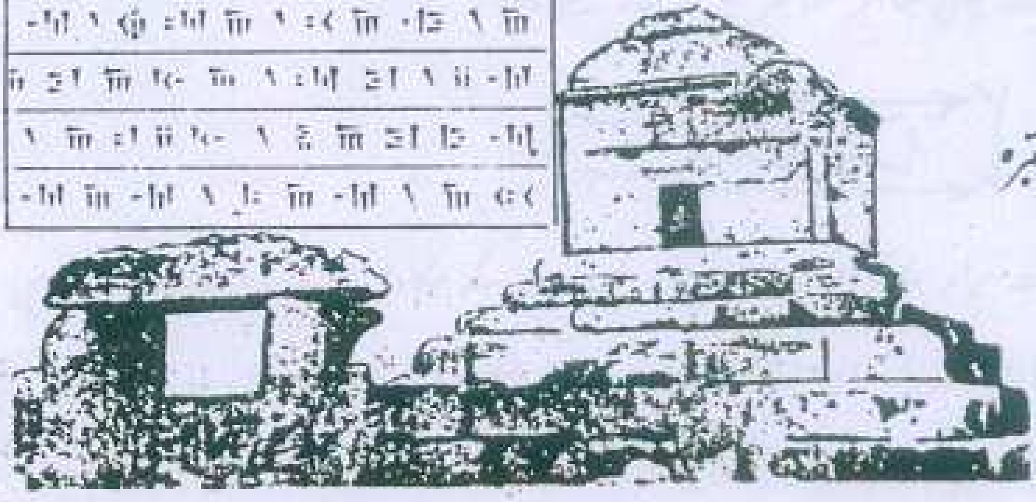

کورش کا مقبرہ

خط میخی زمانۂ قدیم قبل مسیح کا ایک بہت معروف خط ہے۔ اور اس کو اُن ادوار میں بے شمار اقسام میں تحریر کیا گیا۔ ماہرینِ تحریر کی مشترکہ آراء کو جمع کر دیا جائے تو اس کی تعداد ۲ ہزار سے اوپر چلی جاتی ہے۔

سے ہوئی اور یہ نینوا و ایران تک پھیل گیا۔ اس خط کا قدیم کتبہ بابل کے قدیم شہر ورقہ میں پایا گیا۔ ؎۱

عراق کے عجائب گھر میں عراق اور قدیم بابل کے بے شمار کتبے موجود ہیں جن میں مکانوں کے بیع نامے، دیوانی معاملات کے فیصلے، شادی کے معاہدے اور لگانِ اراضی کی دستاویزات شامل ہیں۔

کوہِ بے ستون سے ہخامنشی عہد (۵۵۵ ق م تا ۳۳۲ ق م) کے بادشاہ داریوش اعظم کے دور کے کتبے دریافت ہوئے ہیں جو کہ میخی خط میں ہیں۔ ایک کتبے میں ۱۰ قیدی بادشاہ کے سامنے گرفتار لائے گئے ہیں جن کے ہاتھ پشت پر بندھے ہیں اور سب کے گلے ایک ہی رسی سے باندھ دیئے گئے ہیں اور بادشاہ اپنے وزراء کے ہمراہ شاہانہ انداز سے کھڑا ہے۔ ۱۸۳۷ء میں سر ہنری لارنس کوہِ بے ستون دیکھنے گئے تھے اور انہوں نے کتبوں سے مطالب اخذ کر کے خط میخی پڑھنے کے متعلق ایک کتاب بھی شائع کی۔ ؎۲

اس خط میں بھی مصری ہیروغلفی کی طرح تصاویر سے کام لیا جاتا تھا۔ مثلاً لفظ "نینوا" کو وہ مکان کے اندر مچھلی بنا کر ظاہر کیا کرتے تھے۔

اس سے مراد غالباً اس شہر میں مچھیروں کے مکان بہت زیادہ ہونا مراد ہیں۔ اسی طرح سمر میں الف کی آواز کے لیے "الفا (بیل)" کی شکل تھی A۔ اسی طرح بابل میں بیل کو "الپو" کہتے ہیں اور الپو کا نشان ∀ الفا A سے ملتا جلتا تھا۔ ؎۳

ایران کے تمام قدیم خطوط کا ماخذ بھی یہی میخی یا مسماری خط ہی تھا۔

۱۔ نقش گوہر۔ ۱۰

۲۔ تاریخ ایران۔ ۱/ ۲۱۱

۳۔ نقش گوہر۔ ۱۲

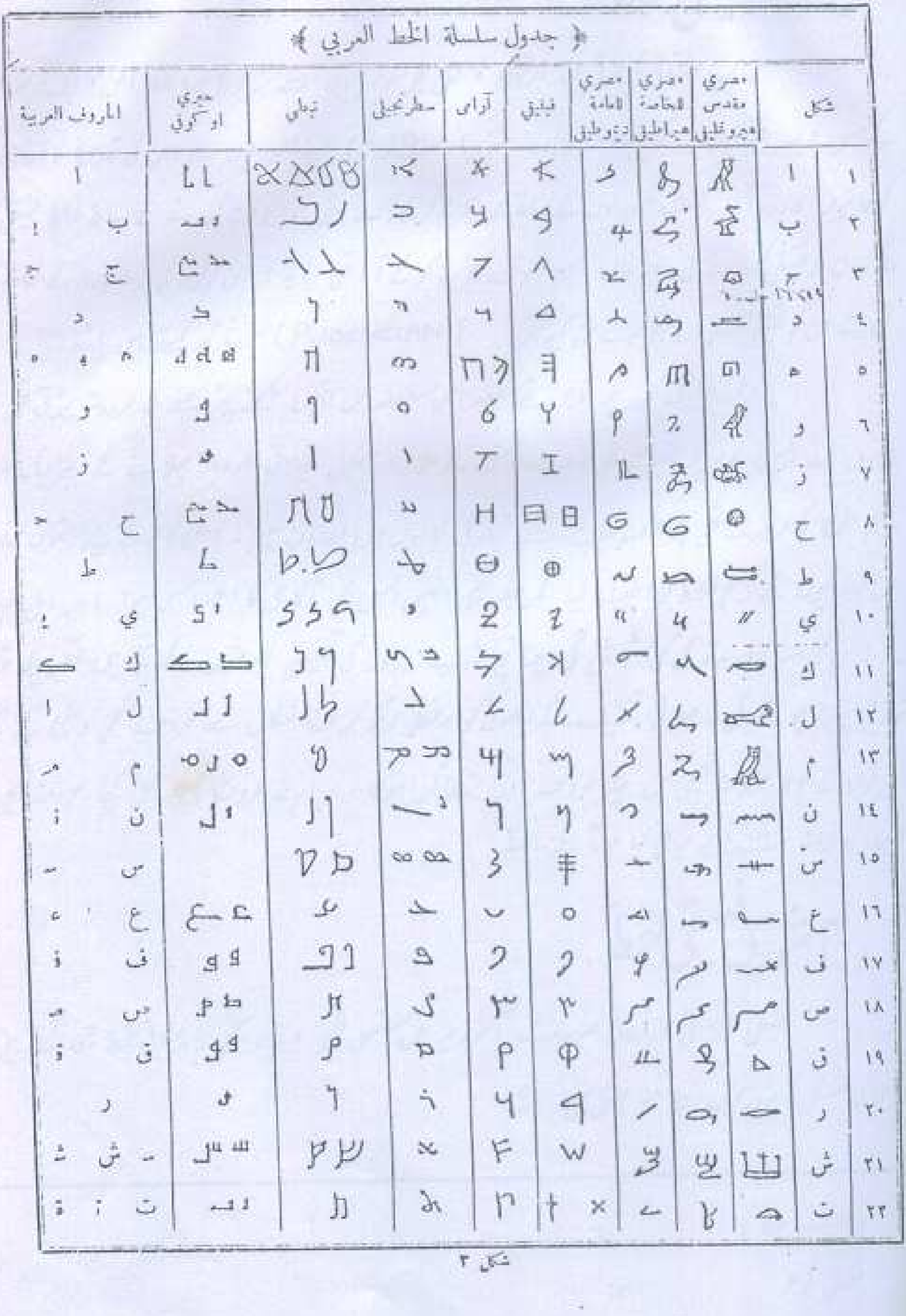

شكل ٣

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحي عابد

٧۔ فنیقی خط

تہذیب انسانی کی ترقی اور ارتقاء کا عمل جو سومیریوں سے شروع ہوا تھا اس کا ایک مرحلہ صدیوں کے سفر کے بعد فنیقیوں پر مکمل ہوا۔ تقریباً سنہ ۲۵۰۰ ق م میں اموریوں سے اس کی تاریخ کا آغاز ہوا۔ پھر کنعانیوں کا دور آیا۔ کنعانی اموریوں کے ساتھ ہی ہجرت کر کے آئے تھے اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ فنیقی کہلانے لگے۔ ان کے فنیقی کہلانے کی وجہ غالباً بحیرہ احمر سے ہجرت کر کے آنا تھی یا یہ کہ ان لوگوں کی یونانیوں کے ساتھ رنگ کی تجارت ان کو فنیقی کہلوانے کا سبب بنی کیونکہ (PHOENCIAN) سرخ کو کہتے ہیں۔ ۱؎

یہ لوگ بنیادی طور پر تاجر تھے اور اس سلسلہ میں انہیں لکھنے پڑھنے کی ضرورت پڑتی تھی۔ لہذا انہوں نے اس کام پر خصوصی توجہ دی۔ اس کے علاوہ انہیں تجارتی کاروبار چلانے کے لیے ایک ایسے رسم الخط کی ضرورت تھی جو خصوصیت سے تجارتی کاموں میں معاون ہو۔ اس کام کے لیے انہوں نے ابتداء میں مصریوں کے رسم الخط کو اختیار کیا مگر جلد ہی انہیں اس کی ناکامی کا احساس ہوا اور اہل علم ودانش نے اس کو سدھارنے کی کوشش کی۔ چنانچہ شب وروز کی تخلیقی کاوشوں کے نتیجے میں تصویری خط میں تبدیلی پیدا ہونے لگی۔ صوتی تخفیف کے اصول کو مدنظر رکھ کر ان اشکال سے حروف تہجی وضع کیے گئے۔ مصریوں کے ۲۲ حروف تہجی میں چار حروف اور بڑھا کر انہوں نے اپنے حروف تہجی مکمل کیے۔ حروف تہجی کی ایجاد کا زمانہ سنہ ۱۰۰۰ ق م خیال کیا جاتا ہے۔ ۲؎

٨۔ آشوری فنیقی خط

فنیقی خط کی ارتقائی صورت آشوریہ میں مستعمل تھی۔ اسے میخی یا پیکانی خط بھی کہتے ہیں۔ اس کی شکل آہنی میخوں سے ملتی جلتی تھی۔ ۳؎

۱۔ اطلس خط۔ ۶۰

۲۔ نقش گوہر ۱۴

۳۔ نقوش رعنا۔ ۳۲

ہیروگلیفی مصری Egyptian Hieroglyphics	فینیقی Phoenician Letters	کلاسیک یونانی Classical Greek	اتروسکی Etruscan	لاتین Latin Alph.
ox	aleph	Α alpha	A	A
house	beth	Β beta		B
camel (?)	gimel	Γ gamma	C	C
door	daleth	Δ delta		D
behold	he	Ε epsilon	E	E
hook	vav	F digamma	F	F
sickle	zayin	Ζ zeta	Z	I
fence	cheth	Η eta	⊟	H
basket (?)	teth	Θ theta	⊕	
forearm (?)	yod	Ι iota	I	I
palm	koph	Κ kappa		K
ox goad	lamed	Λ lambda	Γ	L
water	mem	Μ mu	M	M
serpent (?)	nun	Ν nu	N	N
prop (?)	samekh	Ξ ksi		
eye	ayin	Ο omicron		O
mouth	pe	Π pi	Γ	P
ride	tsade		M (san)	
knot	qoph			Q
head	resh	Ρ rho	P	R
teeth	shin	Σ sigma	S	S
mark	tau	Τ tau	T	T
		Υ upsilon	Y	V
		Φ phi	Φ	
		Χ chi	X	X
		Ψ psi	Ψ	
		Ω omega		
			8	
				Z

حروف تہجی کا قدیم خطاطی میں ایک نقش، مختلف رسوم الخط کی ابجد عیاں ہے

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

۹۔ پیونی خط

فنیقی خط جب شمالی افریقہ پہنچا جو فنیقیوں کی نوآبادی تھی وہاں افریقیوں نے اس خط میں تبدیلی پیدا کرلی اور نیا رسم الخط قرطاجنی یا پیونی اختیار کیا جو اصل میں فنیقی خط کی ارتقائی صورت تھی۔ [۱]

۱۰۔ آرامی خط

جس دور میں ایشیائے کوچک میں فنیقی خط رائج تھے اس وقت شمالی فرات اور دجلہ کے علاقے میں آرامی قوم آباد تھی۔ آرام حضرت سام بن نوحؑ کے بیٹے تھے۔ آرامیوں نے فنیقی خط سے مشابہہ خط وضع کیا جو انطاکیہ سے مکہ اور مصر سے ایران تک پھیل گیا۔ آرامی خط سے تدمیری اور نبطی خط رائج ہوئے۔ نبطی حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے کا نام نابت تھا۔ ۳۰۰ ق م میں نبطی حکومت نجد سے بحیرہ احمر، عقبہ اور شام تک تھی۔ [۲]

۱۱۔ پالمیری خط

آرامی خط سے خط پالمیری وجود میں آیا جو مصر کے مقام "پالمیرا" سے منسوب ہے۔ نبطی خط وہی علاقوں میں اور پالمیری شہروں میں مستعمل تھا۔ اس خط کے کتبے لندن پیرس اور آکسفورڈ کے عجائب گھروں میں ہیں۔ پالمیری کا خط بہت عرصہ مروج رہا پھر اس سے "خط سیریاک" یا استرانگلو ایجاد ہوا۔ [۳]

۱۲۔ خط سیریاک

۱۔ تاریخ خطاطی ۔ ۴۸

۲۔ " " ۔ ۵۰

۳۔ نقش گر ۔ ۳۲

"خط سیریاک" پالمیری سے ایجاد ہو کر مشرق میں چین تک پہنچا اور اس سے "اویغور، مغل، کالموک اور منچو" خط پیدا ہوئے۔ خط سیریاک کا تعلق مشرق کے عیسائیوں سے ہے۔ ۶۰۰ ق م میں شروع ہوا۔[1]

۱۳۔ خط سریانی:

ابن کلیم نے لکھا ہے کہ روایات کے مطابق حضرت آدمؑ پر صحائف سریانی زبان میں نازل ہوئے اور حضرت ادریسؑ پر پہلی وحی "بسم اللہ الرحمن الرحیم" بھی سریانی میں نازل ہوئی۔[2]

سریانی کو سطرنجیلی بھی کہتے ہیں عراق و عرب میں اس خط کا بہت پہلے رواج تھا۔ سریانی لوگ خط سریانی میں انجیل لکھتے تھے اور نبطی خط میں روزمرہ کی باتیں لکھتے تھے۔ عرب میں خط کوفی سے قبل یہ خط رائج تھا جس وجہ سے کوفی سریانی سے مشابہ تھا۔ اس خط کے بہت سے قواعد خط کوفی نے اختیار کیے مثلاً اگر کسی لفظ میں الف ممدودہ درمیان میں آتا تو سریانی میں اسے نہیں لکھا جاتا تھا جیسے "رحمان" کو "رحمٰن" لکھا جائے گا۔[3]

۱۴۔ خط عبرانی:

عبرانی خط، فنیقی خط سے نکلا ہے ۵۶۸ ق م میں کلدانیوں کے بادشاہ بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کرکے یہودیوں کو قید کر دیا تھا۔ انہوں نے فنیقی رسم الخط کی مدد سے اپنے لیے ایک نیا رسم الخط ایجاد کیا۔ حضرت موسیٰ کو توریت اسی خط میں لکھی ہوئی دی گئی تھی۔[4]

۱۔ نقش گوہر۔ ۳۳

۲۔ نقوش رعنا۔ ۳۳

۳۔ نقش گوہر۔ ۳۳

۴۔ " " ۱۶

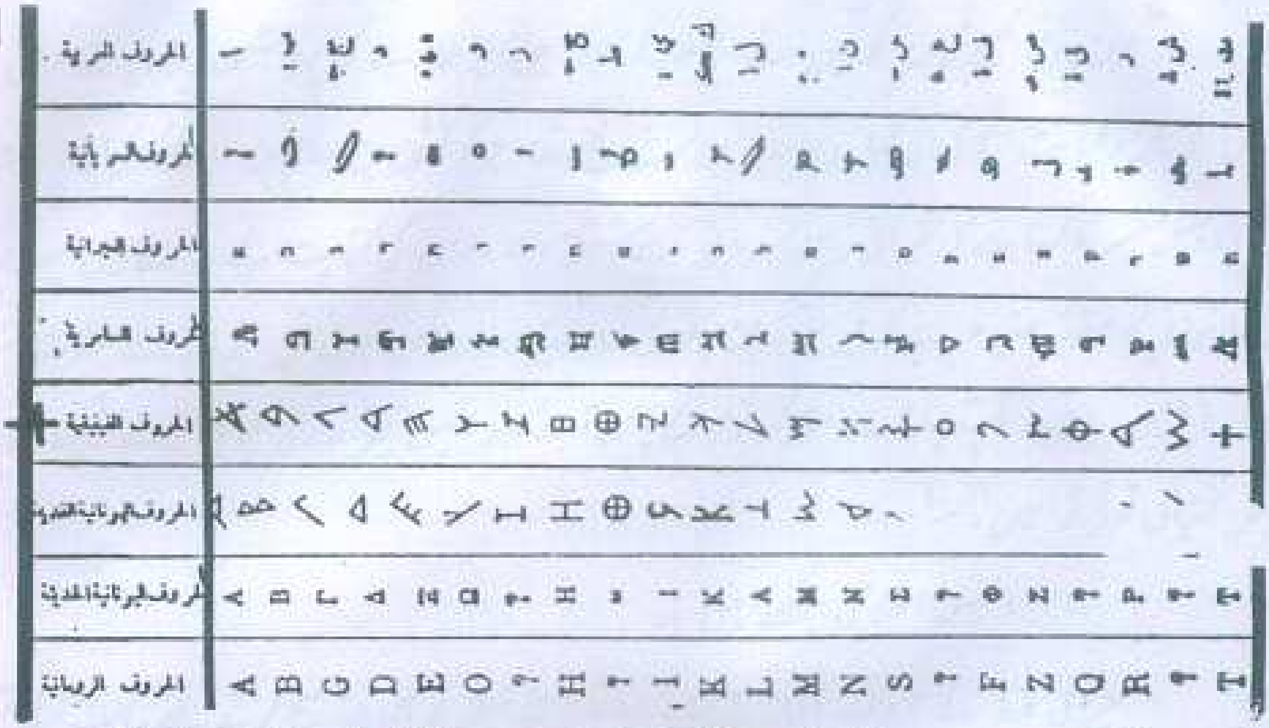

سنوك هرغرنيه [Snouk Hurgronje] : (١٨٥٧ -

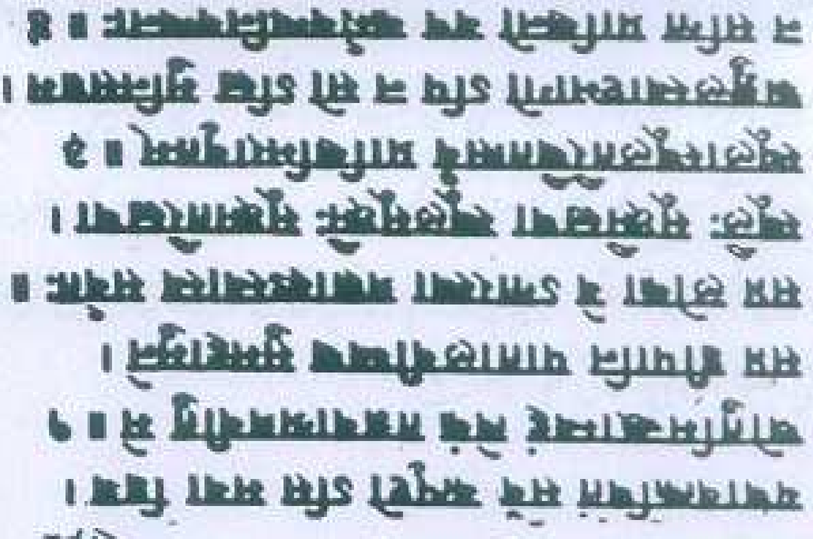

كتابة سنسكريتية

عبرانی، سریانی، سامری، فنیقی، یونانی قدیمی، یونانی جدیدی اور رومانی حروف

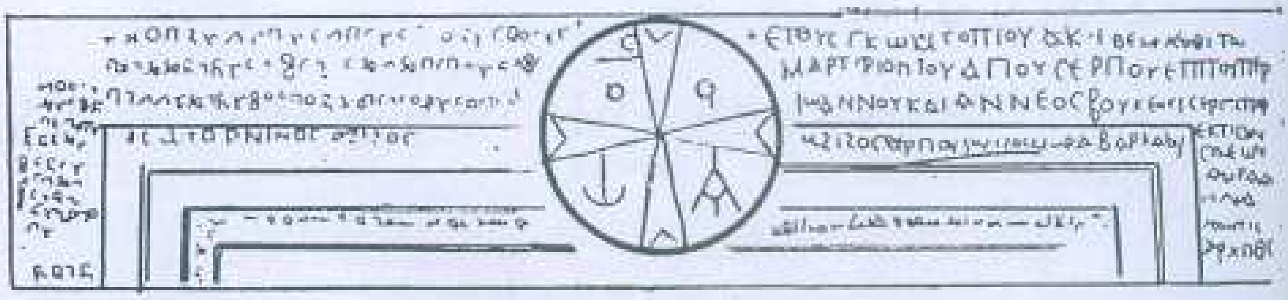

نقش ہذا یہ پتھر نہر فرات کے کنارے ۵۱۲ھ میں دریافت ہوا۔ یونانی، سریانی، و نبطی میں تحریر شدہ ہے

"ابن ندیم لکھتے ہیں کہ "میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ پہلا شخص جس نے عبرانی زبان میں تحریر و کتابت کا آغاز کیا وہ جابر بن شالخ تھا جو کہ فشخذ بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے تھا۔ تیادروس بغسر کا کہنا ہے کہ عبرانی زبان سریانی سے مشتق ہے۔ اس کی کتابت کے بارے میں یہودیوں اور عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ عبرانی زبان پتھر کی دو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی جو اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو عطاء فرمائیں۔ جب آپؑ پہاڑ سے اتر کر قوم کے پاس آئے اور انہیں بچھڑے کی پوجا کرتے دیکھا تو غصے میں آکر تختیاں توڑ ڈالیں۔"۱

ابن احسن اصلاحی لکھتے ہیں:۔

"عبرانی خط کے حروف آواز کے ساتھ ساتھ اس شکل کو بھی واضح کرتے تھے۔ "الف" کے متعلق معلوم ہے کہ وہ گائے کے معنی بتاتا تھا اور گائے کے سر کی صورت لکھا جاتا تھا (V) "ب" کو عبرانی میں بیت کہتے ہیں اور اس کے معنی بھی بیت (گھر) کے ہیں۔ "ج" کا عبرانی تلفظ "جیمل یا گیمل" ہے جس کے معنی اونٹ کے ہیں۔ "ط" سانپ کے معنوں میں آتا اور سانپ کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔ میم (م) پانی کی لہروں پر دلیل کرتا ہے اس کی شکل بھی لہر سے ملتی جلتی بنائی جاتی تھی۔"۲

ابن کلیم کے مطابق نوحؑ کی اولاد میں سے ایک عبیرؑ ہوئے ہیں انہوں نے عبرانی خط ایجاد کیا تھا۔ ۳

موجودہ خط جو یہودیوں نے دوبارہ زندہ کیا ہے وہ قدیم دور کے عبرانی خط سے بہت مختلف ہے۔

۱۔ کتاب الفہرست۔ ۳۲ : ۳۳

۲۔ تدبر قرآن۔ ۱/۸۹

۳۔ نقوش رضا۔ ۳۴

۱۵: خطِ حمیری:

"خط حمیری" کا دوسرا نام مسند ہے اس لیئے دونوں کو ملا کر "مسند حمیری بھی کہا جاتا ہے۔
ابن ندیم نے ایک ثقہ راوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ:۔

"قبیلہ حمیر کے لوگ خط مسند میں لکھتے تھے جو "ا ب ت" کی شکلوں سے مختلف ہے۔
خود میں نے کتب خانہ مامون میں کاغذ کا ایک ٹکڑا دیکھا تھا جس پر لکھا تھا کہ یہ ترجمہ ان تراجم میں سے ہے جن کے لکھنے کا امیر المؤمنین عبداللہ مامون نے حکم دیا۔" ؎۱

خط نبطی سے مسند حمیری کا اشتقاق ہوا تھا اور باحثینِ عرب کی رائے میں اسی سے عربی خط نکلا۔ حمیری خط یمن کے قبائل حمیر، معین اور سبا، تینوں میں رائج تھا۔ اس خط کے حروف الگ الگ لکھے جاتے تھے۔

گوہر قلم رقمطراز ہیں کہ:۔

"حمیر کا زمانہ ۲۱۲۶ ق م ہے۔ حمیری خط لوہے کی کیلوں سے مشابہ ہے۔ مسٹر ہالو نے کو جو پرانے کتبے یمن میں ملے تھے وہ اسی خط کے نمونہ جات ہیں۔ ۱۸۷۵ء میں فرانس اور انگلینڈ کے سیاحوں کو بیت الحکمت اور مآرب وصنعاء کے کھنڈروں میں بھی اس خط کے کتبے ملے۔ پہلے یہ خط یمن میں رائج ہوا پھر عرب کے اکثر مقامات میں پھیل گیا۔ بنو حمیر سے اہل حیرہ نے اور ان سے اہل طائف و قریش نے سیکھا۔ ظہورِ اسلام کے وقت عرب میں نبطی، حیری اور حمیری خط رائج تھے۔" ؎۲

۱۶: چینی خط:

تاریخی شواہد کے اعتبار سے سومیریوں اور مصریوں کے بعد چینی تہذیب سب سے قدیم

۱۔ کتاب الفہرست۔ ۱۲

۲۔ نقش گوہر۔ ۳۲

ہے - چینی زبان کے آغاز کے بارے میں کوئی خاص شہادت نہیں ہے - قیاس ہے کہ مصریوں کے خط سے یا تصاویر کی بنیاد پر چینیوں نے رسم الخط ایجاد کیا۔

اعجاز راہی کے مطابق :

" چینی تہذیب کا آغاز ۳۰۰۰ق م میں ہوا - چینیوں کے ایجاد کردہ رسم الخط میں ابتداء میں ۸۰ ہزار نشانات تھے - دوسری روایت میں ۵۰ ہزار بتایا گیا ہے۔ تحریر سے واقفیت کے لیئے ضروری تھا کہ ان نشانات کو مکمل طور پر یاد کیا جائے۔ مگر یہ عام آدمی کے بس کی بات نہ تھی - وقت کے ساتھ ساتھ ان نشانات میں کمی آتی گئی۔ "[1]

چینی رسم الخط اوپر سے نیچے لکھا جاتا تھا - چینیوں کا عقیدہ تھا کہ خدا کی رحمت اوپر سے نیچے اترتی ہے ۔[2]

ابن ندیم لکھتے ہیں :-

" چینی رسم الخط نقاشی کی مانند ہے اس کو ضبط تحریر میں لانے والا اگرچہ کتنا ہی مشاق اور ماہر ہو اسے لکھنے میں دشواری محسوس کرتا ہے - کہتے ہیں کہ کوئی کتنا ہی زود نویس ہو ایک دن میں دو تین ورق سے زائد نہیں لکھ سکتا - ان کے ایک خط کا نام "المجموع" ہے - یہ اس لیئے کہ ہر کلمہ سہ حرفی ہو یا زیادہ ، ایک ہی صورت میں لکھا جاتا ہے - چینی طویل کلام کو اس خط میں لکھتے ہیں - چنانچہ اگر وہ کوئی ایسی بات لکھنا چاہیں جو سو ورق میں لکھی جاتی ہے تو اس انداز کتابت میں اسے ایک ہی صفحہ میں لکھ دیتے ہیں۔ "[3]

۱۔ تاریخ خطاطی ۔ ۴۳

۲۔ نقوش رعنا ۔ ۳۴

۳۔ کتاب الفہرست ۔ ۳۶

ابن ندیم کا قول غلط ہے یا صحیح اس کی تصدیق میں کوئی ثبوت میسر نہیں آسکا۔

کاغذ کی ایجاد سے قبل چینی لوگ کچھوے کے خول اور لکڑی وغیرہ پر کتابت کرتے تھے اور ان کی تحریر میں توازن نہیں تھا۔ حروف جسامت میں بڑے چھوٹے ہوتے رہتے تھے۔ چینی رسم الخط کے آغاز کے بارے میں اعجاز راہی کہتے ہیں۔

" خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ چینی رسم الخط کا آغاز جانوروں اور پرندوں کے پنجوں کے نشانات انسانی ماحول اور مناظر فطرت سے ہوا۔ اول اول اس خط کو ہڈیوں کا خط (BONE SCRIPT) کا نام دیا گیا۔ کچھوؤں کے خول اور ہڈیوں کے بعد چینی فن تحریر کانسی کے برتنوں اور دھات کی پلیٹوں پر لکھا جانے لگا۔ اس دور کے خط کو خط کانسی یا (BRONZE SCRIPT) کہا گیا۔"[1]

۱۷۔ ایرانی خط:

ایران کا قدیم خط میخی تھا۔ مصر اور عراق سے ایرانیوں کے قدیم تعلقات، فتوحات اور تہذیب و تمدن کی ایک کڑی ان کا خط بھی ہے۔ جس زمانے میں مصری اور فنیقی اپنے خطوط کی اصلاح کر رہے تھے ایران میں خط پہلوی رائج ہوا۔ یہ خط مصر میں رائج خطوط سے قدرے مختلف اور ہندوستانی خط سے مشابہ تھا۔

ابن ندیم نے ابن مقفع سے روایت کیا ہے کہ:۔

" اہل ایران سات قسم کے اسالیبِ کتابت کے حامل تھے۔ ایک اسلوب "دین دفتریہ" جو دینی اور مذہبی معاملات کے ساتھ مخصوص تھا۔ ایک رسم الخط "ویش دبیریہ" تھا جس کے ۳۶۵ حروف تھے۔ اس انداز کتابت میں قیافہ شناسی، پانی گرنے کی آوازیں، آنکھوں کے اشارے کنائے، نخرے

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ص ۴۵

: نمونہ خط گستج از کتاب الفہرست :

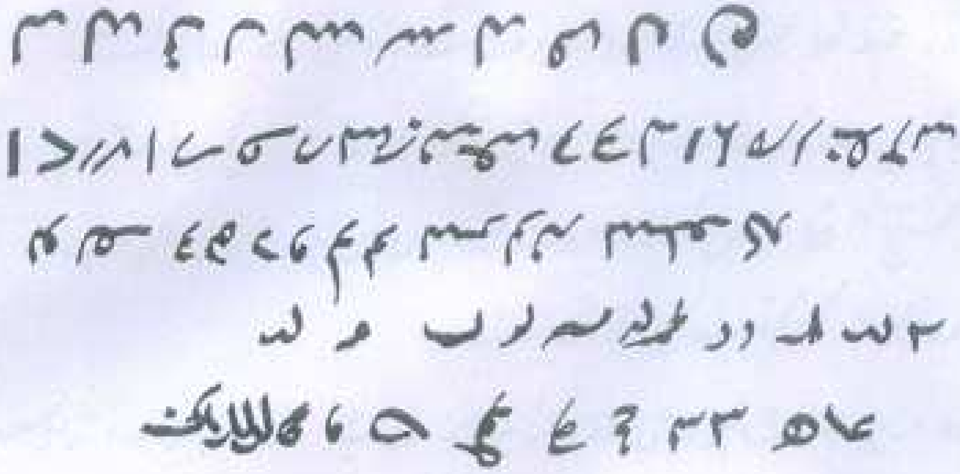

: نمونہ خط نیم گستج :

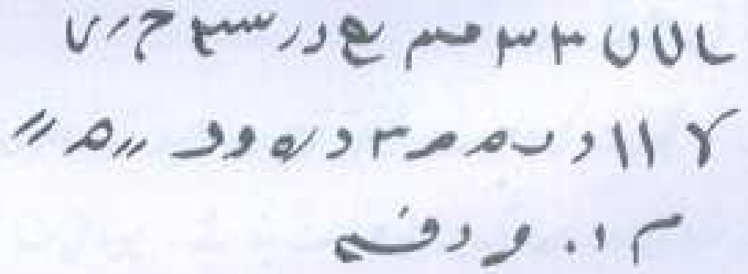

: نمونہ خط نامہ دبیریہ :

نمونہ خط پہلوی : از نقش گوہر"

اور ان کی مثل دوسری چیزیں قلمبند کی جاتی تھیں۔ "گستج" نامی ایک
اور خط تھا جس کے ۲۸ حروف تھے۔ اس سے معاہدات
جاگیریں عطا کرنے کے فرامین وغیرہ لکھے جاتے تھے۔ ایک خط "نیم
گستج" تھا جس کے ۲۰ حروف تھے۔ اس میں اہل فارس علم طب
اور فلسفہ کی کتابت کرتے تھے۔ [۱]

علاوہ ازیں بادشاہوں کی خط و کتابت کے لیے "نشاہ دبیریہ" "راز سہریہ" اور عام افراد کے لیے "نامہ دبیریہ" و "راس سہریہ" نامی خط بھی تھے۔ [۲]

۱۸۔ یونانی خط۔

یونانیوں کا تجارت کی وجہ سے فنیقی قوم سے رابطہ تھا۔ انہوں نے پہلے فنیقیوں سے حروف تہجی سیکھے پھر قبطی خط کی مدد سے الگ یونانی حروف بنائے۔ یونانی خط قبطی سیریاک اور ارمنی سے مشابہ تھا۔ ان کے ابتدائی حروف تہجی ۲۲ تھے۔ پھر بضرورت ان میں اضافہ ہوتا گیا۔ یونانی حروف انگریزی کے چھوٹے حروف سے مشابہ ہیں۔ بعض حروف میں قدیم تصویری خط کے نشانات بھی ہیں۔ یونانیوں نے فنیقیوں سے حروف تہجی لے کر جب خط بنایا تو شروع میں اسے دائیں سے بائیں لکھا جاتا تھا مگر یونانیوں نے الٹ کر بائیں سے دائیں کو اور حروف کو ملا کر لکھنا شروع کر دیا۔ یونانیوں سے اہل روما نے حروف اخذ کیے اور یہیں سے فنیقی خط دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور مشرق و مغرب کے خطوط الگ ہو گئے۔ [۳]

۱۔ کتاب الفہرست۔ ۲۹

۲۔ نقوش رضا۔ ۳۹

۳۔ نقش گرحرف۔ ۱۶

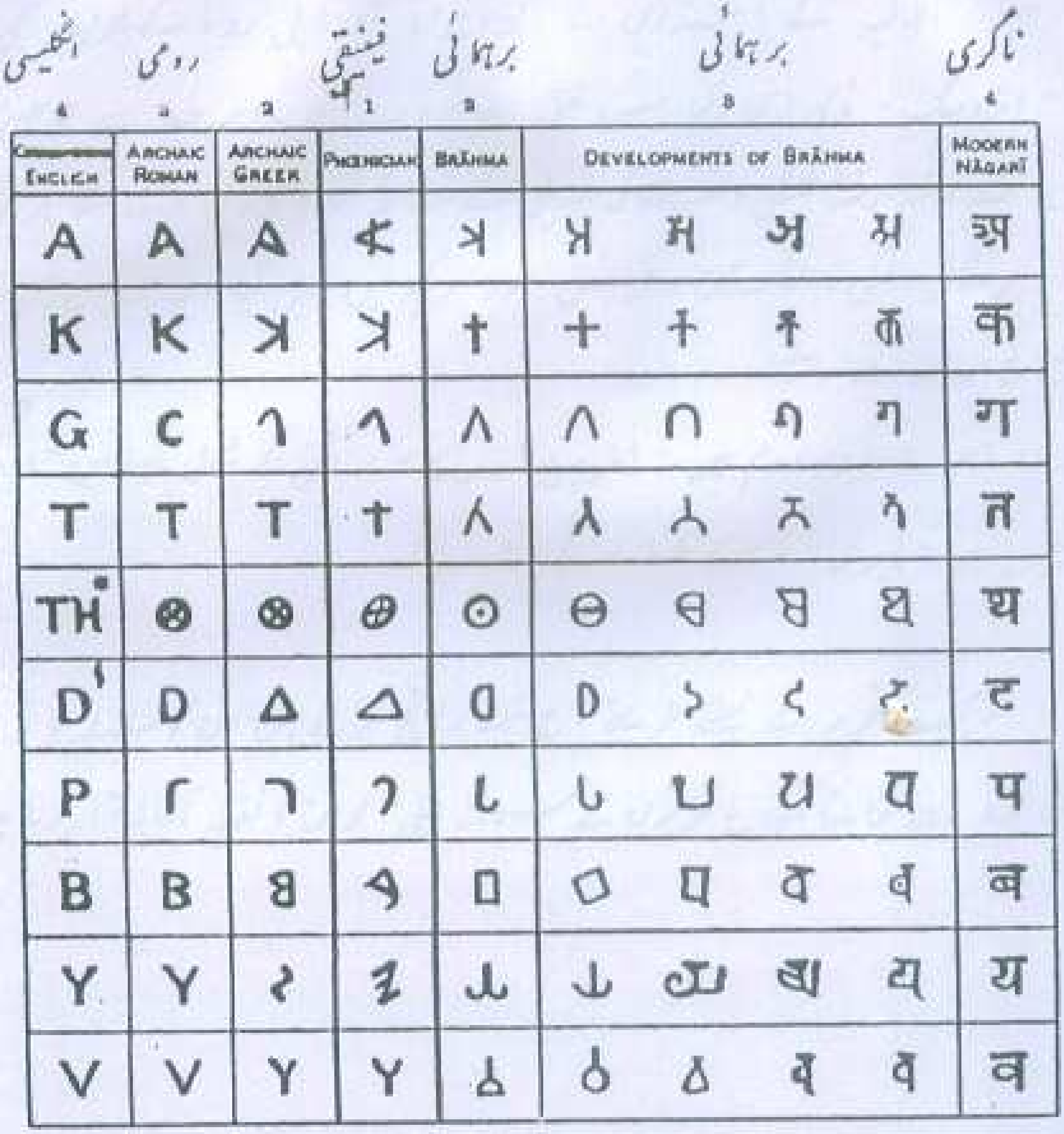

جدول فوق از مقدمهٔ فرهنگ مفصل سنسکریت – انگلیسی ، تألیف سر. م. منیر – ویلیامز نقل شده است .

درمیانه ستونهای جدول ، ستونی است که بالای آن شمارهٔ یک گذاشته شده است ودراین ستون ، پانزده حرف که تصورگردیده حروف خط فنیقی قدیم ، و از قرن نهم پیش از میلاد است داده شده .

درطرف چپ ، درستون شماره دو ، حروف خط قدیم یونانی ، ودرشمارهٔ سه ، حروف قدیم خط رومیان، ودرستون چهارم حروف خط انگلیسی دیده میشود .

درطرف راست ، ستون شماره دو ، حروف خط برهمائی است که اکنون میگویند قدیمتر از خط ناگری میباشد .

درستون سه ، کوشش شده که تحولات شکل حروف را از برهمائی به خط ناگری نشان دهد .

درستون چهار ، حروف خط ناگری یا دیوا ناگری است .

سابقاً تذکر داده‌ایم که پس از یک قرن بررسی راجع به تاریخ الفبا ، دیگر محقق است که همه خطوط جهان ، یک اصل مشترک دارد وهمیشه درهر الفبائی میتوان چند حرف پیدا کرد که باتغییراتی شبیه به حروف الفبای دیگر بشود . ولی تاکنون یک اصل مشترکی که در آن اختلاف نباشد بدست محققان نیامده که بوسیله آن تمام حروف یک الفبائی را مقایسه کند وبه نقطهٔ حقیقی حروف وتغییرشکلی که بصورت حروف وارد شده باکمال یقین پی ببرند . لهذا دراینجا می‌بینیم فقط پانزده حرف را درهنگام مقایسه در جدول فوق درنظر گرفته‌اند ، نه همه حروف خط فنیقی وناگری را .

اگر همه حروف درنظر گرفته شود معلوم خواهد شد که خط فنیقی و اشکال خط نقش مصری نمی‌تواند بدون ایرادائی ، اصل مشترک قرار گیرد .

Sanskrit - English Dictionary, (Sir M. Monier - Williams), New Edition, Oxford.

۱۹۔ لاطینی خط

اطالیہ کے باشندوں نے یونانیوں اور اہل روما کے حروف تہجی لے کر ایک خط "اتروسک" نامی ایجاد کیا جس میں ۲۰ حروف تھے۔ اسی خط سے لاطینی خط ایجاد ہوا۔ یہ خط رفتہ رفتہ شکل و صورت کی تبدیلی کے ساتھ تمام یورپی ممالک مثلاً جرمنی، فرانس ہالینڈ، پرتگال، اٹلی، انگلستان، فرانس اور امریکہ میں پھیل گیا۔ روس میں بھی اس خط کی ایک شاخ موجود ہے۔[1]

اس کے علاوہ روم میں "اغوسیبادون" اٹلی کے شمالی علاقہ میں "افیسطلیقی" اور آئبیریا میں آئبیری" رسوم الخط رائج تھے۔

بہرکیف تحریر کے جتنے طریقے آج تک رائج ہوئے ہیں ان کا سلسلہ یا تو قدیم مصری تصویری خط سے جا ملتا ہے یا عربوں کے "نسماتِ ابل" کو ان کا نقطہ آغاز قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۔ نقش گر۔ ۱۶

باب دوم

عربی خط

آغاز تا عہد بنی امیہ

خط نبطی من قبر امرؤ القیس

خط کی تاریخ میں
یہ کتبہ قدیم ترین عربی
شمالی نبطی حروف
اور عدنانی لغت
میں ہے۔

اسلام کے اوائل میں بعض خطوطِ تبلیغ اور عباراتِ الہامی رسم الخط
میں گاہے گاہے نظر آتی ہیں۔

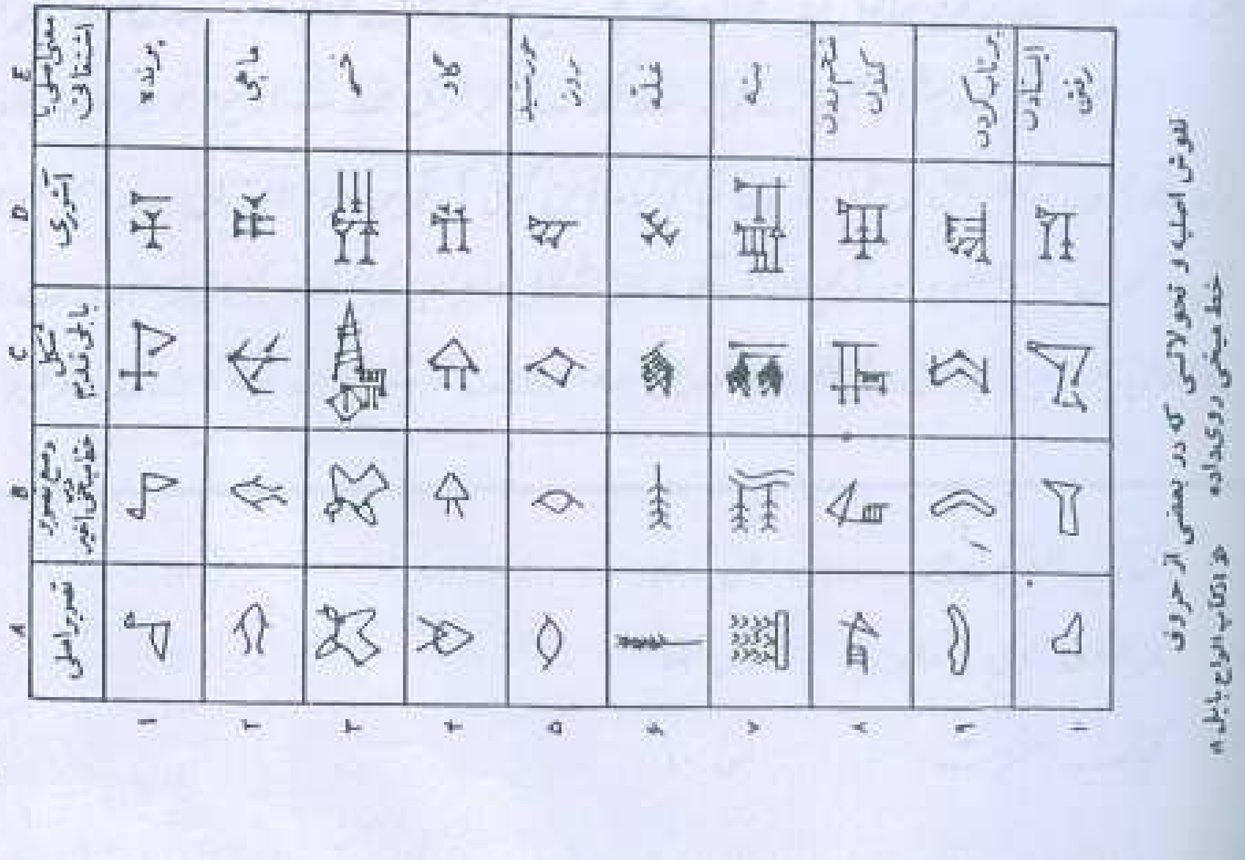

عربی خط کی ابتداء :

عربی رسم الخط دنیا کا قدیم ترین رسم الخط ہے اس کی ابتداء کے بارے میں کئی آراء ہیں۔ سب سے پہلے ہم مسلمان علماء و محققین کی رائے درج کرتے ہیں۔

عرب کے کعب نامی شخص کو راوی قرار دیکر ابن ندیم لکھتے ہیں کہ رسم الخط کے موجد حضرت آدمؑ ہیں۔ انہوں نے اپنی وفات سے ۳۰۰ سال قبل رسومِ خط کو کچی اینٹوں پر ثبت کر کے اور ان کو آگ میں پکا کر دفن کر دیا تھا۔ طوفان نوح کے بعد جب یہ اینٹیں برآمد ہوئیں تو ان کے نقوش کو رسم خط قرار دیا گیا۔ [1]

طاہر الکردی اخنوخ سے روایت کرتے ہیں کہ عربی خط کے موجد حضرت ادریسؑ ہیں۔ [2]

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسم خط کے موجد قبیلہ بولان کے تین افراد ہیں ان کے نام مرار بن مرہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ ہیں۔ یہ سرزمین انبار میں رہا کرتے تھے۔ انہوں نے مختلف حروف کے نقوش ایجاد کیے اور اہلِ انبار نے ان سے تعلیم حاصل کی اور دوسروں کو سکھایا حتیٰ کہ اہل حیرہ نے ان سے یہ فن حاصل کیا جہاں سے پھر بشیر بن عبدالملک حاکم دومۃ الجندل نے اخذ کیا۔ [3]

ابن ندیم نے ہشام کلبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ عربی خط کے اولین موجد عرب عاربہ کے کچھ لوگ تھے جنہوں نے عدنان بن اُدَ کے ہاں قیام کیا۔ ابن کوفی کی تحریر کے مطابق ان کے نام ابوجاد، ہواز، حطی، کلمون، صعفص اور قریسیات تھے۔ ان اشکال و اعراب کی کتابت کا انداز انہوں نے اپنے ناموں کے مطابق مقرر کیا۔ پھر ان کے علم و مطالعہ میں وہ حروف آئے جو ان کے ناموں میں موجود نہ تھے مثلاً

---

۱. کتاب الفہرست ص ۱۰

۲. تاریخ الخط العربی وآدابہ ص ۱۶

۳. کتاب الفہرست ص ۱۰

ثا ، خا ، ذال ،شین ،غین وغیرہ ۔ ان کا نام انہوں نے روادف قرار دیا۔ [1]

ایک اور روایت ہے حمیر،جدیس ،طسم ،ارم اور حوبل عربی کے اصل لغت تھے جو حضرت اسماعیل نے اہل عرب سے اخذ کئے اور ان کے صاحبزادوں نفیس ،نضر ،تیمار اور دومہ نے حروف ایجاد کیئے ۔[2]

ابن ندیم کہتے ہیں کہ یہ روایت زیادہ قابل قبول ہے اور اسے ثقہ لوگوں نے روایت کیا ہے کہ عربی زبان حمیر ،جسم ، جدیس وغیرہ کی زبان تھی جو عرب عاریہ میں سے تھے۔حضرت اسماعیلؑ نے جب حرم میں سکونت اختیار کی اور پلے بڑھے تو قبیلہ جرہم میں شادی کی ۔ اس رشتہ کی بنا پر آپؑ نے ان کی زبان سیکھی اور مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ جیسے ہی ضروریات پیش آئیں ان کی اولاد نے بات سے بات نکالی اور بہت سی چیزوں کے نام وضع کر لیئے ۔[3]

ایک اور قول کے مطابق جو شخص علم کتابت کو قریش مکہ میں لایا وہ ابوقیس بن عبد مناف بنازہرہ ، اور دوسری روایت کے مطابق حرب بن امیہ تھا ۔[4]

اوپر والی روایت کے بارے میں یہ قول متفق علیہ ہے ۔

" اوّل العرب کتب بالعربیة حرب ابن امیة بن عبدالشمس ، قیل لابن عباس معاشر قریش من این اخذتم ھذا الکتابة العربیة قبل ان یبعث محمداً وتجمعون منہ ما اجتمع وتفرقون ما افترق مثل الألف واللام وغیرذالك ، قال اخذناہ من حرب ابن امیة ،قال فمن این اخذہ ،قال من عبداللہ ابن جدعان " [5]

۱۔ کتاب الفہرست ص ۹

۲۔ صحیفہ خوشنویسان ص ۳۴

۳۔ کتاب الفہرست ص ۱۰ : ۱۱

۴۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ ص ۵۸

۵۔ صحیفہ خوشنویسان ص ۲۷

"جس نے سب سے عربی میں کتابت کی وہ حرب بن امیہ بن عبدالشمس تھا۔ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ یہ عربی خط رسول اللہ کی بعثت سے قبل تم نے کس سے سیکھا مثلاً تم الف اور لام کو ملا کر بھی لکھتے ہو اور جدا بھی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ حرب بن امیہ سے۔ دریافت کیا گیا کہ اس نے کس سے سیکھا تو فرمایا عبداللہ بن جدعان سے۔"

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اہل حیرہ میں سے جس نے سب سے پہلے کتابت سیکھی وہ سفیان بن امیہ یا حرب بن امیہ تھا۔ اس نے اسلم بن سدرہ سے کتابت سیکھی۔ ۱؎

ابن ندیم گویا ہیں کہ:

"جب قریش نے جدید تعمیر کے لئے کعبہ کو گرایا تو اس کے ایک رکن کے نیچے سے ایک پتھر ملا جس پر تحریر تھا:

"السلف بن عبقر یقرأ علی ربہ السلام من رأس ثلاثہ آلاف سنۃ"

"یعنی تیسرے ہزار سال کے آغاز میں سلف بن عبقر اپنے رب پر سلام بھیجتا ہے۔" ۲؎

۱۔ مقدمہ ابن خلدون ص۔ ۳۰۷

۲۔ کتاب الفہرست ص۔ ۱۱

"سمات ابل" کا نظریہ۔

سمات ابل ان نشانات یا علامات کو کہتے ہیں جو قدیم زمانہ میں عرب پہچان کے لیئے اپنے اونٹوں پر بنایا کرتے تھے تاکہ ایک قبیلہ یا فرد کے اونٹ دوسرے کے ساتھ گڈمڈ نہ ہو جائیں۔ یہ سمات بے معنی نقش و نگار نہیں تھے بلکہ ان میں سے ہر نقش اپنے اندر ایک مفہوم رکھتا ہے۔ جیسے آج ہم حروف کو ایک خاص ترتیب دے کر ایک لفظ لکھتے ہیں یوں ہی عرب آڑھے ترچھے خطوط کھینچ کر اپنے خیالات کی نقش آرائی کرتے تھے۔ اگر ہم خط کی یا عربی خط کی ابتداء کے بارے میں سمات ابل پر غور کریں تو یہ کہنے میں کوئی شک نہیں کہ عربی ہی دراصل ام اللسان ہے اور تمام رسوم الخط کی بنیاد بنی۔

عربی سمات ابل میں ایک کا نام "سطاع" ہے۔ خیمے کے بیچ کے ستون کو سطاع کہتے ہیں۔ اس نقش کی صورت ا (الف) کی سی تھی۔ عربی تحریر میں یہ نقش (سطاع) الف کا کام دیتا ہے۔ کلدانی تحریر میں ایک لمبی میخ کے دائیں، اوپر تلے دو چھوٹی چھوٹی میخیں رکھنے سے حرف الف بنتا تھا۔ (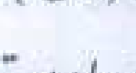) اس نقش کو دیکھا جائے تو اس کی آواز "اے" کی سی ہوتی ہے "أ" عربی میں کلمہ زجر ہے جب کسی جانور کو بلانا ہو تو "أ" بولتے ہیں۔

سطاع کی بابت الازہری نے لکھا ہے کہ اونٹ کی گردن پر یہ نقش لگایا جاتا تھا۔ کھڑی لکیر کو سطاع اور پڑی (——) کو علاط کہتے تھے۔ عربی ماہر لسان البوملی کا بیان ہے کہ علاط کبھی تو ایک لکیر ہوتی تھی اور کبھی دو اور کبھی چاروں طرف سے خطوط کھینچ دیئے جاتے تھے۔ اب ان سمات کا بابلی حروف سے موازنہ کرتے ہیں۔ اوپر تلے دو میخیں عرضاً رکھ دیں تو یہ صورت بنے گی ( ) یہ نقش انگریزی B کی آواز دے گا، عبرانی میں ⊓ ہوگا اور حمیری میں ب بن کر عربی میں ب ہو جائے گا۔ اس نقش کا عبرانی نام "بیت" ہے (گھر) گویا یہ نقش گھر کے مفہوم کو ادا کرتا تھا۔ "ب" کی مختلف زبانوں شکلیں یہ ہیں۔ (مصری) (عبرانی) ب (عربی)۔ ۱

۱۔ تاریخ الادب العربی (بحوالہ اعظمی) ص ۴۲

ایک "سطاع" یعنی کھڑی لکیر کو جب ایک "علاط" یعنی پڑی لکیر تو یہ صورت X بن جاتی ہے اسے عربی میں "تواء" کہتے ہیں۔ اس نام سے عربی الفاظ "تو" اور "تاو" مشتق ہیں۔ "توی مالہ" کا مطلب ہے "اس کا مال ضائع ہو گیا"۔ اس سے ملتی جلتی ایک مصری شکل ہے یہ ایک ٹانگ پر دھری ہوئی چھری ہے اور یہ شکل جنگ وجدل کو ظاہر کرتی تھی۔ اس کا مصری نام "تبا" ہے اور عربی میں تبا۔ یتبو۔ تبواً کے معنی جنگ کے لیئے آواز دینا ہیں۔ اس مصری نقش کا عبرانی نام "تاؤ" ہے اور سامی زبانوں میں "ت" کا کام دیتا ہے۔ یہی شکل ذرا سی تبدیل ہو کر + انگریزی میں T بنی۔ تواء کے دونوں سروں کے نیچے دو حلقے لگانے سے ( ) قینچی کی شکل بن جاتی ہے جس کا سامی نام "جلم" ہے اس کا کام کاٹنا ہے جسے عربی میں "قص" کہتے ہیں۔ انگریزی حرف "X" ایکس کی وجہ تسمیہ اس سے بخوبی معلوم ہو جاتی ہے۔ [1]

عربی خط کے اشتقاق کے بارے میں تمام راوی اس بات پر متفق ہیں کہ قدیم مصری خط سے خط فنیقی اور اس سے المسند اور الآرامی نکلے۔ (جو بااختلاف عربی خط کے ماخذ ہیں) مگر جیسے ہم نے ابن ندیم اور دیگر راویوں کی رائے کا مطالعہ کیا ہے کہ عربی خط کے موجد آدمؑ یا ادریسؑ ہیں تو یہ عین ممکن ہے کہ مصری قدیم خط اور عربی علامات دراصل ایک ہی چیز ہوں یا مصریوں نے عرب سے اخذ کیئے ہوں۔

انگریزی، فنیقی، مصری، یونانی، لاطینی اور عربی وغیرہ کے حروف تہجی کی ترتیب تقریباً یکساں ہے مثلاً ابجد (A. B. C. D) ہوز (E. F. G.) کلمن (K. L. M. N.) اور قرشت (Q. R. S. T.) وغیرہ۔ اسی طرح یونانی (ΑΒΓΔ)(EFZ) (KΛMN) اور فنیقی (ΔϽ9Ⱥ)(Ϛ V ∃)(⊐)(⅃⌐⌐) وغیرہ۔

ترتیب کے شکلیں بھی معمولی رد و بدل کے بعد تقریباً وہی ہیں جو عربی رسم الخط کی بنیاد ہیں۔ مثلاً عبرانی ∀ (الف) عربی میں ا (الف) اور انگریزی میں A بن گیا۔ اسی طرح انگریزی (C)

ا۔ تاریخ الادب العربی (بحوالہ اعظمی) ص ۴۳

کو لیں۔ عربی میں اونٹ کو جمل کہتے ہیں اور لفظ "ج" اونٹ کی شکل ہے۔ انگریزی میں اونٹ کو (Camel) کہتے ہیں اور C شکل کے لحاظ سے ج سے ملتی جلتی ہے۔ اسی طرح (Door) ΠΠ دالث Δ ڈیلٹا Δ اور عربی د اور انگریزی D واضح طور پر ایک ہی بنیاد کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ انگریزوں نے اپنے حروف تہجی معمولی تبدیلی سے مختلف بنا لیے جس کا اندازہ "و، O" "ل L" "ی E"، "ی س" "ᗰ E ω" سے ہو جاتا ہے۔

اس بحث سے ہم یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مروجہ تمام رسوم الخط کی بنیاد قدیم تصویری خط یا سماتِ ابل ہیں۔ دوسری طرف علماء کی روایات عربی خط کے موجد حضرت آدمؑ و ادریسؑ کو قرار دیتی ہیں۔

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

عربی خط کا اشتقاق مغربی مفکرین کی رائے میں:

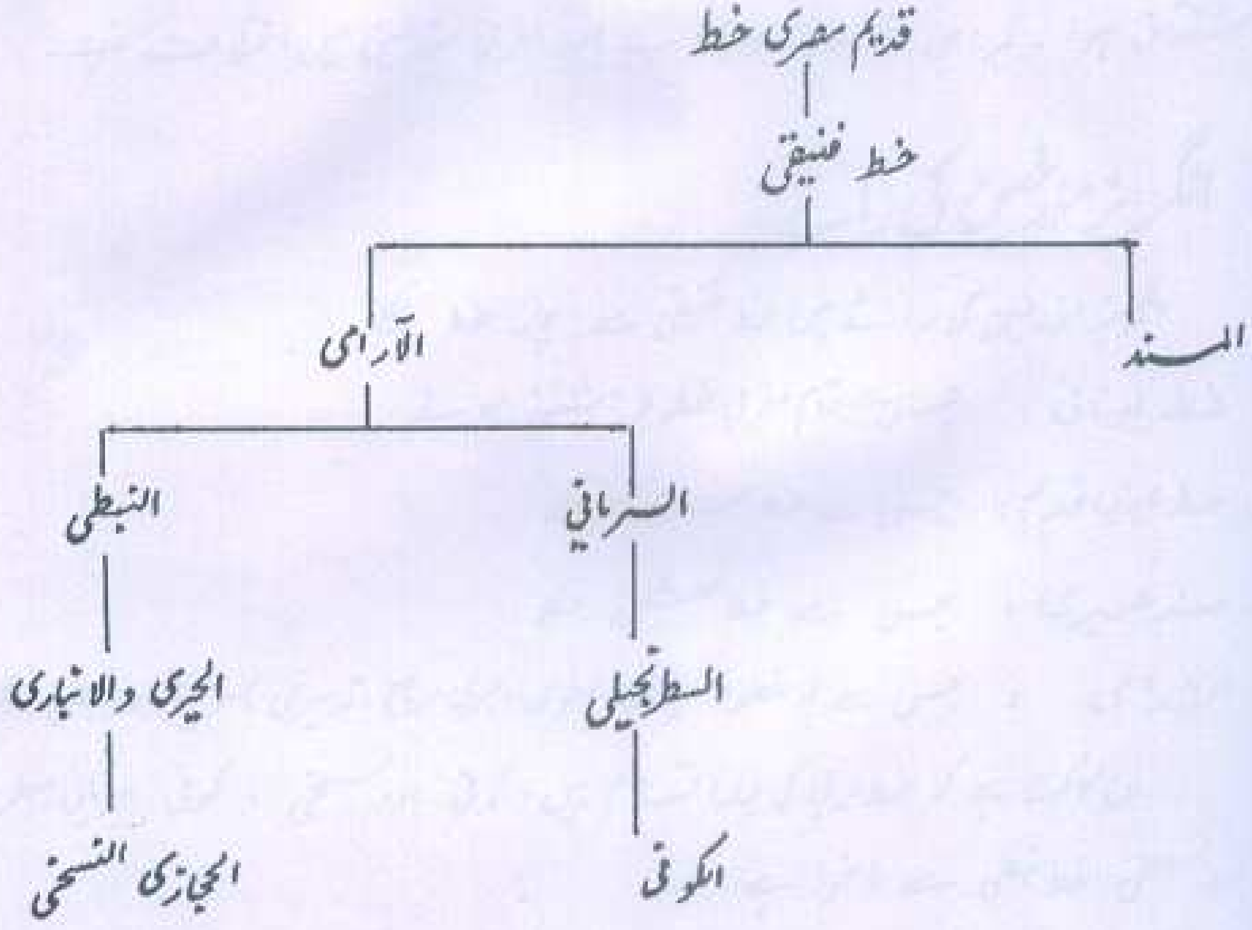

عربی خط کا اشتقاق (جدید محققین کی رائے میں)

یہاں تک تو سب متفق ہیں کہ خط مصری قدیم سے خط فنیقی اور اس سے مسند اور آرامی کا اشتقاق ہوا۔ مگر اس کے بعد رواۃ عرب اور مغربی مؤرخین میں اختلاف ہے۔

انگریز مؤرخین کی رائے:

انگریز مؤرخین کی رائے میں خط فنیقی سے چار خط نکلے

۱۔ خط یونانی: جس سے تمام مغربی خطوط مشتق ہوئے۔

۲۔ خط عبری قدیم: جس سے خط سامری نکلا۔

۳۔ مسند حمیری: جس سے خط حبشی نکلا۔

۴۔ الآرامی: جس سے چھ خطوط ہندی، پہلوی، عبری مربع، تدمیری، سریانی اور نبطی نکلے۔

ان کا کہنا ہے کہ خط عربی کی دو اقسام ہیں، کوفی اور نسخی۔ کوفی سریانی سطرنجیلی سے اور نسخی خط نبطی سے ماخوذ ہے۔ ۱

رواۃ عرب کی رائے:

عرب راویوں کی رائے میں خط عربی کی قدیم ترین شکل النسخی ہی ہے اور کوفی بھی اسی کی مہذب صورت ہے۔ ان کی رائے یہ ہے کہ نسخی یا حجازی اہل حیرہ یا انبار سے ماخوذ ہے جو انہوں نے اہل کندہ و نبط سے اور انہوں نے "مسند" سے اخذ کیا۔ ۲

اگرچہ اس مسئلہ میں آج تک اختلاف چلا آرہا ہے مگر چند دلائل کی بنیاد پر عرب

۱۔ تاریخ الخط العربی و آدابہ۔ ص ۳۷ : ۳۸

۲۔ 〃 〃 〃 ۔ ص ۳۸

الخط الکوفی وتطورہ فی العصور العباسیہ ۔ ص ۱۵

عربی خط کا اشتقاق عرب راویوں کی رائے میں.

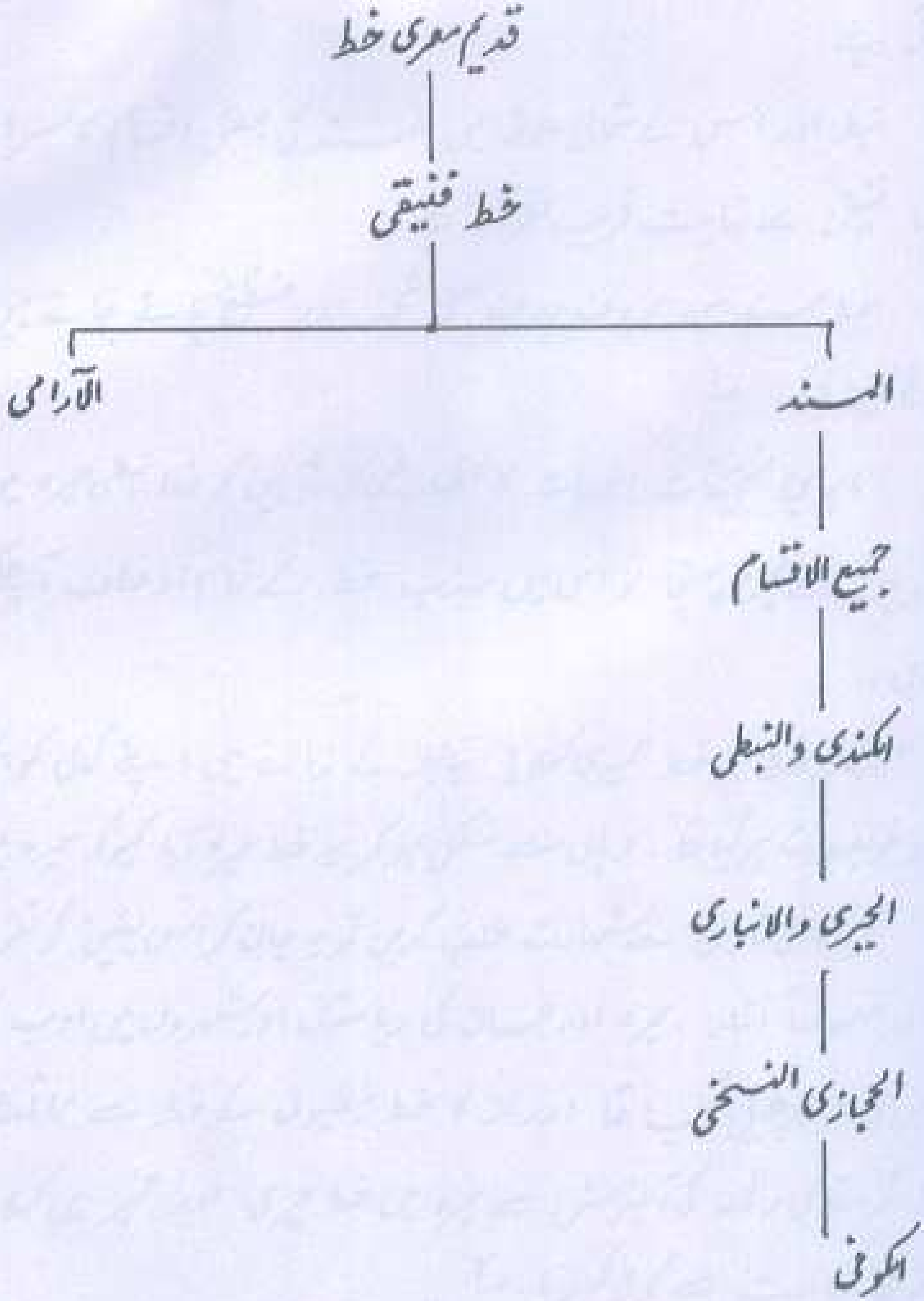

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

کی رائے کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ رواۃ عرب کی رائے کی تائید ابن عباس، المسعودی، ابن الکلبی جیسے ثقہ لوگوں کی روایت سے ہوتی ہے۔

۲۔ نبط اور اس کے شمالی علاقہ میں المسند کی بعض اقسام کا سراغ ملا ہے جن میں سے الصفوی فینیق سے نہایت قریب نظر آتا ہے۔

۳۔ خط مسند میں حروف روف یعنی ثخذ اور ضظغ پائے جاتے ہیں لیکن آرامی میں ان کا سراغ نہیں ملتا۔ [1]

ماہرین تحقیقات اس بات کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ خط نبطی حیرہ میں پہلے پہنچ گیا تھا اور جب وہاں سے یمن پہنچا تو اس میں مہذب خط کے تمام اوصاف آچکے تھے۔ ابن خلدون لکھتے ہیں:۔

"نبطی خط جو خط حمیری کہلایا تبابعہ کے زمانے میں اپنے کمال کو پہنچ گیا تھا اور بے حد حسین و خوبصورت ہوگیا تھا۔ وہاں سے منتقل ہوکر یہ خط حیرہ آیا کیونکہ حیرہ میں آل منذر کی حکومت تھی۔[2]

عرب کی تاریخ سے شہادت طلب کریں تو یہ جان کر اس یقین کو تقویت پہنچتی ہے کہ عرب اقوام اور خصوصاً انبار، حیرہ اور غسان کی ریاستوں اور شہروں میں ادب کا بڑا چرچا تھا اور خطاطی کا فن پوری طرح پھیل گیا تھا اور ان کا خط نبطیوں کے خط سے مماثلت رکھتا تھا۔ گو یہ خط نبطی تھا مگر مقامی رنگ کی آمیزش سے حیرہ میں خط حیری اور حمیر میں کہلایا اور اسلام کی آمد اور کوفہ کی مناسبت سے کوفی کہلایا۔[3]

عربی خط کے جو قدیم نمونے دستیاب ہوئے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عربی

۱۔ الخط العربي القديم وتطوره (مقالہ) خورشید رضوی

۲۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۲/۳۰۶

۳۔ تاریخ خطاطی ص ۵۵ — صحیفہ خوشنویسان ۳۶/۴

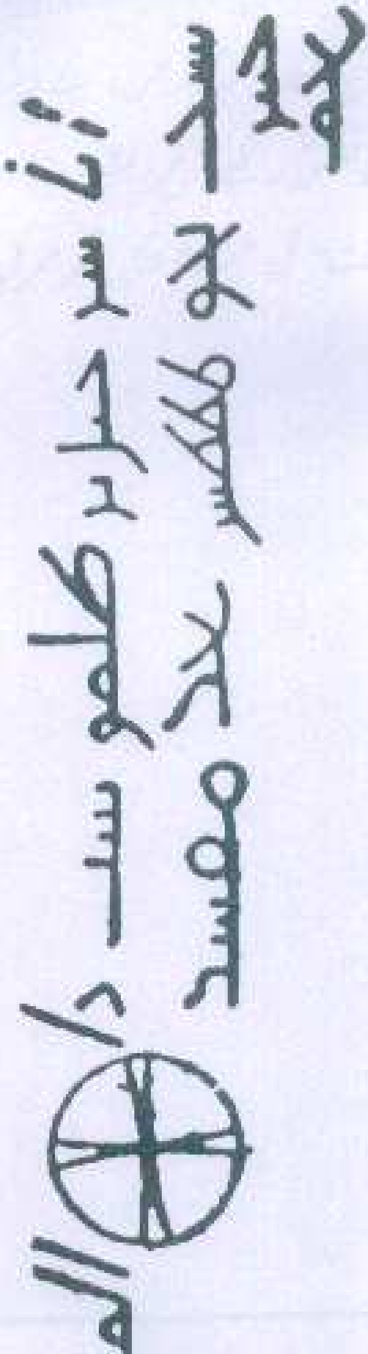

(نقش حران
سنہ ۵۱۸ء)

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحئی عابد

خط سنہ ۲۰۰ء میں پوری طرح رواج پا چکا تھا۔ نبطیوں کی طرح یہ رسم الخط بھی اعراب اوقاف اور نقاط کے بغیر تھا۔

نبطی خط میں لکھا ہوا نقشِ نمارہ امرؤالقیس کی قبر سے فرانسیسی مستشرق (DUSSOUD) "دوسو" کو مقام نمارہ سے ملا جو کہ سنہ ۳۲۸ء کا ہے۔ [1] (مقام نمارہ دمشق سے جنوب مشرق کی طرف واقع ہے)

اس کے علاوہ حلب اور جبل الدروز کے گرجوں کے دروازوں پر آویزاں نقش زبد اور نقش حوران پانچویں صدی کے اواخر سے تعلق رکھتے ہیں۔[2]

عبرانی زبان میں آخری لفظ "قرشت" کی "ت" تھا مگر عربی میں "ثخذ" اور "ضظغ" کے چھ حروف کا اضافہ ہوا۔ [3]

۱۔ اطلس خط۔ ۹۷

۲۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۳۰

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۸/ ۹۶۲

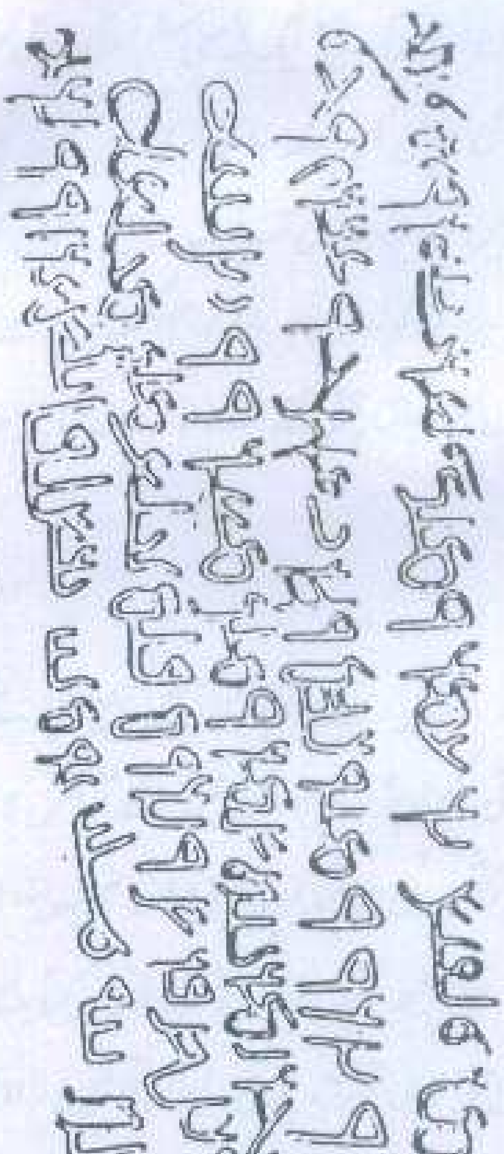

(نقش نمارہ ۳۲۸ء)

(از قبر امرؤالقیس)

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحئی عابد

قدیم جاہلیت میں عربی خط

کتابت کی ضرورت اور رواج کے لیئے ایک ایسی منظم مملکت کی ضرورت ہوتی ہے جو دفاتر، تجارت فنون، زراعت اور صنعت وغیرہ کی حامل اور مہذب و متمدن ہو۔ چنانچہ اگر ہم اس اصول کو مدنظر رکھ کر قدیم جاہلیت پر نظر دوڑاتے ہیں تو عرب میں تہذیب و تعلیم نام کی کوئی شے نہیں ہے بدویانہ طرز حیات پورے عرب میں مروج تھا اور بدوؤں کو مندرجہ بالا تمام بکھیڑوں سے طبعی نفرت تھی۔ وہ حضری زندگی سے دور دیہات اور اس کی دلفریبیوں پر جان چھڑکتے تھے۔ صاف ظاہر ہے انہیں کتابت سے کیا سروکار ہو سکتا تھا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں،

"کتابت بھی ایک پیشہ ہے اور پیشے آبادی کے تابع ہوتے ہیں اسی لیئے آپ اکثر دیہاتیوں کو ان پڑھ پائیں گے۔ اگر کوئی دیہاتی لکھنا پڑھنا سیکھ بھی لے تو اس کا خط بے ڈھنگا ہوتا ہے۔ اس کا پڑھنا نہ پڑھنا برابر ہے۔ آپ انتہائی آباد شہروں میں شہریوں کا خط عمدہ خوبصورت اور مستحکم پائیں گے"[1]

دور جاہلیت میں عام طبقہ ان پڑھ تھا اور انہیں خط و کتابت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ مگر اس دور میں بھی بعض حکومتیں ایسی تھیں جو اصول تمدن پر پورا اترتی تھیں۔ ان میں تبابعہ یمن، مناذرہ و غساسنہ کی مملکتوں میں مسند حمیری اور انبار کی حیری مستعمل تھے۔ عربوں میں سے جو لوگ ان حکومتوں سے رابطہ رکھتے تھے وہ کتابت اور دیگر فنون سے آگاہ ہو جاتے تھے۔ تاہم ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ تاریخ میں اس عہد کے کاتبوں میں لقیط بن زید العبادی اور اس کے بیٹے کا پتہ چلتا ہے جو کسریٰ کے ہاں کتابت و ترجمانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

۱۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ۳۰۶/۲

زمانہ جاہلیت کے آخری دور میں خط کچھ عام ہوا تھا۔ چنانچہ پتہ چلتا ہے کہ عرب "اما بعد" اور "من فلاں الی فلاں" اور خط کی ابتداء میں "باسمک اللھم" وغیرہ استعمال کرتے تھے۔ اس سلسلے میں ایک عمدہ مثال "علی" کے نام "اکثم" کی ایک طویل وصیت ہے جو عہدِ جدید میں پائی گئی مگر مجموعی طور پر اس عہد میں کاتبین کی تعداد بہت کم تھی۔ خط کو اصلی فروغ زمانہ اسلام ہی میں نصیب ہوا۔ مکہ میں حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ بن عبیداللہ، ابوعبیدہ، جہیم بن الصلت کتابت سے واقف تھے۔ [1]

مکہ میں ورقہ بن نوفل عبرانی میں کتابت کیا کرتے تھے جرجی زیدان کے خیال میں مکہ میں عربی خط بھی ورقہ بن نوفل نے رائج کیا تھا۔ [2]

قبل از اسلام کتابت کے واضح نشان ملتے ہیں۔ جب کوئی عمدہ قصیدہ یا غزل لکھی جاتی تو اسے لکھ کر خانہ کعبہ کی دیوار پر لٹکا دیا جاتا۔ اس دور میں سات نظمیں جو کعبہ کی زینت بنیں انہیں "سبع معلقات" کہا جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعر لبید بن ربیعہ کا شعر ہے:-

وجلا السیول عن الطلول کانہا

زبر تجد و متونہا اقلا مہا

" وقت نے جن عمارات کو کھنڈر بنا دیا تھا بارش کے پانیوں اور طغیانی نے مٹی کو بہا دیا اور کھنڈر ظاہر ہو گئے۔ گویا مٹی ہوئی تحریر کو قلم نے دوبارہ اجاگر کر دیا ہو" [3]

مدینہ میں علم کتابت مکہ سے پہلے داخل ہوا اور اس دور میں وہاں کے لوگ مکہ والوں سے زیادہ علم کتابت جانتے تھے۔ چنانچہ رسول عظیم الشان جب مدینہ پہنچے تو اہل ماسکہ میں سے ایک یہودی وہاں

---

1. الخط العربی و تطورہ (مقالہ: خورشید رضوی)

2. تاریخ خطاطی۔ ۵۸

3. دیوان الحماسہ (لبید بن ربیعہ)

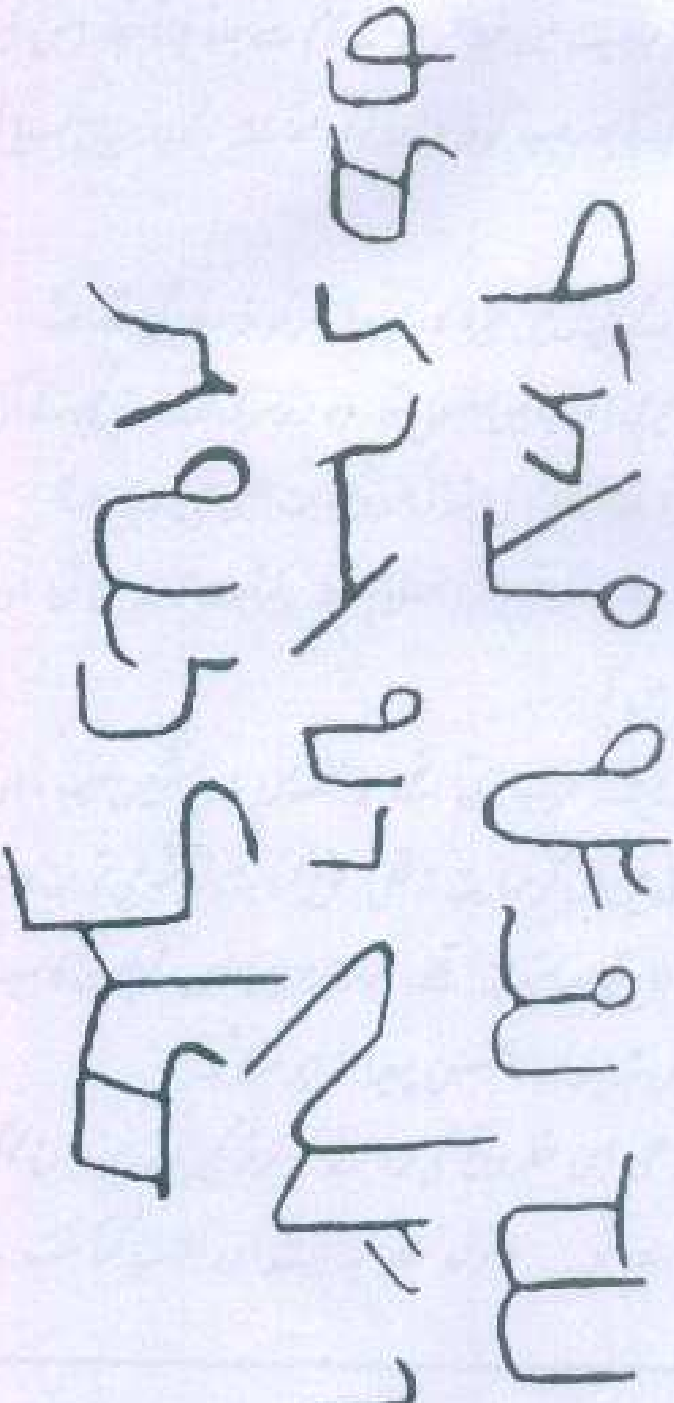

(نقشِ اُمِ الجمال
۲۵۰ء)

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

کے بچوں کو کتابت سکھایا کرتا تھا۔ [1]

عربی خط نبطی سے ماخوذ تھا اور زمانہ جاہلیت میں خط حیری کے نام سے جانا جاتا تھا۔ اس کی جائے پیدائش سرزمین حیرہ و انبار ہیں۔ طلوع اسلام کے بعد جب کوفہ ان دونوں مقامات کے درمیان بسایا گیا تو اس کی نسبت سے یہ خط کوفی کہلایا۔ [2]

سہیلہ یاسمین اور مولانا احترام الدین کے خیال میں حیرہ کا نام بدل کر کوفہ رکھا گیا تھا۔ [3]

طلوعِ اسلام کے وقت جو خط (کوفی یا حیری) عرب میں مستعمل تھا وہ دوسری صدی ہجری کے کوفی سے مختلف تھا۔ قدیم خط نقاط کے بغیر اور پیچھے کو مڑا ہوتا تھا۔ اسلام کی ابتدائی خط و کتابت اسی میں ہے۔ [4]

مندرجہ بالا بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ قبل از اسلام خط و کتابت کا رواج تھا اور شعر و ادب عروج پر تھا۔ مگر ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:-

"عربوں میں کتابت نایاب تھی کیونکہ بیشتر عرب امی تھے بالخصوص بادیہ نشین عرب، اور جو پڑھنا جانتے تھے ان کا خط ناقص تھا اور پڑھائی میں ان کو مہارت نہ تھی۔ فن کتابت تو شہری تمدن کا حصہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خطاطی عہد تبابعہ میں پھیلی۔ اہل تبابعہ متمدن تھے اور حیرہ میں اس کے پھیلنے کا سبب بھی یہی ہے کیونکہ یہاں آل منذر آباد تھی لیکن حیرہ میں تبابعہ کا سا حسن پیدا نہ ہو سکا۔" [5]

مگر "بلوغ الادب" کے حوالے سے اعجاز راہی ابن خلدون کی رائے کو رد کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر عربوں میں قدیم زمانہ سے فن کتابت نہیں ہے تو انہوں نے کتابت اور آلات کتابت کے

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۶۰

۲۔ تاریخ خطاطی ۵۸

۳۔ صحیفہ خوشنویسان ۳۶

۴۔ نقوش رضا ۴۶

۵۔ مقدمہ ابن خلدون ۳۰۶

بارے میں لغت کیسے ایجاد کرلیئے، مثلاً۔

دواۃ۔	دوات
رویات۔	رواتیں
لیق ۔	صوف
مداد ۔	روشنائی
مدوت الدواۃ۔	پانی ملی روشنائی
قلم۔	قلم [1]

ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے سے عربوں میں کتابت اور اس کے متعلقات کا رواج تھا۔ مگر چونکہ تہذیب و تمدن نے ترقی نہیں کی تھی اس لیئے کاتبین کی تعداد بہت کم تھی۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، طلحہؓ، ابوعبیدہؓ، جہیم بن الصلت کے علاوہ مکہ میں خاتون خطاط "الشفاء بنت عبداللہ العدویہ" کا نام ملتا ہے۔ مدینہ والوں میں زید بن ثابت، سعید بن زرارہ، منذر بن عمرو، ابی بن کعب، رافع بن مالک، اسید بن حضیر، معن بن عدی، اوس بن خولی، ابوعبس بن کثیر اور بشیر بن سعد معروف ہیں۔ [2]

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۶۵

۲۔ الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیۃ: ۳۸

(یونانی اور عربی خط میں)

نقشِ زبد (۵۱۲ء)

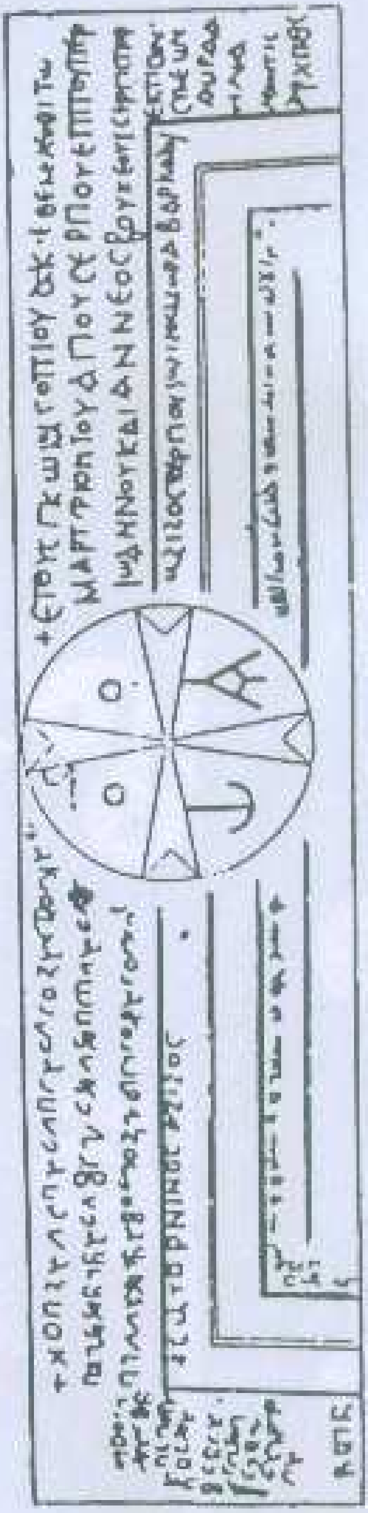

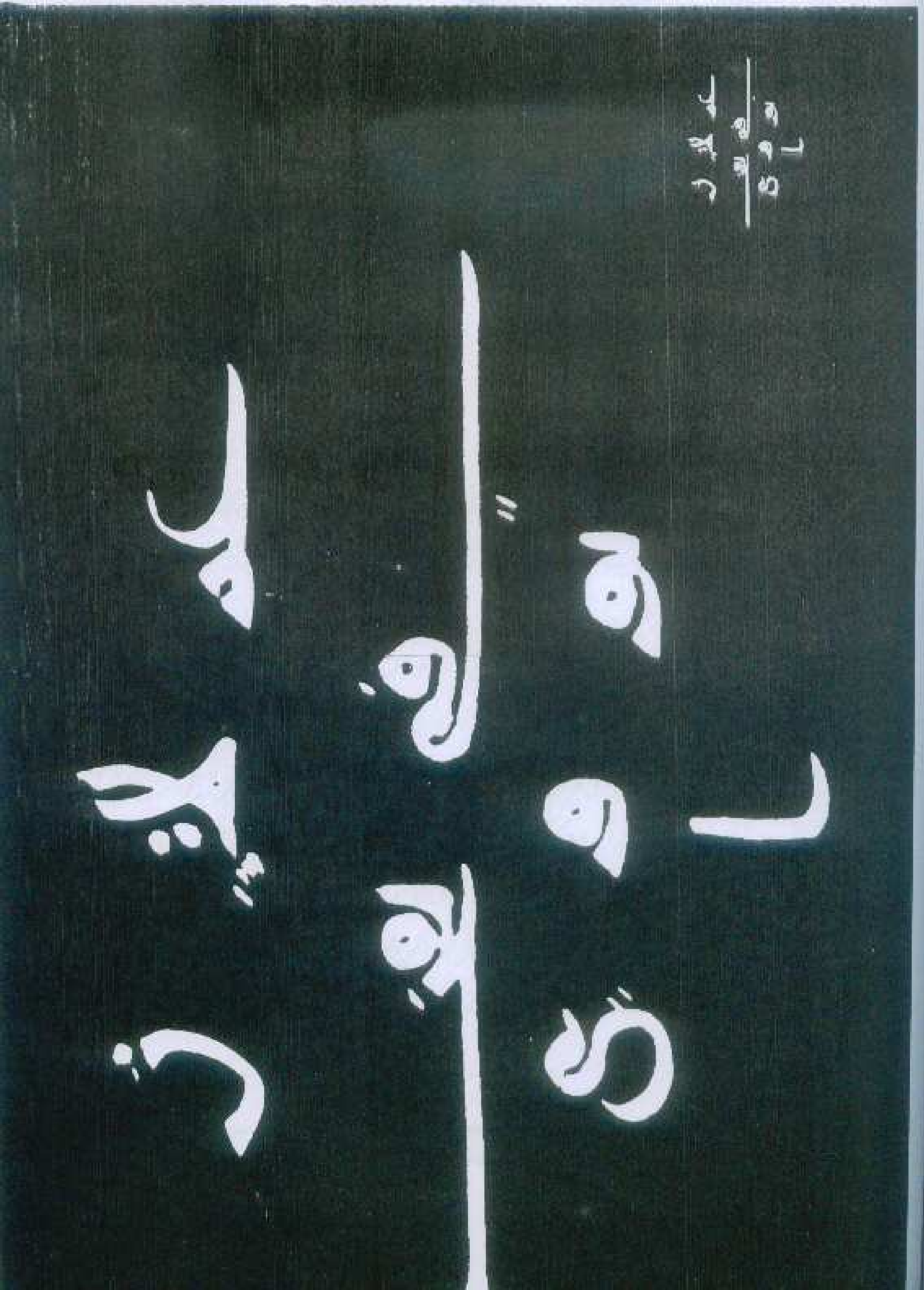

دورِ رسالت میں عربی خط۔

ظہورِ اسلام کے وقت عربی خط کے جاننے والے چند ایک افراد تھے جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں میں اس کی اہمیت کا شعور نہ تھا۔ خط کی اصل نشوونما زمانہ اسلام میں ہوئی جب وحی اور دیگر رسائل لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس طرح عرب اس سے پوری طرح آشنا ہوئے اور اس کی اہمیت سے واقف ہوئے۔

ظہورِ اسلام کے وقت مکہ میں خط حیری رائج تھا۔ اسلام کی ابتدائی دور کی خط وکتابت اسی خط میں ہوئی ہے[۱] حضورؐ کا دستور تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تو زید بن ثابت جو پہلے کاتب وحی تھے، کو طلب فرماتے اور کتابت کروا لیتے۔ اگر وہ قریب نہ ہوتے تو کسی دوسرے صحابی کو طلب کر کے کتابت کرواتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے فرمایا :۔

"زید کو بلاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اپنی تختی اور دوات لے آئے" زید حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا لکھو۔[۲]

حضورؐ نے خط وخطاطی کی طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ چنانچہ جنگ بدر میں جو قیدی اور غلام گرفتار ہو کر آئے آپؐ نے ہدایت فرمائی کہ اگر وہ دس دس مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہ کرام میں خط وکتابت کی ترویج ہوئی۔[۳]

ایک روایت کے مطابق آپؐ نے سورۃ الکوثر لکھوا کر خانہ کعبہ میں آویزاں کرادی تھی۔

نبوت کے بعد ۶۱۰ء میں وحی کا سلسلہ چل نکلا۔ اس وقت کوفی قدیم (حیری) میں کتابت ہوتی تھی۔ آپؐ نے ۶ھ میں دو مختلف بادشاہوں کے نام تبلیغی خطوط لکھوائے۔ روایت ہے کہ ۷ھ

۱۔ تاریخ فنِ خطاطی۔ ۱۸

۲۔ صحیح بخاری۔ حدیث ۲۰۹۱ — ص ۱۰۹۳/۲

۳۔ النقش الجزالدی

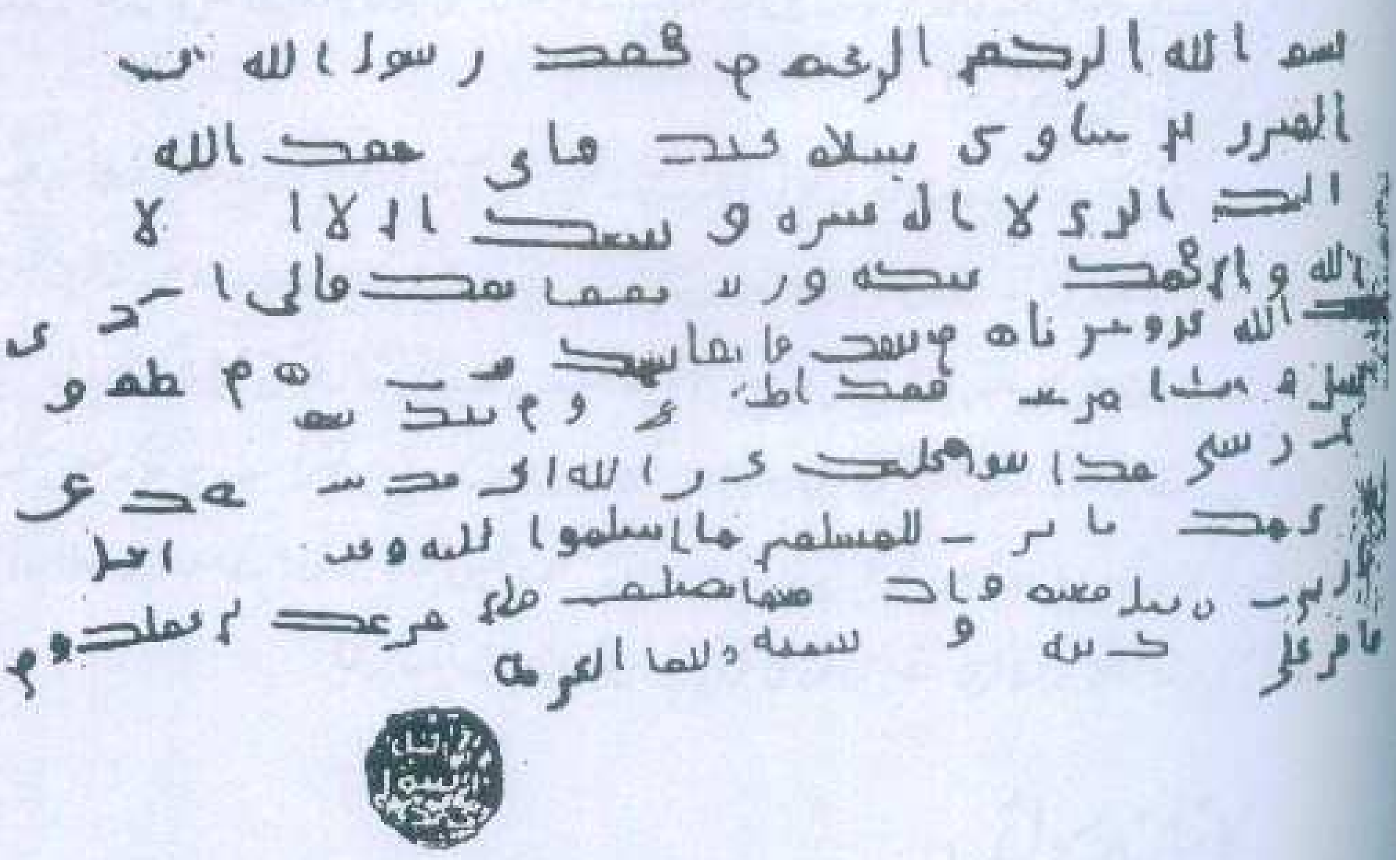

آنحضرتؐ کا ایک خط بنام منذر السادی گورنر بحرین

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

میں دو خطوط حضرت علیؓ نے کتابت کیے جن کا خط غیر منقوط اور غیر اعرابی تھا۔ [۱]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ خط نسخ بھی کوفی کی طرح قدیم ہے اور دورِ رسالت میں موجود تھا۔ مگر غالباً یہ لوگ عام آدمی اور خطاط کے خط میں فرق نہیں کر سکے کیونکہ ہر آدمی کے خط میں کچھ نہ کچھ فرق تو ضرور ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شرجیل بن حسنہ کندی کے کتابت شدہ اوراق خط کوفی کی قدیم طرز کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ قدیم نمونوں میں عبدالمطلب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہنڈی بھی قدیم حیری یا کوفی خط میں لکھی ہوئی ملتی ہے۔ [۲]

ظہورِ اسلام کے وقت خط کی کوئی اہمیت نہ تھی مگر آغازِ اسلام کے بعد عربی خط اتنی جلدی اس مقام اور مرتبہ تک پہنچ گیا جہاں عام حالات میں پہنچنے کے لیئے مدت درکار ہوتی ہے۔ خط میں نہ صرف حسن پیدا ہوا بلکہ رسم الخط میں بھی انقلابی تبدیلیاں ہوئیں۔ اس کا سبب شاید یہی تھا کہ قرآنی آیات کو حکم ربی سمجھتے ہوئے فن کاروں نے اپنا سارا زورِ قلم انہیں سنوارنے اور لکھنے میں صرف کر دیا۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ حضورؐ نے تصاویر کشی کو گناہ قرار دیا اور حسن تحریر پر زور دیا۔ اور "اللہ جمیل یحب الجمال" کے مصداق خدا اور اس کے رسولؐ کی رضا سمجھ کر خطاطوں نے اس فن کی ترقی کے لیئے دن رات ایک کر دیا۔

کاتبانِ رسولؐ :

رسولِ عظیم الشان کے چالیس کاتبوں کا ذکر تاریخ کی مختلف کتب میں ملتا ہے۔ قریش میں پہلے کاتبِ وحی عبداللہ بن سعد ابی سرح [۳] اور مکہ میں شرجیل بن حسنہ کندی تھے۔ اسی طرح مدینہ میں پہلے کاتب وحی ہونے کا اعزاز ابی بن کعب کو حاصل تھا۔ [۴]

قرآن مجید کی کتابت کا سلسلہ آغازِ وحی سے شروع ہو گیا تھا۔ رسول اللہؐ نے چند صحابہ کو اس اہم

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۷

۲۔ ، ، ، ۱۷

۳۔ عبداللہ بن ابی سرح اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گئے تھے، پھر دوبارہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔

خطِ مشق کی ترقی یافتہ صورت

خدمت پر مامور کر رکھا تھا جب بھی وحی نازل ہوتی وہ اسے باقاعدہ ضبط تحریر میں لے آتے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سفید پتھر کے ٹکڑے، کھجور کی شاخیں، پتے اور اونٹ کے شانے کی ہڈیاں اور لکڑی کی تختیاں استعمال کی جاتیں۔ ص[۱]

کتابتِ قرآن کے سلسلہ میں احادیث وسیر کی کتب میں درج ذیل صحابہ کرام کے اسمائے گرامی کا ذکر آیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت امیر معاویہؓ حضرت ابانؓ بن سعید، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابیؓ بن کعب، حضرت ثابتؓ بن قیس، حضرت ارقمؓ بن ابی الارقم، حنظلہؓ بن ربیع، ابو رافع قبطیؓ، عمروؓ بن العاص، زبیرؓ بن العوام، عمرؓ بن رافع، حذیفہؓ بن الیمان اور مغیرہؓ بن شعبہ۔ ص[۲]

حضرات سعیدؓ بن زرارہ، منذرؓ بن عمرو، ابیؓ بن کعب، زیدؓ بن ثابت عربی کے علاوہ عبرانی زبان میں بھی کتابت کرتے تھے۔ ص[۳] عبداللہؓ بن الارقم الزہری حضورؐ کے خطوط بادشاہوں کے نام لکھا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ یزیدؓ بن ابی سفیان، العلاءؓ بن الحضرمی، حویطبؓ بن عبدالعزیٰ، طلحہؓ بن عبداللہ، حاطبؓ بن عمرو بن عبدالشمس اور جہمؓ بن الصلت بھی کتابت فرمایا کرتے تھے۔

حضورؐ پر جیسے ہی وحی نازل ہوتی آپ صحابہؓ کو طلب فرما کر کتابت کروا لیتے، یہ اصحاب حضورؐ کے لئے بھی کتابت کرتے اور ایک نقل خود رکھ لیتے۔ پھر حضورؐ ان کو ہر آیت کے بارے میں ہدایت فرماتے کہ اسے فلاں سورۃ کے فلاں مقام پر رکھو۔ اگر کوئی مکمل سورۃ نازل ہوتی تو اس کی صحیح جگہ پر رکھواتے۔ اس طرح ان کاتبین وحی نے حضورؐ کی زندگی میں قرآن کو ایک خاص انداز سے جمع کیا اور بہت سے صحابہؓ نے اسے اس ترتیب میں حفظ بھی کیا۔ اس زمانے میں کتابت کا ایک خاص انداز تھا مثلاً اگر وسطِ کلمہ میں الف

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۶ / ۳۴۶

۲۔ الخط العربی۔ ۷

دائرہ معارف اسلامیہ ۱۶/۳۴۶

۳۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ ۶۰: ۶۳

آجاتا تو اسے تحریر نہیں کیا جاتا تھا ۔ بالخصوص کتابتِ قرآن میں یہی طریق کار تھا ۔ مثلاً "الکتاب" کی بجائے "الکتٰب" اور "الظالمین" کی بجائے "الظلمین" لکھا جاتا تھا۔ [1]

اسلام میں چونکہ تصویر کشی سے منع کیا گیا تھا لہذا مسلم فن کاروں نے حسنِ جمالیات اور ذوقِ سلیم کو خطاطی کی طرف مائل کیا ۔ نبی کریمؐ کی سرپرستی اور صحابہ کے خلوص اور لگن کی وجہ سے عربی خط ایک زندہ وجاوید خط بن کر ابھرا ۔

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۔ ۱۶/ ۳۰۷

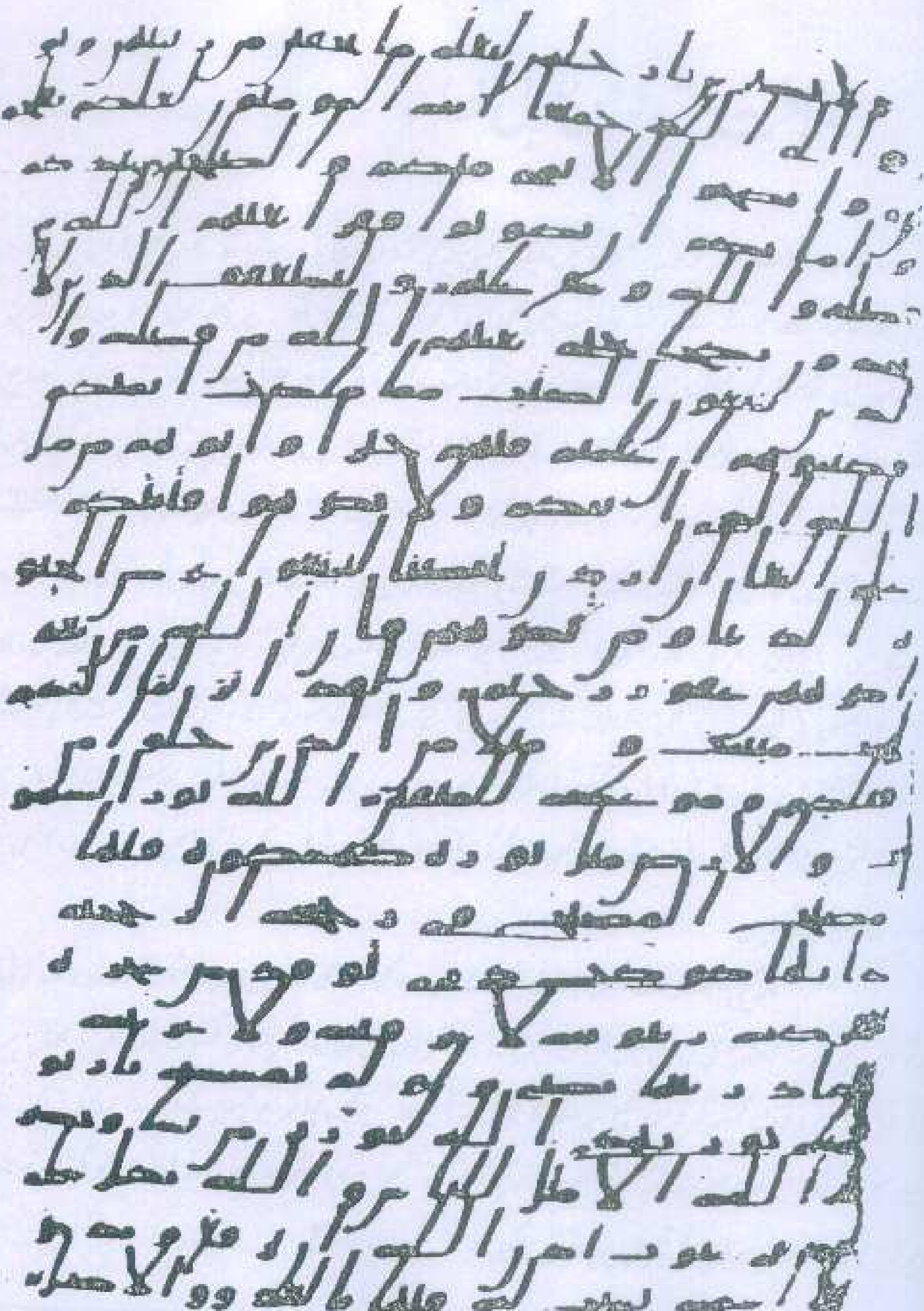

خط مائل میں قرآن حکیم کے قدیم ترین نسخے کا عکس

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خلافت راشدہ میں عربی خط:

دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں ایک متعین رسم الخط رواج پذیر ہو گیا تھا جس میں قرآنِ مجید، معاہدے اور وثیقہ جات لکھے جاتے تھے۔ خط و کتابت میں بھی یہی طریقِ تحریر مستعمل تھا۔ یہ رسم الخط نہ صرف مکہ، مدینہ یا ملک عرب میں تھا بلکہ عجمی ممالک میں بھی مسلمانوں کی فتوحات کے ساتھ ساتھ پھیل گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دورِ خلافت (سنہ ۱۱ھ / سنہ ۶۳۲ء تا سنہ ۱۳ھ / سنہ ۶۳۴ء) میں خالدؓ بن ولید کو لشکر دے کر ایران بھیجا۔ جہاں سے وہ کئی شہر فتح کرنے کے بعد روم روانہ ہو گئے۔ پھر حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت (سنہ ۱۳ھ / سنہ ۶۳۴ء تا سنہ ۲۳ھ / سنہ ۶۴۵ء) میں جنگ یرموک (سنہ ۱۳ھ) جنگ قادسیہ (سنہ ۱۵ھ) اور جنگِ نہاوند (سنہ ۲۱ھ) کے نتیجے میں ایران، عراق اور مصر (سنہ ۲۱ھ) پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مزید برآں بیت المقدس، اور برقہ و طرابلس (لیبیا) بھی مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئے۔ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت (سنہ ۲۴ھ / سنہ ۶۴۵ء تا سنہ ۳۵ھ / سنہ ۶۵۵ء) میں غزنی، کابل، تونس (افریقہ) اور روم کے بہت سارے علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔[1] اس طرح فتوحات کے ساتھ ساتھ عربی خط بھی سفر کرتا رہا اور تغیر و تبدل کے دائمی اصول کے تحت اس میں تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں۔

تاریخی اعتبار سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ اسلامی خط میں حضرت عثمانؓ کے دور تک کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔ حضورؐ کی زندگی میں قرآن چمڑے کے ٹکڑوں، پتھروں، لکڑی کی تختیوں اور کھجور کی چھال پر لکھا جاتا تھا۔ اس وقت کسی کو قرآن جمع کرنے کا خیال نہ آیا تھا۔ جنگ یمامہ ۱۱ھ میں ستر کے قریب حفاظِ قرآن کے شہید ہونے کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر کو قرآن لکھوانے کا مشورہ دیا اور حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو حضرت عمرؓ کی نگرانی میں قرآن لکھنے کا حکم دیا۔[2]

۱۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ۔ ۱/ ۹۰ : ۹۸

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۶/ ۳۴۴

من يشا لو تزيلوا لعذبنا الذين كفروا منهم

عذابا اليما اذ جعل الذين كفروا في

قلوبهم الحمية حمية الجاهلية فانزل

الله سكينته على رسوله وعلى المو

منين والزمهم كلمة التقوى وكانوا

احق بها واهلها وكان الله بكل شي

عليما لقد صدق الله رسوله الرويا

اس مصحف کے بعد حضرت عثمانؓ نے دوبارہ حضرت زیدؓ سے قرآن کی کتابت کرائی۔ قرآن کے تیس اجزاء مقرر کرائے اور سورتوں کے نام و نشانات وضع کرائے۔ یہ قرآن مجید کوفی قدیم (خط حیری) میں لکھے گئے تھے۔ صفدی اپنی کتاب (ISLAMIC CALLIGRAPHY) میں لکھتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کی اولین کتابت "جزم اور کوفی" میں کرائی، مگر اکثر سکالرز متفق ہیں کہ جزم اور کوفی دونوں ایک خط ہیں۔ [1]

اس دور کے خطاطوں میں عبداللہ بن قلعت الخزاعی، حنظلہ بن ربیع، ابوجبیرہ بن ضحاک انصاری، مروان بن حکم، ابوعلقان بن عوف، سعید بن حمران بن ہمدانی، عبداللہ بن ابی رافع کے نام ملتے ہیں۔ حضرت علیؓ کے دور تک قرآنی اور دوسری کتابت اعراب و نقاط کے بغیر کی جاتی تھی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت (۳۵ھ / ۶۵۵ء تا ۴۰ھ / ۶۶۰ء) میں لوگوں کو زیر زبر اور پیش کی غلطیاں کرتے دیکھ کر ابوالاسود الدوئلی کو زبان و تحریر اور خط کی اصلاح پر مامور کیا۔ [2]

السابع اور سید عبداللہ لکھتے ہیں کہ ۵۰ھ تک خط میں نقاط و اعراب نہیں تھے مگر جب حروف متشابہ کی تمیز میں دقتیں پیش آئیں اور غلطیاں ہونے لگیں، خصوصاً قرآن مجید کی تلاوت میں غلطیوں سے معنی کچھ کا کچھ ہو جاتا تھا تو ابوالاسود الدوئلی نے جو فضلائے عرب میں سے تھا اور حضرت علیؓ کا شاگرد تھا، حروف کی تشخیص کے لئے نقاط ایجاد کئے۔ ممکن ہے یہ خیال اس کو کلدانیوں اور سریانیوں کے رسم الخط کو دیکھ کر آیا ہو جن میں نقاط کا استعمال تھا۔ چنانچہ اس نے نقطے ایجاد کئے جو حرف اعراب کا کام دیتے تھے۔ [3]

نقاط لگانے کے سلسلہ میں ابوالاسود نے ایک کاتب ساتھ لیا اور اصول یہ طے پایا کہ جن حروف کے ادا کرنے میں منہ کھل جائے ان کے اوپر ایک نقطہ، جن کے ادا کرتے وقت دونوں لب کناروں سے مل جائیں اور منہ گول ہو جائے ان کے آگے دائیں جانب ایک نقطہ، اور جن کے ادا کرنے میں آواز کا رخ نیچے کی طرف ہو ان کے آگے ایک نقطہ لگایا گیا۔ [4]

ابوالاسود دوئلی نے پہلی بار عربی صرف و نحو کے قواعد بنائے۔ ان کا انتقال ۶۹ھ میں ہوا۔ [5]

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۷۳

۲۔ ،، ،، ۔ ۷۳

۳۔ الخط العربی (عبدالعلیم) ۱۲ —— نذر رحمن (خط کی کہانی ......) ۱۷۵

۴۔ —— الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیہ۔ ۵۴

اُموی دور میں عربی خط

خلفائے راشدین کے عہد میں اسلامی حکومت کی سرحدیں عرب و عجم کو سرنگوں کرکے مشرق و مغرب کی طرف وسعت پذیر تھیں۔ اسلام کا پیغام قرآن و سنت کی صورت میں چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ خدا کے پیغام کے ساتھ ساتھ عربی زبان اور رسم الخط عجمی ثقافت پر گہرے اثرات مرتب کر رہے تھے۔ عجمیوں کے لئے یہ چیزیں نئی تھیں چنانچہ ان کے پڑھنے اور لکھنے میں انہیں سخت دشواری کا سامنا تھا۔ اس طرح قرأتِ قرآن اور مراسلت میں کئی طرح کے مغالطے پیدا ہونے لگے۔

سنہ ۴۰ھ / سنہ ۶۶۰ء میں حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت حسنؓ کو خلیفہ چنا (متوفی ۵۰ھ) امیر معاویہؓ کے عراق پر حملہ کرنے کی وجہ سے امام حسنؓ مسلمانوں کے درمیان باہم انتشار و خونریزی کے خیال سے امیر معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ امیر معاویہؓ کے عہد حکومت (سنہ ۴۱ھ / سنہ ۶۶۱ء تا سنہ ۶۰ھ / سنہ ۶۸۰ء) میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں شمالی افریقہ تک پہنچ گئیں۔ امیر معاویہ (متوفی (سنہ ۶۰ھ) کے بعد ان کا بیٹا یزید بادشاہ بنا جسے انہوں نے اپنی زندگی میں ہی ولی عہد بنا دیا تھا۔ یزید کا دورِ حکومت (سنہ ۶۰ھ / سنہ ۶۸۰ء تا سنہ ۶۴ھ / سنہ ۶۸۳ء) اسلامی تاریخ کا بدترین دور تھا۔ حادثہ کربلا اسی دوران رونما ہوا۔ اس عرصہ میں کسی قسم کا علمی و ادبی کارنامہ نہیں ملتا۔ یزید کے بعد خاندانِ بنو امیہ کے ایک فرد مروان نے حکومت بنائی۔ مگر یہ امیر معاویہ کے خاندان میں سے نہیں تھا (سنہ ۶۴ھ تا سنہ ۶۵ھ)۔ یزید کے مرنے کے بعد مصر، شام، عراق پر سات سال عبداللہؓ بن زبیر کی حکومت رہی مگر عبدالملک بن مروان (متوفی سنہ ۸۶ھ) نے آپؓ سے یہ سارا علاقہ جنگ کے ذریعے واگذار کرا لیا۔ خلیفہ عبدالملک کا دورِ حکومت (سنہ ۶۵ھ / سنہ ۶۸۵ء تا سنہ ۸۶ھ / سنہ ۷۰۵ء) فتوحات اور اصلاحات کے لحاظ سے شاندار ہے۔ بربروں کی بغاوت کے دوبارہ موسیٰ بن نصیر نے افریقہ پر قبضہ کیا اور تونس میں جہاز سازی کا کارخانہ قائم کیا۔[1] عبدالملک کے زمانے میں عربی کو دفتری زبان قرار دیا گیا۔[2]

۱۔ تاریخ اسلام (اکبر شاہ خان) ۳/

۲۔ مقدمہ ابن خلدون ۲/ ۹۳

ر أولم يسيروا في الأرض فينظروا ك

فبة الذين كانوا من قبلهم كانوا هم أ

آثارا في الأرض فأخذهم الله بذنوبهم

لهم من واق ذلك بأنهم كانت تأتيهم

فكفروا فأخذهم الله إنه قوي شد

لنا موسى بآياتنا وسلطان مبين إلى فرعو

قالوا ساحر كذاب فلما جاءهم با

الوا اقتلوا أبناء الذين آمنوا معه واستح

كيد الكافرين إلا في ضلال وقال فرعو

وليدع ربه إني أخاف أن يبدل دينكم أو

الفساد وقال موسى إني عذت بربي ورب

(خط مغربي)

چنانچہ باہمی میل جول، امور مملکت اور دوسری ضرورتوں کے لیئے عربی کو اس کے صحیح ہجہ اور تلفظ میں پڑھنا ضروری سمجھا گیا اور عربی کو دورِ حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ خلیفہ عبدالملک نے عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا کہ ابوالاسود دوئیلی کی مجوزہ علامات ناکافی ہیں اس لیئے علماء و فضلاء کے مشورہ سے ان میں مزید ترمیم کی جائے۔

حجاج نے دو عالموں نصر بن عاصم اور یحییٰ کو اس کام پر مامور کیا۔ نصر بن عاصم نے بولے جانے والے لفظ سے ہم آمیز کرنے والے اور متشابہ الصور حرفوں پر نقطوں کا نظام قائم کیا اور متشابہ حروف میں تمیز کے لیئے نقاط وضع کیئے۔ مزید براں زیر زبر اور پیش کے قواعد مرتب کیئے۔ مثلاً پہلے ب ت یا ج ح خ کے مابین کوئی خاص فرق نہیں تھا۔ انہیں عربی رسم الخط جاننے والا بخوبی پڑھ سکتا تھا مگر عجمی کے لیئے اس کا پڑھنا مشکل تھا اور اعراب کی ذرا سی غلطی سے معنی تبدیل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ نصر اور یحییٰ نے حروف پر پہچان کے لیئے نقاط لگا دیئے اور ابوالاسود کے نظامِ اعراب کو ویسے ہی برقرار رکھتے ہوئے اعراب اور نقاط میں تمیز کے لیئے اعراب کے نقاط کو رنگین بنا دیا۔ [۱]

اعراب اور نقاط کا یہ نظام نصف صدی رائج رہا۔ بعدازاں خلیل بن احمد عروضی نے اس نظام میں مزید اصلاح کی اور رنگین نقاط کی جگہ اعراب کی مخصوص اشکال وضع کیں۔ اس نظام کے تحت زیر کے لیئے ـِ زبر کے لیئے ـَ اور پیش کے لیئے ـُ نشانات بنائے گئے۔ نصر اور یحییٰ کے نظام کو خلیل نے برقرار رکھا۔ [۲]

عبدالملک کے بعد اس کا بیٹا ولید بادشاہ بنا۔ ولید بن عبدالملک کا عہد حکومت (۸۶ھ/۷۰۵ء تا ۹۶ھ/۷۱۵ء) فتوحات کی وجہ سے مشہور ہے۔ ایران کی طرف اسلامی حکومت

۱۔ الخط العربی و تطورہ فی العصور العباسیہ۔ ۵۸ ـــــ اردو رسم الخط اور ٹائپ ۱۴

۲۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۷۲

لم ۷ ایک نصابی کتاب کا ورق از ہکندوسی ۱۸۳۹ء

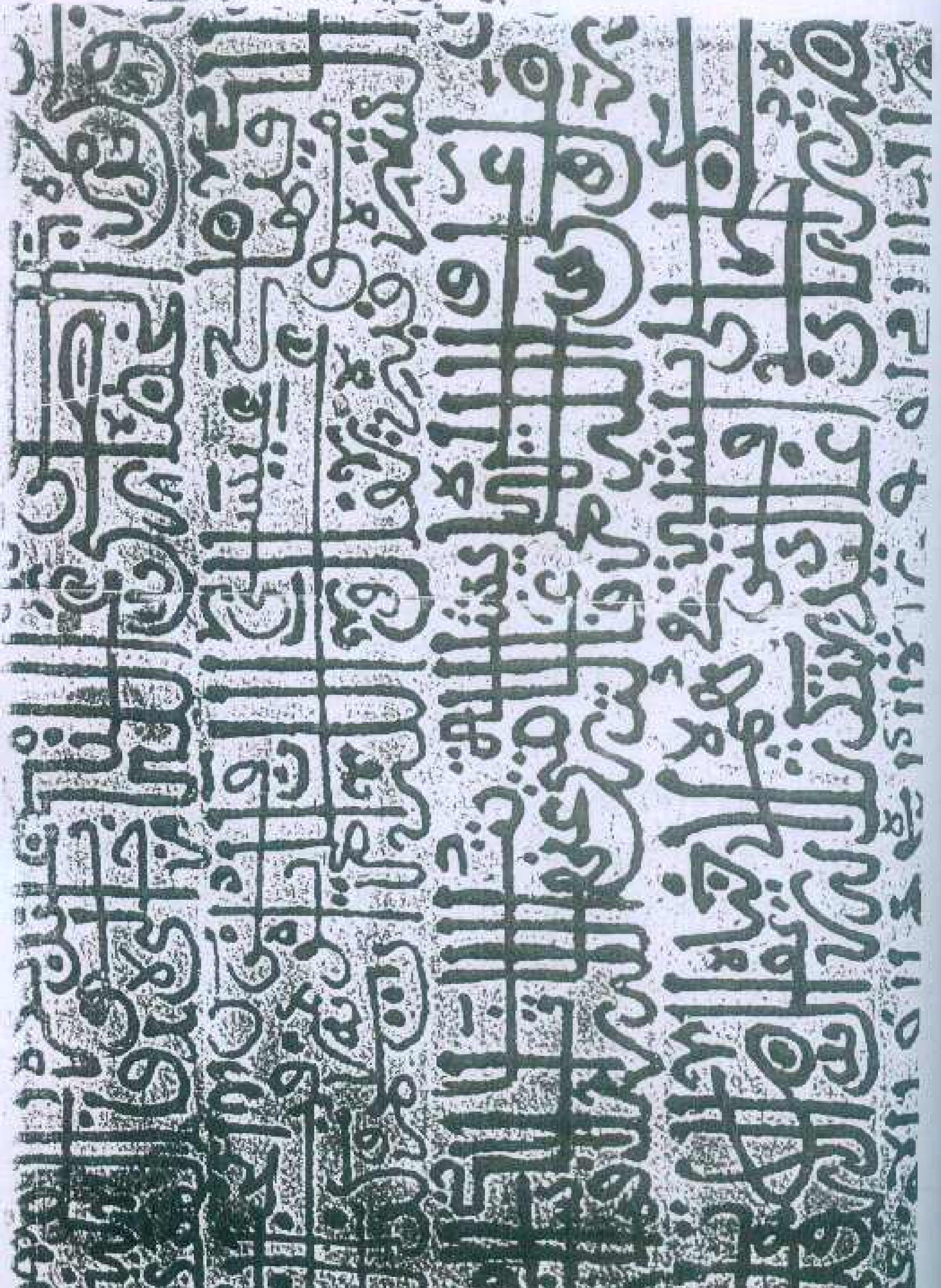

دریائے جیحون تک تھی ۔ قتیبہ بن مسلم بخارا، سمرقند، خیوہ اور کاشغر فتح کرنے کے بعد چین تک پہنچ گئے تھے۔
ہندوستان میں محمد بن قاسم نے ۹۵ھ تک سندھ و ملتان کو فتح کر لیا تھا ۔ طارق بن زیاد نے ۹۲ھ میں
وادی لکہ کی جنگ میں شاہ راڈرک کو شکست دی اور مختصر سی مدت میں پورا اندلس فتح کرکے فرانس کے
قریب پہنچ گئے۔ ف۱

ان تمام فتوحات کے نتیجہ میں مسلمان دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئے ۔ نئے نئے علاقے فتح ہونے
کے سبب ہر جگہ قرآن کو پہنچانا مسلمان حکمرانوں اور عوام کے لیئے لازمی ہو گیا ۔ دوسری طرف یہ بنیادی اصول
ہے کہ فاتح قوم مفتوح قوم کی تہذیب و ثقافت سے کم اثر قبول کرتی ہے۔ فاتحین نے ہمیشہ مفتوح اقوام کو
اپنی تہذیب و ثقافت سے آشنا کیا ہے ۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی عربی زبان اور رسم خط کو ہر جگہ
اپنے ساتھ رکھا اور رائج کیا ۔ مسلمانوں نے مفتوحہ علاقوں میں قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی علوم کی اشاعت
کے لیئے بھرپور کوششیں کیں ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فن خطاطی کو عروج تک لے جانے میں قرآنِ مجید
نے بنیادی کردار ادا کیا ۔ مسلمان فن کاروں نے کتابت قرآن کے فریضہ کو مذہبی لگاؤ اور خلوص سے
انجام دیا۔

ولید بن عبدالملک کی وفات کے بعد (۹۶ھ) میں اس کا بھائی سلیمان بادشاہ بنا۔ سلیمان بن
عبدالملک کا دورِ حکومت (۹۶ھ / ۷۱۵ء تا ۹۹ھ / ۷۱۷ء) اگرچہ صرف ڈھائی سال کا تھا مگر اس کم عرصہ
میں کئی افسوسناک واقعات پیش آئے جن میں محمد بن قاسم ، قتیبہ بن مسلم کا قتل اور موسیٰ بن نصیر کی معزولی
بہت اہم ہیں۔ اس لحاظ سے یہ دور بہت افسوسناک ہے مگر ان کی تلافی سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز کو جانشین
بنا کر دی۔ عمر بن عبدالعزیز کا دورِ حکومت (۹۹ھ / ۷۱۷ء تا ۱۰۱ھ / ۷۲۰ء) اسلامی تاریخ کا
زریں دور ہے جس نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کردی۔ ف۲ مگر وہ عناصر جو اسلامی نظام کو پنپتا نہیں

۱۔ تاریخ اسلام (اکبر شاہ خان) ۳ / ۲۹

۲۔ ، ، ، ، ۳ /

ابجد کوفی

دیکھ سکتے تھے سازشوں میں مصروف رہے اور بالآخر ۱۰۱ھ میں اس عہد ساز شخصیت کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

اس دور تک خط کوفی بھی روایتی قاعدوں اور اندازوں سے نکل کر ارتقاء کے مراحل طے کرتے ہوئے تزئین و آرائش کی نئی راہوں پر چل نکلا اور کھجور، پتھر، لکڑی اور چمڑے سے آگے نکل کر کاغذ پر اپنے نقوش بکھیرنے لگا تھا۔ ۹۶ھ میں خالد بن الہیاج کو خط کوفی کا استاد تسلیم کیا جاتا تھا۔ انہوں نے خط کوفی میں آب زر سے مسجد نبوی کی دیواروں پر سورۃ الشمس کی خطاطی کی جس کی آب و تاب صدیوں تک قائم رہی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب خالد کی خطاطی کو دیکھا تو اپنے لیے ایک قرآن لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ خالد نے آب زر سے ایک قرآن لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے اور مصحف چوم کر خالد کو واپس کر دیا کہ اس کا انعام دینا میرے بس کی بات نہیں۔ [1]

اموی دور میں ابو یحییٰ، مالک بن دینار، اسامہ بن لوی اور قطبہ المحرر نے بھی فن خطاطی میں رنگا رنگی پیدا کی۔ مشہور ہے کہ قطبہ نے خط کوفی میں چار قلم ایجاد کیے تھے مگر وہ کوئی علیحدہ خط ایجاد نہ کر سکے۔ [2]

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک بادشاہ بنا۔ اس کے دور حکومت (۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ بمطابق ۷۲۰ء تا ۷۲۴ء) میں کوئی قابل ذکر کام نہ ہوا۔ ہشام بن عبدالملک کے عہد حکومت (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) میں مزید فتوحات ہوئیں۔ سندھ کے گورنر جنید (۱۰۷ھ تا ۱۱۱ھ) نے کشمیر تک کا علاقہ فتح کر لیا اور ہندوستان میں گجرات اور بھڑوچ تک پہنچ گیا۔ اموی شہزادہ مروان بن عبدالملک نے روس میں خزر اور بلنجر تک کا علاقہ حاصل کیا۔ ایشیائے کوچک، مراکش، اور فرانس پر حملے کیے گئے۔ بعد ازاں ولید بن یزید بن عبدالملک

۱۔ صحیفہ خوشنویسان ۷۴

سنہ ۱۶۰۰ء کے آخر میں لکھا گیا شاہ محمود نیشاپوری کا کتبہ۔ خط ثلث

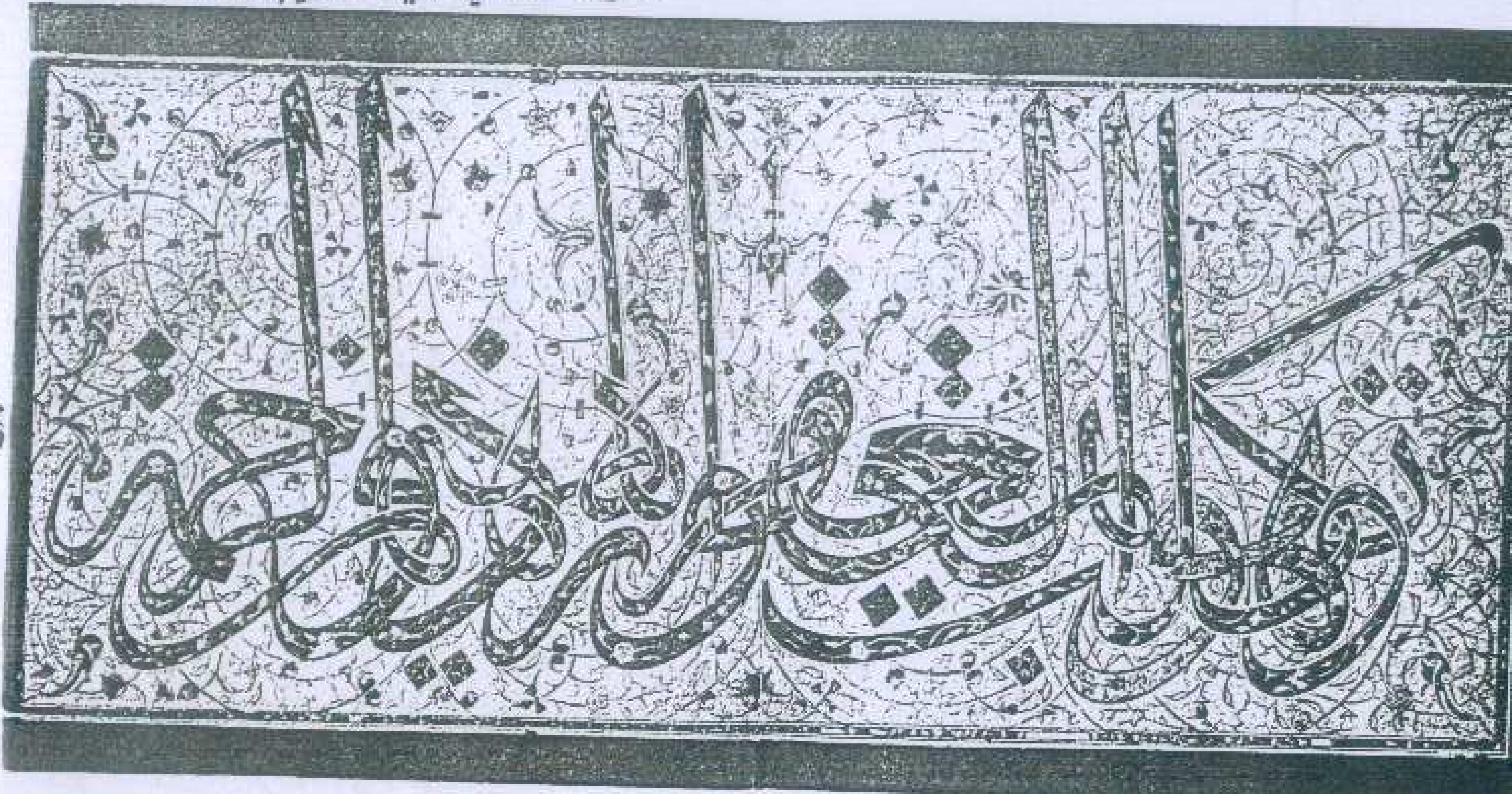

کے دور (۱۲۵ھ / ۷۴۳ء تا ۱۲۶ھ / ۷۴۴ء) میں اموی حکومت کا زوال شروع ہوا ۔ مختلف شورشیں برپا ہونے لگیں ۔ شیعان علی اور عباسیوں نے حکومت کے خلاف بغاوتیں کیں ۔ ولید کے بعد ایک سال ابراہیم نے حکومت کی ۔ ابراہیم کے بعد (۱۲۷ھ / ۷۴۵ء تا ۱۳۲ھ / ۷۵۰ء) پانچ سال مروان بن محمد نے حکومت کی اور عباسیوں کے ساتھ جنگ میں مارا گیا ۔ اس طرح حکومت بنی امیہ سے عباسیوں کے پاس چلی گئی ۔[1]

عہد بنو امیہ کے آخر تک خط کتابت سے نکل کر خطاطی کا روپ دھار چکا تھا ۔ آرائشی خطاطی کا آغاز ہوا اور خطاطی مذہبی فریضے سے آگے نکل کر فنون لطیفہ کا جزو بننے لگی ۔ خوبصورت خطاطی اور مصوری سے مساجد و عمارات کو سجایا جانے لگا ۔

۱۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ۔ ص ۱/۱۵۳ : ۱۵۹

باب سوم

فنِ خطاطی

آغاز ۔ اسلام کا کردار ۔ فضیلت
قواعد و اصول ۔ دقیق اسالیب کتابت
آداب و قواعد کتابت قرآن

↑ بنابر تصریح نویسنده آقای محمد علی هروی خط کوفی قرن نهم عصر شاهرخ تیموری چنین بوده و برسم آن روزگار نوشته است ؛

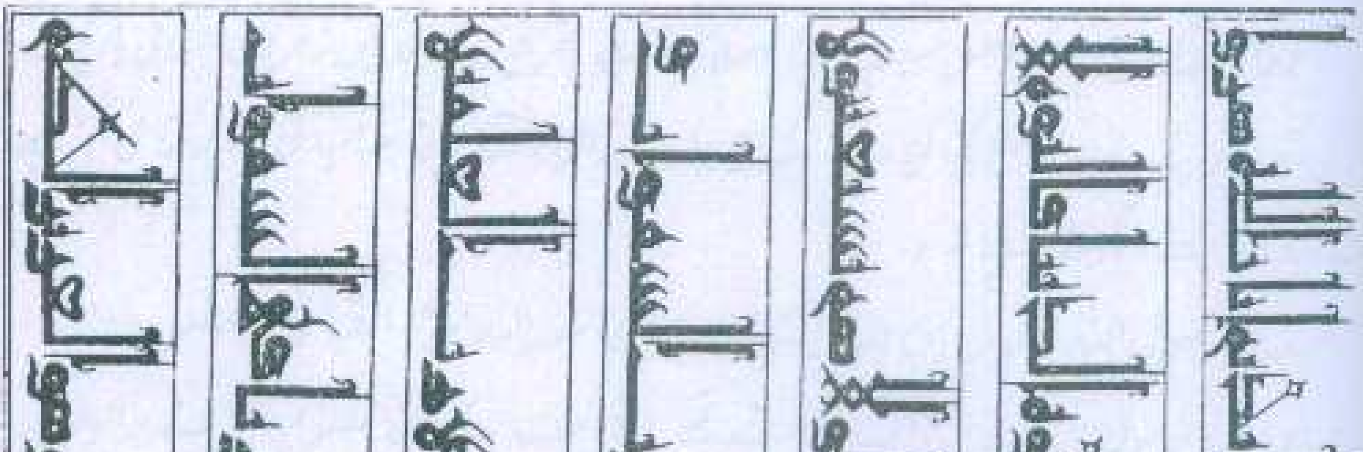

محمد علی عطار هروی

فن خطاطی کا آغاز

فن خطاطی دراصل الفاظ کی حسین تحریر کا نام ہے ۔ الفاظ کا ظاہری حسن خطاطی کے ذریعے ان کے معنوی اثر کو دوچند کر دیتا ہے ۔ کتابت ایک قدیم فن تھا جسے مسلمانوں نے اپنایا اور بام عروج تک پہنچا دیا ۔ ابتدا ئے اسلام سے ہی مسلمانوں نے خطاطی کو فنون لطیفہ میں شمار کیا اور اس کی ترویج و ترقی کے لیئے کوشاں رہے۔ خط کا مطلب لکیر ہے تو لکیر سے بیل بوٹے معرض وجود میں آنے اور رفتہ رفتہ گل کاری، نقاشی اور خطاطی وجود میں آئی ۔ عرف عام میں خطاطی، خوشخطی کو کہا جاتا ہے مگر اس میں تھوڑا سا فنی فرق ہے ۔ جو لوگ خوشخطی کو بطور پیشہ اپناتے ہیں، انہیں کاتب کہا جاتا ہے ۔ اور جو لوگ اسے بطور فن اپنا کر نیا پن پیدا کرتے ہیں اور تخلیقی اضافت کرتے ہیں انہیں خطاط کہا جاتا ہے ۔

فروغِ خطاطی میں اسلام کا کردار

خطاطی کے فروغ کا اصل سبب دین اسلام بنا ہے ۔ شریعت محمدیؐ میں نہ صرف انسانی یا دیگر زندہ اجسام کی تصاویر بنانے سے منع کیا گیا ہے بلکہ ایسا کرنے والوں کے لیئے عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ حضرت عبد اللہ سے روایت ہے کہ :-

سمعت رسول اللہ یقول ان اشد الناس عذاباً عند اللہ یوم القیامۃ المصورون ۔

" میں نے رسول اللہ سے سنا، آپ فرماتے تھے ، قیامت کے دن تصویر بنانے والوں کو سخت عذاب ہو گا "[1]

ایک اور حدیث حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول عظیم الشان نے فرمایا :-

---

1۔ صحیح بخاری ص ۳۹۰

کوفی

بسم الله الرحمن الرحيم

لا اله الا الله

قال النبي صلى الله عليه وآله

إني مخلف فيكم الثقلين كتاب الله

وعترتي وإنهما لن يفترقا حتى يردا علي الحوض

قال صلى الله عليه وآله

من كنت مولاه فهذا علي مولاه

اللهم وال من والاه وعاد من عاداه

كتبه حسب الله قصابلو سنة ١٣٨٨

ان الذین یصنعون ھذہ الصور یعذبون یوم القیامۃ یقال لہم احیوا ما خلقتم۔

" جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب ہو گا۔ ان سے کہا جائے گا، تم نے جو بنایا ہے اب اس میں جان بھی ڈالو" ۱؎

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمدؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:۔

من صور صورۃ فی الدنیا کلف یوم القیامۃ ان ینفخ فیہا الروح ولیس بنافخ۔

" جو کوئی دنیا میں تصویر بنائے گا۔ اس کو قیامت کے دن کہا جائے گا اس میں جان بھی ڈال اور وہ جان نہ ڈال سکے گا۔" ۲؎

ابی طلحہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا:۔

" ان الملائکۃ لا تدخل بیتا فیہ الصورۃ۔

" فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں" ۳؎

مسلمان چونکہ مزاجاً اور طبعاً علوم و فنون کا دلدادہ ہوتا ہے اس لئے تصویر کی حرمت کی وجہ سے مسلمانوں نے تصویر کشی کی آرزو سینے میں دبا کر خطاطی میں حسن و جمال کی کیفیتیں پیدا کر دیں۔ اور اس پر پورا زورِ قلم صرف کر کے ایسی دقیق ترین جزئیات پیدا کیں کہ خطاطی نے ایک فن کی حیثیت حاصل کر لی۔

فنِ کتابت تو آغازِ اسلام سے ہی موجود تھا۔ رسولِ عظیم الشان نے اس پر خاص توجہ فرمائی اور خلفائے راشدین نے بھی اشاعتِ اسلام و قرآن کے جذبے سے مذہبی فریضے کے طور پر اس کی ترویج کی۔ اس کے بعد فنِ خطاطی نے بنو امیہ کے دور میں ارتقاء کی منازل طے کیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے خالد بن الہیاج نے مسجد نبویؐ میں سورۃ الشمس کی کتابت

۱۔ صحیح بخاری ص ۳۹۰/حدیث ۸۹۴

۲۔ ،، ،، ص ۳۹۴ / ،، ۹۰۳

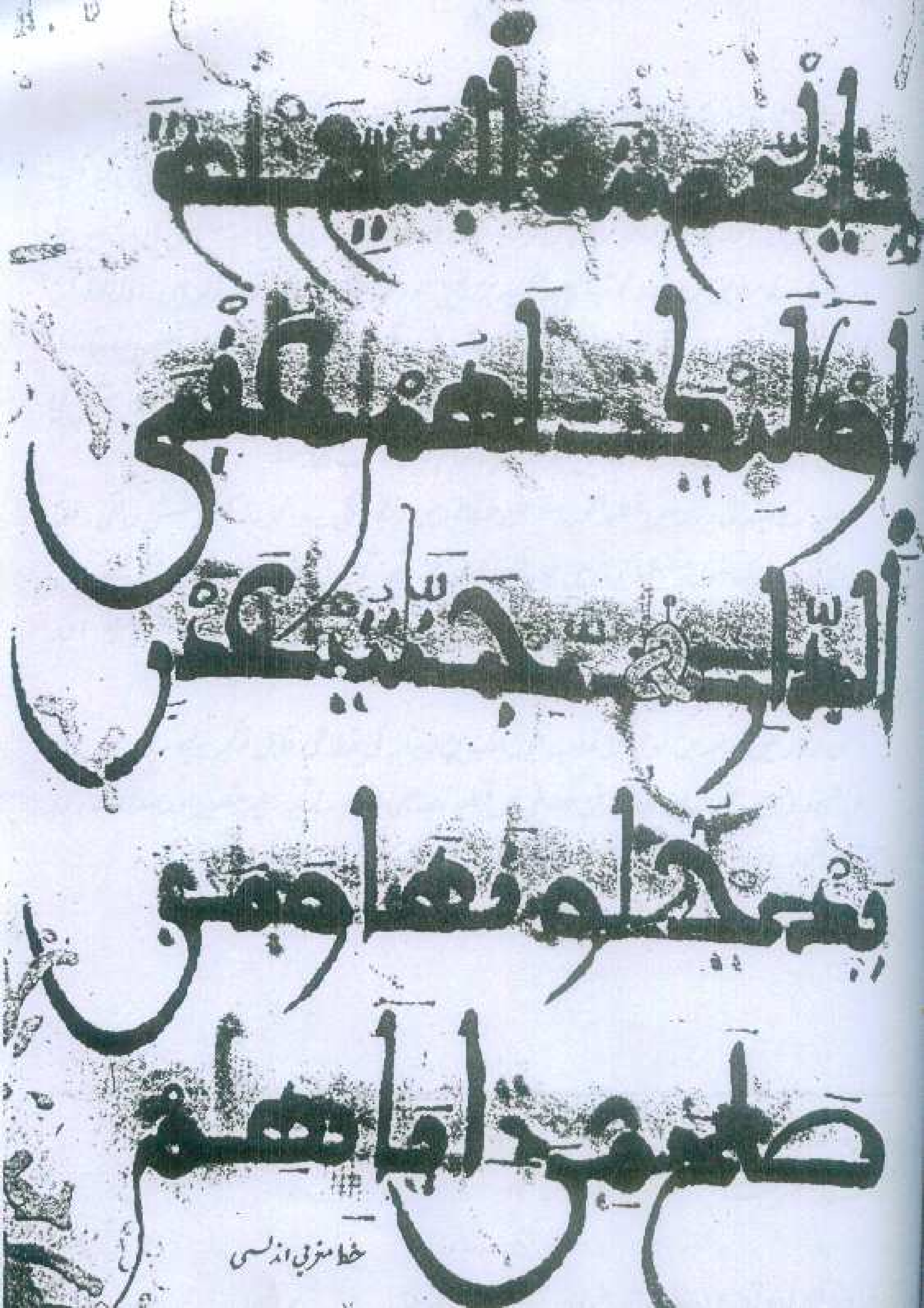

خط مغربي اندلسي

آب زر سے کی۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے دیکھا تو خالد سے ایک قرآن مجید لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ خالد نے نہایت عمدگی سے فن خطاطی کی ساری خوبیاں سمو کر ایک قرآن تیار کر کے خلیفہ کو پیش کیا۔ آپ نے بہت پسند فرمایا اور چوم کر خالد کو واپس کر دیا اور فرمایا کہ اس کا بدلہ دینا میرے بس کی بات نہیں ہے۔[۱]

ابن ندیم کے مطابق دو اور کاتب عبدالحمید بن یحییٰ اور عبداللہ بن المقفع قابل ذکر ہیں۔ اول الذکر مروان بن محمد کا کاتب تھا اور ابتدائی زمانہ میں مختلف مقامات پر گھوم کر چھوٹے چھوٹے بچوں کو تعلیم دیتا تھا۔ ابن المقفع ایران کا باشندہ تھا اور داؤد بن عمر بن ھبیرہ کا کاتب تھا۔ اس نے کلیلہ و دمنہ کو عربی میں منتقل کیا تھا۔ اسی طرح ہشام بن عبدالملک کے دور میں ابوالعلاء، سالم نامی کاتب تھا۔[۲]

بنوامیہ کے ابتدائی دور میں قطبہ المحرر نے فن خطاطی میں رنگارنگی پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے خط کوفی میں چار قلم ایجاد کیئے تھے مگر کوئی علیحدہ خط ایجاد نہ کر سکے۔

ابن ندیم کے مطابق بنوامیہ کے دور میں جس نے سب سے پہلے خطاطی کی طرح ڈالی وہ قطبہ ہے اور وہ روئے زمین کا سب سے بہتر عربی لکھنے والا تھا۔[۳]

اسی دور میں سامہ بن لوی بن غالب اور مالک بن دینار کی خطاطی قابل ذکر ہے۔

عباسی دور میں ضحاک بن عجلان فن خطاطی میں قطبہ سے بھی بازی لے گیا۔ پھر منصور اور مہدی کے دور میں اسحٰق بن حماد اور اس کے شاگرد یوسف اور ابراہیم بھی بہت عمدہ خطاط تھے۔[۴]

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵ / ۹۹۰

۲۔ کتاب الفہرست ص ۱۴

۳۔ " " ص ۱۵

۴۔ تاریخ الخط العربی و تطورہ (مقالہ خورشید رضوی) ــــــ کتاب الفہرست ص ۱۴

تزیینی موشح

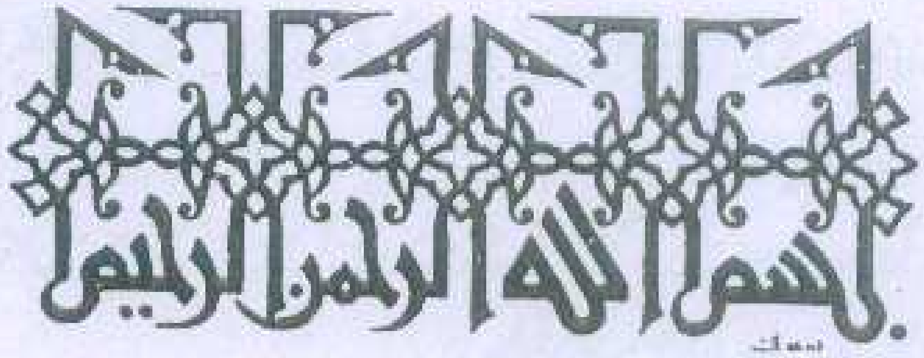

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

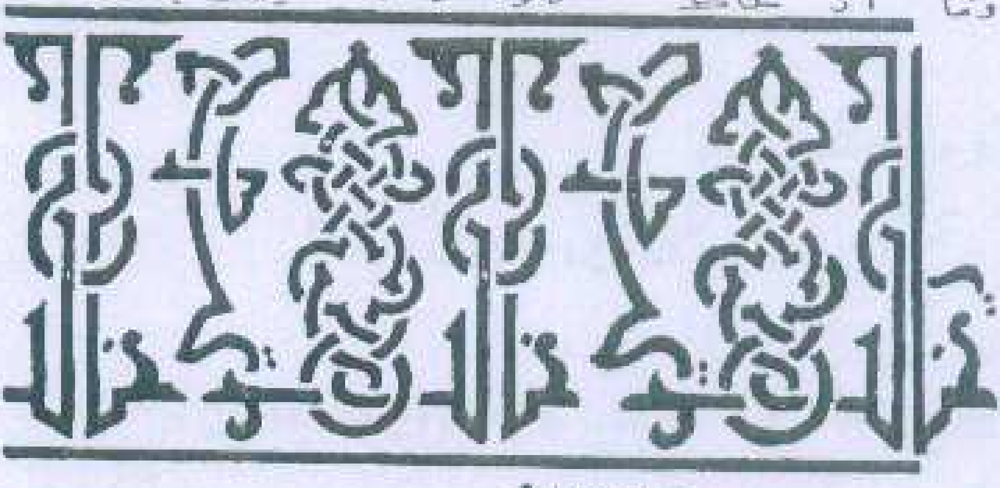

یا غالب

بسم الله الرحمن الرحیم کوفی مرصع

خطاطی کی فضیلت

قرآن کی روشنی میں۔

خطاطی اسلامی روح کی آئینہ دار ہے۔ اس کی فضیلت کی وجہ قرآنِ عظیم الشان میں اس کا ذکر اور رسول اللہ کی سرپرستی ہے۔

قرآن مجید کی سب سے پہلی وحی جو غارِ حراء میں نبی کریم پر اتری اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" إقرأ وربك الاكرم ○ الذي علم بالقلم ○

" پڑھ اور تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا"۔ ۱

قرآن مجید کی ۶۸ ویں سورۃ کا نام بھی " القلم " ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سورۃ کے آغاز میں فرماتے ہیں :۔

" ن والقلم وما يسطرون ○"

" ن ، قلم کی اور جو لکھتے ہیں اس کی قسم"۔ ۲

سورۃ الانفطار میں ارشاد ربانی ہے :۔

" وان عليكم لحٰفظين ○ كراما كاتبين ○ يعلمون ماتفعلون ○"

" اور بے شک تم پر نگہبان مقرر ہیں ، عالی قدر لکھنے والے ، جو تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں"۔ ۳

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا :۔

" كلا ان كتاب الفجار لفي سجين ○ وما ادرٰك ما سجين ○

۱۔ سورۃ العلق آیت ۳ : ۴

۲۔ سورۃ القلم " " ۱

۳۔ سورۃ الانفطار " " ۱۰ : ۱۲

کتٰب مرقوم ۝

"سُن لو کہ بدکاروں کے اعمال سجّین میں ہیں۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ سجّین کیا چیز ہے۔ ایک دفتر ہے لکھا ہوا" ۔[1]

پھر فرمایا۔

بل ھو قرآن مجید ۝ فی لوح محفوظ ۝

"بلکہ یہ عظیم الشان قرآن ہے۔ لوح محفوظ میں (لکھا ہوا)" ۔[2]

سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ربانی ہے۔

"یوم ندعوا کل اناس باما مھم ج فمن اوتی کتابہ بیمینہ فاولئک یقرءون کتٰبھم ۝"

"جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے تو جن کی کتاب ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی اور اپنی کتاب کو پڑھیں گے"۔[3]

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا :۔

"یا ایھا الذین آمنو اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ۔ ولا یاب کاتب أن یکتب کما علمہ اللہ فلیکتب۔

"اے ایمان والو جب معاملہ کرنے لگو ادھار کا ایک معین میعاد تک

۱۔ سورۃ المطففین آیات۔ ۸ : ۹

۲۔ سورۃ البروج " " ۲۱ : ۲۲

۳ سورۃ بنی اسرائیل آیت۔ ۷۱

کے لئے تو اس کو لکھ لیا کرو ، اور یہ ضروری ہے کہ تمہارے درمیان جو لکھنے والا ہو انصاف کے ساتھ لکھے ، اور لکھنے والا لکھنے سے انکار بھی نہ کرے جیسا کہ اللہ نے اس کو (لکھنا) سکھا دیا اس کو چاہیئے کہ لکھ دیا کرے "۔ ؎۱

سورۃ الاعراف میں ہے کہ :-

" وكتبنا له في الالواح من كل شيء موعظة وتفصيلا لكل شيء "

" اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی "۔ ؎۲

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا :-

" ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصلحون "

" اور ہم زبور میں ذکر کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہوں گے "۔ ؎۳

۱۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۸۲

۲۔ سورۃ الاعراف " ۱۴۵

۳۔ سورۃ الأنبیاء " ۱۰۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ

صلوا علیہ وآلہ

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

احادیث نبوی ؐ کی روشنی میں

نبی آخر الزمان نے فرمایا :-

قیدو العلم بالکتابۃ

" کتابت کے ساتھ علم کو مقید (محفوظ) کرو "

(الکردی - بحوالہ کبیر لطبرانی)

ایک مرتبہ کسی نے حافظہ کمزور ہونے کی شکایت نبی کریم سے کی تو آپ نے فرمایا ۔

" استعن بیمینك "

" اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لے "

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان بھول جاتا ہو تو اسے لکھ لینا چاہیئے تاکہ بھول نہ جائے ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے ۔

" الخط الحسن یزید الحق وضحاً "

" خوبصورت خط حق و سچائی کی وضاحت کو چار چاند لگا دیتا ہے " [1]

ایک اور مقام پر فرمایا ۔

" ان من حق الولد علی والدہ ان یعلمہ الکتابۃ وان یحسن اسمہٗ وان یزوجہ اذا بلغ "

" یہ والد پر بچے کا حق ہے کہ وہ اسے لکھائی کی تعلیم دے ، اس کا اچھا نام رکھے اور جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرے ۔ " [2]

۱۔ تاریخ الخط العربی و آدابہ ص ۱۰ طاہر الکردی نے دیلمی کی مسند الفردوس کے حوالے سے رقم کیا ۔

۲۔ " " " " ص ۱۰ " " " ـــ ابن نجار ـــــ " " " "

حضورؐ نے اپنے کاتب سے فرمایا :-

" إذا كتبت فضع قلمك على أذنك فانه أذكر لك "

"جب تو لکھ چکے تو اپنے قلم کو اپنے کان پر رکھ لے کیونکہ یہ یادداشت کے لیے بہت مفید ہے۔"

(یہ بھی روایت ہے کہ یہ تیرے لیئے ذکر کرے گا)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا :-

" جب تم میں سے کوئی بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھے تو "الرحمن" کو لمبا کر کے لکھے "

مندرجہ بالا حدیث کا عربی متن اس طرح ہے۔

" اذا كتب احدكم بسم الله الرحمن الرحيم فليمد الرحمن "

اس حدیث میں "فلیمد الرحمن" کے تین مفہوم بنتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ میم کو لکھائی میں لمبا کرنے سے مراد بولنے میں مد لگانا ہے۔ دوسرے یہ کہ میم سے کشش "الرحـــمن" کر کے نون سے ملا دیا جائے یا حاء سے میم تک "حـــمن" لمبا کیا جائے۔ تیسرا یہ کہ میم پر کھڑی الف یعنی مد (الرحمٰن) لگائی جائے۔

اس میں آخری صورت اس لیئے ناقابل قبول ہے کہ دور رسالت میں مدات ونقاط کا رواج نہیں تھا۔ جبکہ پہلی صورت اگر ہم تسلیم کریں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس حدیث میں "اذا کتب" کہا گیا ہے بولنے کا نہیں یہ صورت بھی قیاسی ہوگی۔ لہٰذا دوسری صورت زیادہ قابل قبول ہے کیونکہ حضورؐ کے نامہ ہائے مبارکہ میں بھی یہ لفظ " الرحـــم "کی صورت میں لکھا ملتا ہے۔

آپؐ نے فرمایا :-

" من كتب بسم الله الرحمن الرحيم مجودة غفر الله له "

۱۔ تاریخ الخط العربی و آدابہ۔ ص ۱۰ ۔ طاہر الکردی نے ابن عساکر کی تاریخ کے حوالہ سے رقم کیا۔

۲۔ " " " " " " " ص ۱۰ دیلمی/مسند الفردوس اور خطیب/الجامع کے حوالہ سے لکھا۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:۔

"وإذا كتبتم بسم الله الرحمن الرحيم فبيّنوا السين فيه"

"جب تم بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو تو اس میں "سین" کو واضح کرکے لکھو۔"[۱]

حضورؐ نے اپنے کاتب معاویہؓ سے فرمایا:۔

"ألق الدواة وحرف القلم وانصب الباء وفرق السين ولا تعور الميم وحسن الله ومد الرحمن وجود الرحيم"۔

"دوات میں (صوف وغیرہ) ڈالیئے اور قلم کو درست کیجئے اور باء کو کھڑا کیجئے اور سین میں فرق کیجئے، میم کو نہ مٹائیے لفظ اللہ کو احسن طریقے سے لکھیئے اور الرحمن کو لمبا اور الرحیم کو خوبصورت کرکے لکھیئے"۔[۲]

مطلب یہ کہ دوات میں کوئی نرم شے کپڑا وغیرہ ڈالا جائے تاکہ قلم ٹکرانے سے محفوظ رہے اور روشنائی بھی قلم کے ساتھ زیادہ نہ لگے۔ "حرف القلم" سے مراد قلم کو درستی سے ترچھا کاٹنا اور لکھتے وقت ایک طرف جھکانا ہے۔ "انصب الباء" سے مراد "با" "سین" کے دندانوں سے لمبا کرکے "بسم" لکھا جائے۔ "فرق السین" کا مطلب سین کے دندانوں کا واضح کرنا، اور "ولا تعور المیم" کا مطلب میم کو نہ مٹانا اور بالکل واضح ڈالنا ہے۔ "حسن اللہ" سے مراد اللہ کی کتابت کو عمدگی سے لکھنا کہ اسی میں اللہ کی عظمت ہے۔ "مد الرحمن وجود الرحیم" کا مقصود ہے لفظ "رحمن" کو لمبا کرنا اور "رحیم" کو تجوید کے ساتھ لکھنا ہے۔

فن کتابت سے متعلق نبی اکرمؐ کے فرامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے اس فن کی خاص سرپرستی فرمائی جو کہ یقیناً حکم الٰہی کے تابع تھی کیونکہ اتنی باریکیاں ماہر فن ہی جانتے ہیں اور ایک امی نبی کے یہ فرامین اس دور میں جب کہ فن کتابت خال خال تھا، معجزہ ہی ہیں۔

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ ص ۱۰ طاہر الکردی نے ابن عساکر اور خطیب/ترجمہ ذی الریاستین کے حوالے سے رقم کی ہے۔

۲۔ بقول الکردی کتب احادیث میں اس حدیث کا حوالہ نہیں ملتا مگر قاضی عیاض نے "الشفاء" میں ابوسفیان کے بیٹے سے ...

فرامین صحابہؓ کی روشنی میں

رسولؐ عظیم الشان کی طرح صحابہ کرامؓ کو بھی خطاطی سے خاص شغف تھا اور وہ اس فن کی جزئیات تک کا خیال فرماتے تھے۔

ابو عبید نے فضائل قرآن میں روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کسی کے پاس قرآن مجید نہایت باریک قلم سے لکھا دیکھا تو اسے کہا کہ کتاب اللہ کی تعظیم کرو (یعنی موٹے قلم سے لکھو) ۱

بیہقی نے حضرت علیؓ سے موقوفاً روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا :-

"ایک شخص نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی کتابت بنا سنوار کر کی تھی اس لیئے اس کی مغفرت ہو گئی۔" ۲

حضرت علیؓ نے اپنے کاتب عبداللہ بن رافع سے فرمایا :-

"اے عبداللہ اپنی دوات میں صوف ڈال ، قلم کے کنارے کو لمبا رکھ ، سطروں کے درمیان جگہ چھوڑ ، حروف کو اکٹھا رکھ اور برابری کو لازم پکڑ۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے ابو سلیمہ سے قرآنی خطاطی کے بارے میں کہا :-

"اپنے قلم کو جلی رکھ اور اس طرح (قرآن کو) پر رونق بنا جس طرح خدا نے اسے نورانی بنایا"

حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمایا :-

"بدترین مشق کتابت یعنی گھسیٹنا بد تحریر ہے۔" ۳

سیوطی نے ابن اشتہ کے حوالے سے لکھا ہے اور انہوں نے یزید بن حبیب سے نقل کیا ہے :-

"کہ حضرت عمروؓ بن العاص کے کاتب نے حضرت عمرؓ کے نام خط لکھتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ کو بغیر سین کے لکھا تھا اس لیئے حضرت عمرؓ نے اس کو تازیانہ کی سزا دی تھی۔ اور

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن۔ ص ۴۱۷

۲۔ " " " " ص ۴۱۷

۳۔ تاریخ خطاطی ص ۹۳

کسی نے سوال کیا کہ امیر المومنین نے تجھے سزا کیوں دی ہے تو اس نے کہا کہ مجھ پر ایک سین کے بارے میں تازیانہ کی مار پڑی ہے۔"

ابن اشتہ نے زید بن ثابت سے روایت کی ہے :۔

"کہ آپ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اس طرح لکھنا مکروہ سمجھتے تھے کہ اس میں سین نہ ہو" ۱

(یعنی اس میں دندانے عیاں نہ ہوں)۔

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن ۔ ص ۲۱۸

خط معکوس ثلث

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

علماء ومشاہیر کی رائے

علماء ومشاہیر کی نظر میں خطاطی کا مقام بہت ارفع و اعلیٰ ہے جس کا اندازہ درج ذیل اقوال سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔

ابن مقلہ کے ایک ہم عصر علامہ ابوبکر الزھری نے کہا کہ جس خطاط نے حروف کی پیوندکاری میں کمال حاصل کیا وہ یقینی طور پر قابل فخر بن ٹھہرا۔[۱] (حروف کی پیوندکاری سے مراد حروف کو اس طرح جوڑنا ہے کہ ہر حرف پورے تشخص کے ساتھ مستقل نظر آئے)۔

خلیفہ مامون کے دور کے ایک نامور کاتب علی بن عبیدہ الریحانی کا کہنا ہے :-

"قلم بہرہ ہے مگر رازوں کو سنتا ہے، گونگا ہے مگر مضمون کو صاف بیان کرتا ہے۔ اگرچہ عاقل سے زیادہ درماندہ ہے مگر سحبان وائل سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔ حاضر کی ترجمانی کرتا ہے اور غائب کی خبر دیتا ہے"[۲]

سیوطیؒ نے ابن ابی داؤد کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ:-

"ابن سیرینؒ اس طرح لکھنا پسند نہیں کرتے تھے کہ حروف کو بے جا گھسیٹ کر لکھا جائے۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ اس میں ایک طرح کا نقص ہے"۔[۳]

ہشام بن عبدالملک اموی نے کہا کہ "خط ایک کمزور سی صورت ہے مگر اس کے معنیٰ جلیل ہیں"۔ —— اسی طرح معتزلی عالم ثمامہ کا قول ہے :-

"قلم جن آثار کو جنم دیتا ہے زمانہ انہیں مٹانے کی استطاعت نہیں رکھتا"۔[۴]

ابن ندیم نے افلاطون کا قول نقل کیا ہے کہ :-

۱۔ تاریخ خطاطی ص ۹۲

۲۔ " " ص ۹۲

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن ص ۴۱۸

۴۔ تاریخ خطاطی ص ۹۳

" تحریر عقل کی عقال ہے " ؎۱

اسی طرح اقلیدس کا قول ہے کہ :-

" تحریر اگرچہ مادی آلہ سے معرض وجود میں آتی ہے لیکن درحقیقت وہ روحانی ہندسہ ہے " ؎۲

عمرو بن مسعدہ کا قول ہے :-

" الخطوط ، ریاض العلوم وھی صورۃ روحھا البیان ، وبدنھا السرعۃ ، و قدمھا التسویۃ وجوارحھا معرفۃ الفصول وتصنیفھا کتصنیف النغم واللحون "

فن خطاطی علوم کا سردار ہے - یہ ایسی صورت ہے جس کی روح بیان (وضاحت) ہے - اس کا بدن تیزی اور قدم برابری ہیں - اس ابواب کی معرفت اس کے اعضاء ہیں - اس کا جوڑنا نغمات اور سُروں کے جوڑنے کے مترادف ہے - ؎۳

ابو حیان کہتے ہیں -

" قلم علم کا قاصد ہے اور نظروں سے پوشیدہ چیز کو ظاہر کرتا ہے "

اسی طرح خلیفہ مہدی کے دور کے امیر عمار بن حمزہ کے کاتب جبل بن زید نے کہا :-

" قلم صاحب بصیرت کی زبان ہے " ؎۴

ابودلف کا کہنا ہے کہ :-

" تحریر اگرچہ حواس بدنی سے ظہور پذیر ہوتی ہے مگر اس کی جڑ روح میں پیوست ہے " ؎۵

۱۔ کتاب الفہرست ص ۲۳

۲۔ خطوط المصاحف عند المشارقہ والمغاربہ - ص ۱۸

۳۔ الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیہ ص ۲

۴۔ تاریخ خطاطی ص ۹۲

۵۔ کتاب الفہرست ص ۲۳

اسی طرح مامون نے کہا :۔

" لو فاخرتنا الملوك الاعاجم بأمثالها لفخرناها بما لنا من انواع الخط يقرأ بكل مكان ويترجم بكل لسان ويوجد مع كل زمان ."

" اگر عجمی بادشاہ اپنے کارناموں پر ہم سے باہم فخر کریں تو ہم اپنے پاس موجود خط کی انواع واقسام پر فخر کریں گے ۔ جو ہر جگہ پڑھا جاتا ہے اور ہر زبان میں ترجمہ کیا جاتا ہے اور ہر زمانہ میں پایا جاتا ہے ۔" [۱]

امین الدین یاقوت الملکی نے کہا ۔

" الخط هندسة روحانية ظهرت بآلة جسمانية . ان جودت قلمك جوّدت خطك وان اهملت قلمك اهملت خطك ."

خط ایک روحانی ہندسہ ہے جو جسمانی آلے سے ظہور پذیر ہوتا ہے ۔ اگر تم نے اپنے قلم کو درست کر لیا تو اپنے خط کو درست کر لیا اور اگر تم نے اپنے قلم کو خراب کر دیا تو اپنی لکھائی کو خراب کر دیا ۔ [۲]

۱۔ الخط العربي وتطوره في العصور العباسية ص ۴

۲۔ تاریخ الخط العربي وآدابه ص ۸

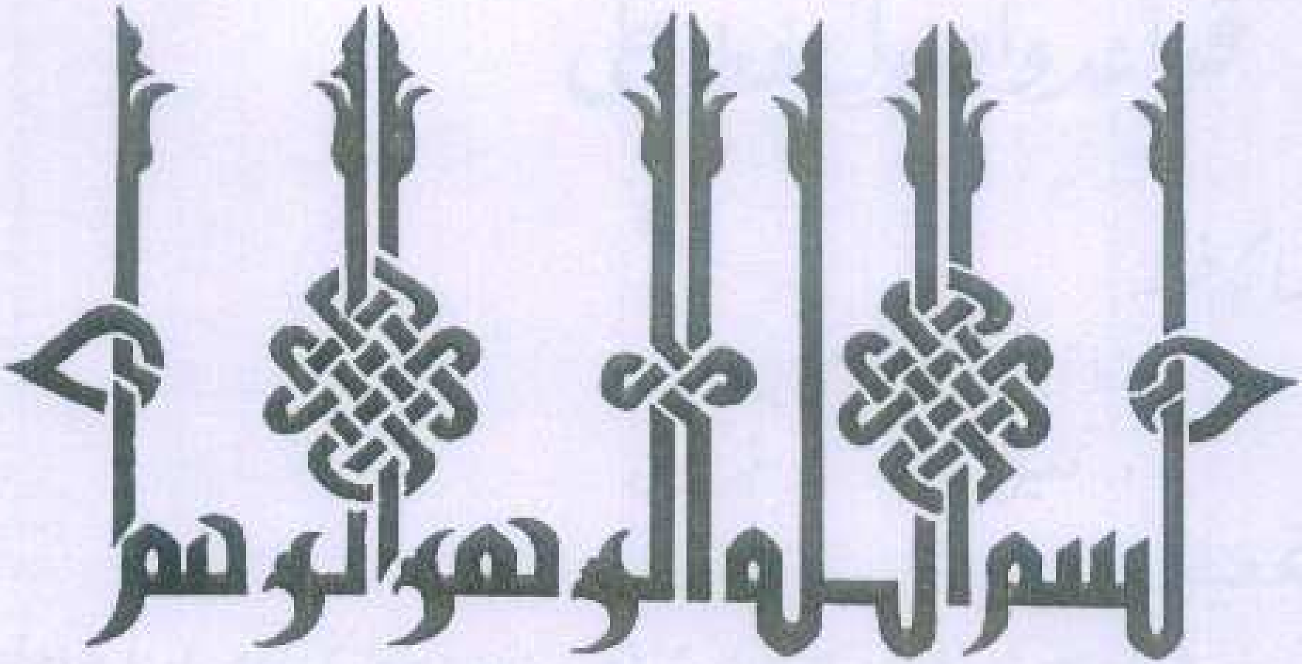

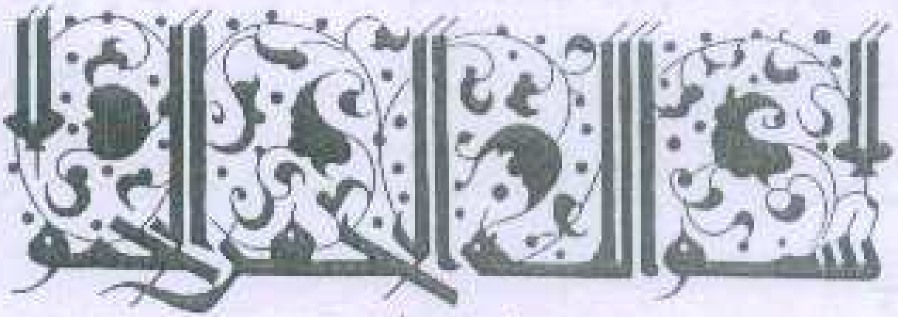

خط ثلث جلی

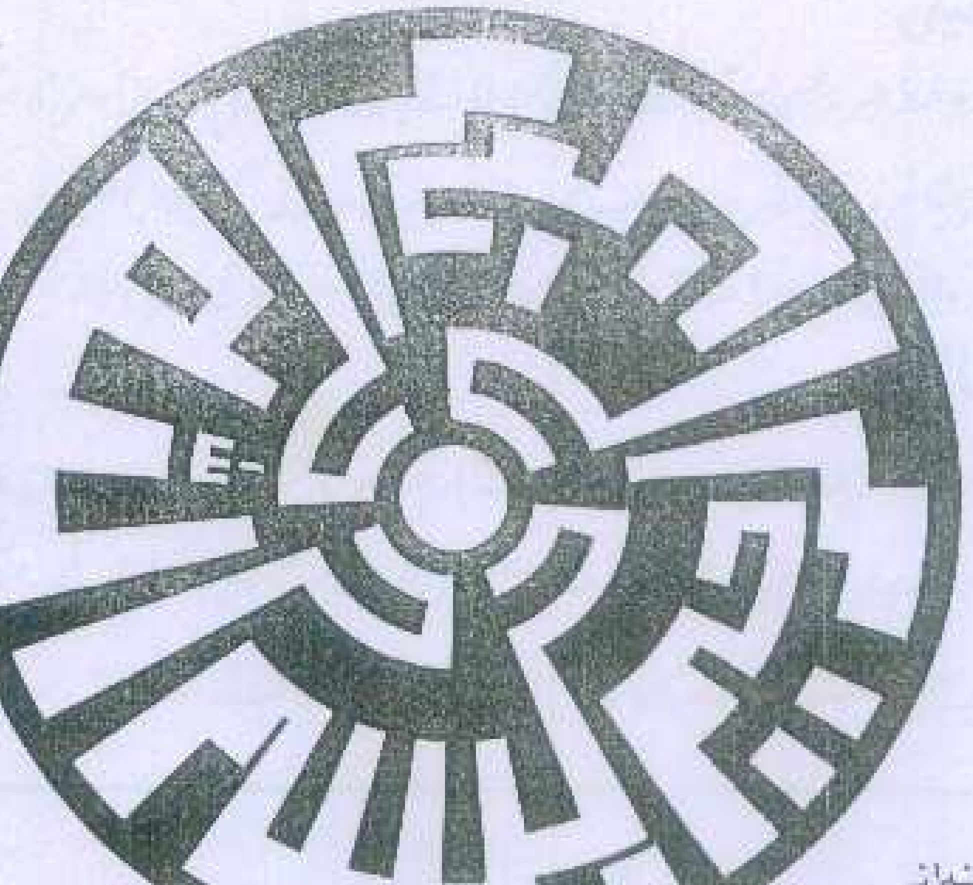

بسم اللہ کے مختلف انداز

قواعد و اصولِ خطاطی

اقسام خط

ہر خط کی دو بڑی اقسام ہیں۔

۱۔ تحصیلی ۲۔ غیر تحصیلی

۱۔ تحصیلی

تحصیلی سے مراد وہ خط ہے جو کسی استادِ فن سے باقاعدہ حاصل کیا گیا ہو اور اسے اصول و قواعد مخصوص طریق پر لکھا جائے یا کسی ایک استاد کا مکمل اتباع کیا جائے۔ خط کی روش میں تو تفاوت ممکن ہے کیونکہ ہر استاد کی ایک خاص روش ہوتی ہے مگر اصول و قواعد سب کے یکساں ہوتے ہیں۔ ماہرین کے نزدیک تحصیلی خطاطی معتبر سمجھا جاتا ہے۔[1]

۲۔ غیر تحصیلی

وہ خط جو نہ کسی استاد سے حاصل کیا جائے اور نہ ہی مکمل طور پر کسی کا اتباع کیا جائے بلکہ اپنے طریق پر خوبصورت حروف اور دیدہ زیب عبارت تحریر کی جائے۔ گو بظاہر اس میں رونق و زیبائش پائی جائے لیکن قواعد و اصول پر پورا نہ اترے اسے غیر تحصیلی یا طبعی خط کہتے ہیں۔[2]

اصولِ خطاطی

مولانا احترام الدین نے خوشنویسی کے بارہ اصول گنوائے ہیں اور ان کا موجد ابن مقلہ کو قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ ابن بواب اور یاقوت مستعصمی ان کے بہت زیادہ پابند تھے۔[3] اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں مصنف نے یہی بارہ اصول "رسالہ آداب المشق" کے حوالے سے بابا

۱۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ص ۶۹

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ ص ۱۵/ ۹۵۹

شاہ اصفہانی سے منسوب کیے ہیں۔[۱]

خطاطی کے مندرجہ ذیل بارہ اصول ہیں۔

۱۔ ترکیب :-

اس کے لغوی معنی ہیں "کئی چیزوں کو باہم ملا کر کوئی چیز بنانا" مگر فن خطاطی میں حروف، لفظوں اور جملوں کو باہم ملانے کے لیئے استعمال ہوتا ہے۔ فن کتابت کی رو سے ترکیب کی دو اقسام ہیں۔

ترکیبِ جزئی : یعنی کسی ایک حرف کو ایک ہی حرف سے ترکیب دیا جائے، جیسے "ت" اور "ر" سے "تر" یا تین یا اس سے زیادہ حروف کو ملا دیا جائے۔ جیسے "قلم ، علم ، فکر" وغیرہ۔

ترکیبِ کلی : اس سے مراد پورا فقرہ تحریر کرنا ہے۔ جیسے "العلم نورٌ"

۲۔ کرسی :-

اس کے لفظی معنی "تخت ، چوکی ، اور آٹھواں آسمان ہیں۔ خط کی کرسی حروف کے اپنے مقام پر ہونے اور دائروں کے برابر ہونے کے لیئے کنایہ ہے۔ کرسی کو خط میں وہی اہمیت حاصل ہے جو جسم میں اعضاء کے تناسب کو، یعنی حروف و الفاظ کی جائے تحریر ایسی ہو جس سے خوبصورت تناسب پیدا ہو جائے مثلاً دائروں کا ایک سیدھ میں ہونا یا مرکزوں کا قواعدِ مقررہ کی پابندی کے ساتھ برابر لائن میں آنا۔ مثلاً ان اللہ علی کل شئی قدیر میں "ن ی ل اور ی کی گولائیاں برابر ہونا۔

۳۔ نسبت :-

اس کا مطلب ہے لگاؤ اور علاقہ، یعنی سطر اور صفحہ کا ہر حرف اس طرح برابر لکھا جائے کہ کوئی بڑا یا چھوٹا نہ رہے اور قط کے لحاظ سے بھی صحیح ہو۔

۴۔ ضعف :-

لغوی مطلب سستی اور کمزوری ہے۔ قواعد خطاطی کی اصطلاح میں حرف کے اول یا آخر کے باریک حصے یعنی دندانہ سین، میم کے آخری حصے، دائرہ کے آخری حصے اور باریکی کو حسین بنانا۔ عرف عام میں اسے نوک پلک بھی کہتے ہیں۔

۵۔ قوّت :۔

طاقت، زور اور اصطلاحاً مدّات کے کونوں کو حسین بنانا تاکہ حروف کی صورت تحریر سے کاتب کی قوتِ دست و قلم ظاہر ہو۔

۶۔ سطح :۔

مفرد و مرکب حروف میں قواعد کی پابندی کے ساتھ حروف کے آخری حصوں کا ابتدائی اور درمیانی حصوں سے لحاظ رکھنا مثلاً مدّات کے آغاز میں۔ تاکہ یوں محسوس ہو کہ حرف خشکی سے ابھر رہا ہے۔

۷۔ دور :۔

قلم کا گھماؤ جو دائروں میں زیادہ واضح ہوتا ہے۔

۸۔ صعود :۔

قلم کا نیچے سے اوپر کی طرف حرکت کرنا لیکن یہ حرکت مستقیم نہ ہو جیسے دائروں کے آخر میں۔

۹۔ نزول :۔

قلم کا اوپر سے نیچے کی جانب حرکت کرنا۔

۱۰۔ اصول :۔

اصل کی جمع یعنی جڑ۔ فن خطاطی میں مندرجہ بالا نو قواعد جسم کی مانند ہیں اور اصول بطور روح جو ایک وجدانی کیفیت ہے۔ جس طرح شعر میں تاثیر اور اس کا دارومدار ذوق سلیم پر ہے۔ اس کیفیت کے احساس کے لئے بصیرتِ فن، کثرتِ مطالعہ اور طبع نقاد درکار ہے۔

۱۱۔ صفاء :۔

لفظی معنیٰ پاکیزگی، بے کھوٹ ہونا، صفائی، اور اصطلاحاً وہ کیفیتِ خط جو کثرت کے باعث خط میں پیدا ہوتی ہے جس کے مطالعہ سے سرور و انبساط پیدا ہو۔ اس کو خط کا جزو اعظم سمجھنا چاہیئے۔

۱۲۔ شان :۔

جس طرح ایک متناسب الاعضاء، تندرست انسان عمدہ صورت و سیرت کے لحاظ سے

قابلِ ستائش ہوتا ہے۔ اسی طرح خط میں مندرجہ بالا گیارہ امور ظاہری حسن و روح اور صحت پر منطبق ہوتے ہیں مگر شان سیرت کا مرتبہ رکھتی ہے۔ خط کی تمام رونق و خوبی شان کی ممنون احسان ہے اور یہ بات وہبی ہے نہ کہ اکتسابی۔

اقسام مشق :-

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں باباشاہ اصفہانی کے حوالے سے مشق کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ۱۔ نظری ۲۔ قلمی ۳۔ خیالی

۱۔ نظری ۔

مشق نظری کا مطلب ہے "مطالعہ کردن استاد" اس کے لیے ضروری ہے کہ مشق کرنے والا استاد کے خط کو غور سے دیکھے ۔ اس طرح اسے ایک لذت روحانی میسر آئے گی۔

۲۔ قلمی ۔

اس کا مطلب استاد کے خط پر غور کے بعد اس کی نقل کرنا۔

۳۔ خیالی ۔

یعنی کتابت نقل کے ذریعے نہ کی جائے بلکہ اپنی طبع و خواہش کے مطابق لکھا جائے۔[۱]

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/ ۹۶۰

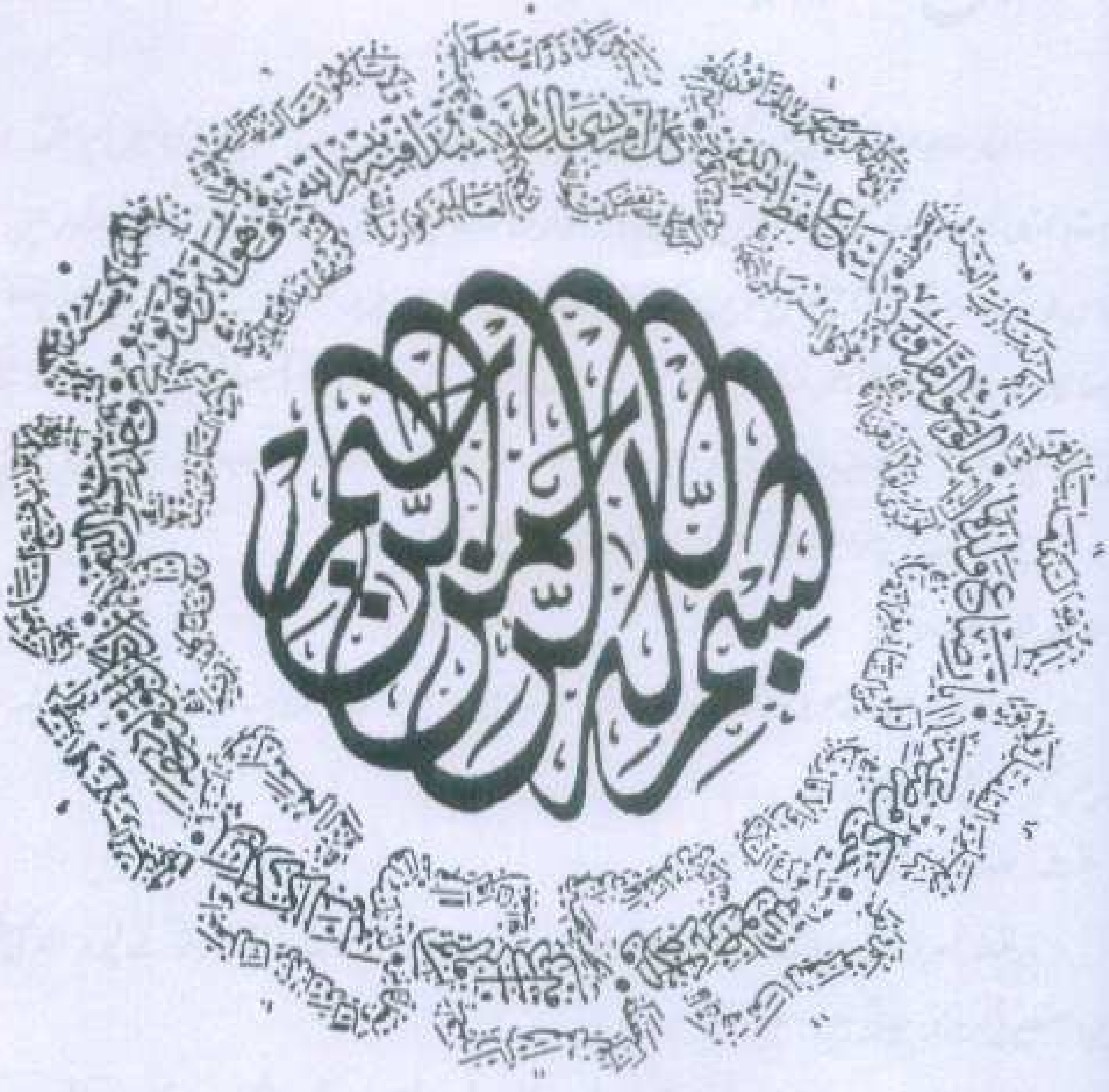

خطِ دیوانی جلی کا ایک پیچیدار نمونہ

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

دقیق اسالیبِ کتابت

ان سے مراد کتابت کے ایسے طریقے یا اقسام خط جن پر ہر شخص حاوی نہیں ہو سکتا۔ ان میں کتابت وہی کر سکتا ہے جس نے انہیں محنت و دشواری سے سیکھا ہو۔ جس طرح موجودہ دور میں مختصر نویسی (شارٹ ہینڈ) ایک مشکل ترین رسم الخط ہے اس کو وہی فرد لکھ اور سمجھ سکتا ہے جس نے اسے سیکھا ہو۔ ہر رسم الخط جس دور میں رائج ہو اس وقت کے تمام لوگ بآسانی اسے لکھ پڑھ سکتے ہیں مگر کسی ایسے زمانہ میں جب اس کا رواج نہ ہو وہ سوائے چند افراد کے سب کے لیے ناقابل فہم ہوتا ہے۔

یہاں چند ایسے اسالیب کا ذکر کرتے ہیں، جو واقعی دقیق ہیں۔

خط ہندسہ :۔

اس میں بجائے حروف کے ہندسے لکھے جاتے ہیں اور تمام حروف کے لیے گنتی کے ہندسے مخصوص کر دیئے جاتے ہیں۔

خط سرو :۔

یہ خط سرو کے پودے کی شکل میں لکھا جاتا ہے۔ ہر حرف کے لیے سرو کے پودے کی شاخیں لکیریں متعین کر دی جاتی ہیں جیسے۔

مولانا احترام الدین رقمطراز ہیں کہ

"اس خط میں وقت اور کاغذ بہت خرچ ہوتا ہے اور پڑھنے میں بھی دیر لگتی ہے۔ یہ خط "ارژنگ چین" نامی کتاب میں بھی دیا گیا ہے۔ میں نے اس خط میں عربی کا ایک رسالہ جس میں مجرب طبی نسخے تھے قاضی غلام نبی کے پاس سانبھر میں دیکھا تھا۔" ۱

۱۔ صحیفہ خوشنویسان ص ۸۸

خط تبدیل الحروف :۔

اس خط کو مشق و مہارت کے بغیر پڑھنا بہت مشکل ہے ۔ اس میں نقطہ دار حروف کو بے نقط حروف سے تبدیل کر دیا جاتا ہے[۱] مثلاً پاکستان

پ ا ک س ت ا ن کو ث ب ض ذ ج ب ہ (ثبضذجبہ) لکھیں گے ۔

ابن ندیم لکھتے ہیں کہ بقول یوسف لقوہ قلم جلیل انتہائی مشکل ہے اور یہ انداز کتابت کاتب کی پشت کی ہڈی کا گودا نکال لیتا ہے ۔ یہ وہ رسم الخط ہے جس میں خلفاء کی طرف سے دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو مکاتیب لکھے جاتے تھے ۔ اس سے دو قسم کے انداز خط وجود میں آئے ۔

خط سجلات اور خط دیباج

خط سجلات سے دو اور اسالیب خط سمیع اور خط اشربہ نکلے ۔ خط دیباج میں سرکاری احکام و صحائف لکھے جاتے ہیں ۔ اس سے قلم طومار کبیر نکلا ۔ طومار سے خط خرجاج اور خط ثلثین صغیر ثقیل وجود میں آیا ۔ اس میں سرکاری فرامین لکھے جاتے تھے ۔ اس تین اور مزید اسالیب کتابت نکلتے ہیں۔

قلم زنبور :۔ یہ ثلاثین سے مستخرج ہے جس سے طلب عدل و انصاف کے سلسلہ میں کام لیا جاتا ہے ۔

قلم مفتح :۔ اس سے قلم حرم نکلا ہے ۔ مفتح بھی ثقیل سے ماخوذ ہے ۔ طلب انصاف کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔

قلم مؤامرات :۔ ثلثین سے ماخوذ ہے اور انصاف و داد خواہی کے رسائل کی کتابت کی جاتی ہے ۔

ایک قلم امثال النصف ہے خفیف اور مفتح نکلے ہیں ۔ قلم حرم سے ایک قلم قصص ماخوذ ہے اور مؤامرات سے قلم اجوبہ ۔

یہ کل بارہ اسالیب ہیں جن سے دیگر بارہ اسالیب مزید مشتق ہوئے

ایک خط مفتح ہے جو ثقیل نصف مسک سے نکلا ہے ۔ ایک رسم الخط مدور کبیر ہے جو خفیف النصف ثقیل سے ماخوذ ہے ۔ دور حاضر کے کاتب اسے خط ریاسی کہتے ہیں ۔ یہ عدل و انصاف کو لکھنے کے

۱۔ صحیفہ خوشنویسان ص ۸۹

کام آتا ہے۔ اس سے مدورِ صغیر نامی خط پیدا ہوا۔ یہ ایسا جامع طریق کتابت ہے کہ اس میں دفاتر، حدیث اور اشعار تحریر کیے جاتے ہیں۔

ایک اسلوب کو خفیف ثلث کبیر کہا جاتا ہے اس میں طلب انصاف کے امور لکھے جاتے ہیں۔ اس کا مخرج خفیف النصف ثقیل ہے ۔ خط رقاع بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ ایک اور رسم الخط مفتح نصف، نصف ثقیل سے نکلا ہے۔ اسی طرح خفیف النصف سے خط نرجس نکلا ہے۔

مندرجہ بالا تمام اسالیب کا ماخذ خط جلیل ہے اور یہ درحقیقت ابوالاقلام ہے۔[1]

۱۔ کتاب الفہرست ص ۱۷ : ۱۸

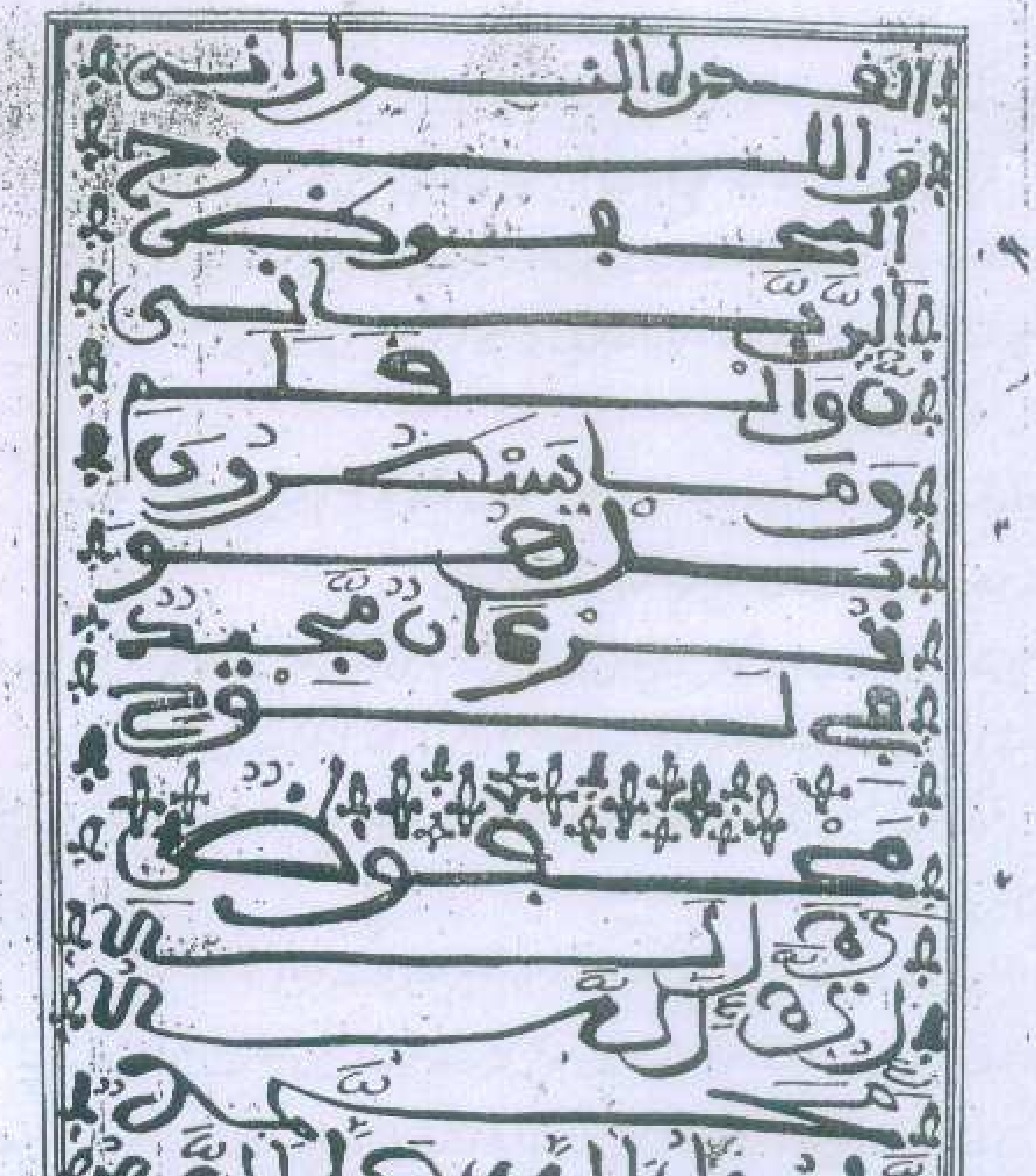

خط مغربي مجوهر

کتابتِ قرآن

آداب کتابت :-

قرآن کی کتابت کرنے کے کچھ آداب ہیں جن کی کاتب کو حتی الوسع پابندی کرنی چاہیئے۔

کاتب کے لیئے ضروری ہے کہ اس کا بدن اور کپڑے پاک صاف ہوں اور وہ پاک جگہ پر بیٹھ کر ادب و تعظیم کے ساتھ کتابت کرے۔ اور اتنا باریک نہ لکھے کہ پڑھنے میں مشکل ہو۔

طاہر الکردی لکھتے ہیں۔

"جاء عمر ابن الخطاب انه وجد مع رجل مصحفاً مکتوباً بقلم دقیق فکره ذلك وضربه بالدرة وقال عظموا کتاب الله تعالیٰ"۔

"حضرت عمر بن الخطاب ایک شخص کے پاس آئے جس کے پاس باریک قلم سے لکھا ہوا قرآن مجید تھا۔ تو آپ نے اسے ناپسند کیا اور اس شخص کو کوڑے سے مارا اور کہا کہ اللہ کی کتاب کی تعظیم کرو"۔۱

قرآن مجید کو حسین بنا کر اور وضاحت سے لکھنا مستحب ہے اور اس کے خط کی تحقیق اور مشق کیئے بغیر لکھنا مکروہ ہے۔

سیوطی ابو عبید کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابی الحکیم العبدی نے فرمایا :-

"حضرت علی میری طرف اس حالت میں ہو کر گذرے جب کہ میں مصحف لکھ رہا تھا۔ آپؓ نے فرمایا " اپنے قلم کو جلی کرلے "۔ میں نے قلم پر ایک قط ڈال دیا اور پھر لکھنے لگا۔ اس بات کو معائنہ کرکے حضرت علیؓ نے فرمایا " ہاں تو قرآن کو اس طرح منور بنا جیسا کہ اللہ نے اسے منور بنایا ہے۔ ۲

یہی مفہوم الکردی نے ابو حلیمہ سے منسوب کر کے لکھا ہے۔ ابو حلیمہ کہتے ہیں :-

"کنت اکتب المصاحف فمر علی ابن ابی طالب فقال اجلل قلمك. فقصمت من قلمی

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ ص ۳۶۴

۲۔ الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۷۴

قصمة فقال هكذا نوره كما نور الله .

"میں ایک مرتبہ قرآن لکھ رہا تھا کہ علی بن ابی طالب میرے پاس سے گذرے اور فرمایا اپنے قلم کو جلی (واضح) کر لے ۔ تو میں نے اپنے قلم پر قط لگا دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا اسے اسی طرح نورانی بناؤ جیسے اللہ نے نورانی بنایا۔[1]

اعجاز راہی نے یہی روایت ابو حلیمہ کی بجائے ابو سلیمہ سے منسوب کی ہے۔[2]

ابن اشتہ کے حوالے سے سیوطی نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ :-

" جس شخص نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو تجوید کے ساتھ لکھا خدا اس کی مغفرت کر دے گا۔[3]

حضورؐ نے اپنے کاتب حضرت معاویہؓ سے فرمایا

" الق الدواة ، وحرف القلم وانصب الباء وفرق السين ولا تعور الميم وحسن الله ومد الرحمن وجود الرحيم "

" دوات میں (صوف) ڈالو ، قلم کو درست کرو "باء" کو کھڑا کرو ، سین (کے دندانوں) میں فرق کرو ، میم کو نہ ستاؤ ، لفظ اللہ کو خوبصورت کر کے لکھو ، "رحمٰن" کو لمبا کر کے اور رحیم کو عمدہ طریقے سے لکھو۔[4]

قرآن کے حروف کو پورے عزم و احتیاط سے لکھا جائے ۔ تمام حروف مکمل کیے جائیں۔ خصوصاً سین کے دندانوں اور حروف کے باریک حصوں کا خیال رکھنا چاہیئے اور تمام سطور برابر ہوں۔ ان باریکیوں کا خیال نہ کرنا سستی اور کاہلی کی علامت ہے۔

ابن اشتہ بیان کرتے ہیں کہ ابن سیرینؒ بسم اللہ کے حرف باء کو میم تک کشش کر کے لے جانے کے ساتھ سین کی کتابت ناپسند کرتے تھے ۔ جیسے (بسم اللہ) یعنی بغیر دندانہ کے سین کا لکھنا۔[5]

۱۔ تاریخ الخط العربي وآدابه ص ۳۶

۲۔ تاریخ خطاطی ص ۹۳

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۸

۴۔ تاریخ الخط العربي وآدابه ص ۱۰

۵۔ الاتقان فی علوم القرآن ص ۱۸

قرآن کی کتابت احاطوں ، دیواروں ، چھتوں پر مکروہ ہے کیونکہ ان مقامات پر بے ادبی کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ابو عبید نے عمر بن عبدالعزیزؒ کی نسبت روایت کیا ہے کہ آپؒ نے فرمایا :۔

"تم لوگ قرآن مجید کو کسی ایسی جگہ نہ لکھو جہاں وہ پامال ہو۔" [1]

قرآن مجید کے الفاظ کی کتابت عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ممنوع ہے۔

قرآن مجید کی کتابت کرنے والے کے لیئے لازمی ہے کہ وہ ان حروفِ تہجی کی حفاظت کرے جن کے ساتھ صحابہ کرام نے قرآن لکھا ہے۔ اور اس میں اختلاف نہ کرے اور ان کی لکھی ہوئی کسی چیز کو تغیر نہ کرے۔ علم و عمل کے لحاظ سے صحابہ بعد میں آنے والوں سے بدرجہا بہتر ہیں اس لیئے مناسب نہیں کہ بعد میں آنے والے اپنے خیال میں ان کی کسی کمی کو پورا کریں۔

طاہر کردی نے آدابِ کتابتِ قرآن کے بارے میں شیخ محمد عاقب الشنقیطی کی نظم رقم کی ہے، اس میں شاعر نے کتابتِ قرآن کے جملہ آداب جمع کر دیئے ہیں۔

مما به یهتم کل مسلم ‏— ضبط کتابة الکتاب المحکم

فاستقر ما لها من الآداب ‏— واعمل به تسلم من العتاب

قبل الشروع الق الدواة ‏— بصوفة وحرف الأداة

وان اردت کتبه فی رق ‏— أو غیره فاکتبه دون مشق [2]

وحسن الخط ولا تحرفا ‏— نقط الحروف، والحروف جوفا

کی لا تجی اسطره مخلطه ‏— ولا تری حروفه مقرمطه

وکتبه فی المصحف الصغار ‏— یکره کالکتب علی الجدار

وکتبه علی محل یوطا ‏— أو محوه فیه فذان خطأ

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن ص ۳۱۸

۲۔ المشوق [illegible] الکتابة

ومن یعظم حرمات اللہ فان ذالک من تقی الا لہ [1]

" ہر شخص کو چاہیئے کہ کتاب محکم (قرآن) کو لکھتے ہوئے خاص اہتمام سے لکھے ۔
اور اس کے تمام آداب کو ملحوظ خاطر رکھے اور ان احکامات پر عمل پیرا ہو تو اس کے بدلے میں وہ سزا سے بچ جائے گا ۔
لکھائی شروع کرنے سے قبل دوات میں صوف ڈال لے اور لکھائی کے سامان کو درست کر لے ۔
اور جب تو اسے کاغذ پر لکھنا چاہے یا کسی اور شے پر تو آہستگی سے لکھ ۔
اور خوبصورت خط میں لکھ ، حرفوں کے نقاط کو تبدیل نہ کر اور نہ ہی حروف کو گڈمڈ کر ۔
یہ اس لیئے کہ تو سطروں کو آپس میں خلط ملط نہ کرے اور حروف کو ملا تہ دے ۔
اس (قرآن) کا چھوٹے مصاحف میں لکھنا اسی طرح مکروہ ہے جس طرح دیوار پر لکھنا ۔
اس کو ایسی جگہ لکھنا جو پامال ہوتی ہو یا اس کے مٹ جانے کا امکان ہو تو یہ بہت بڑی غلطی ہے ۔
اور جو شخص اللہ کی حدود کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اللہ کے خوف میں سے ہے ۔ "

۱۔ تاریخ الخط العربی و آدابہ ص ۳۷۴

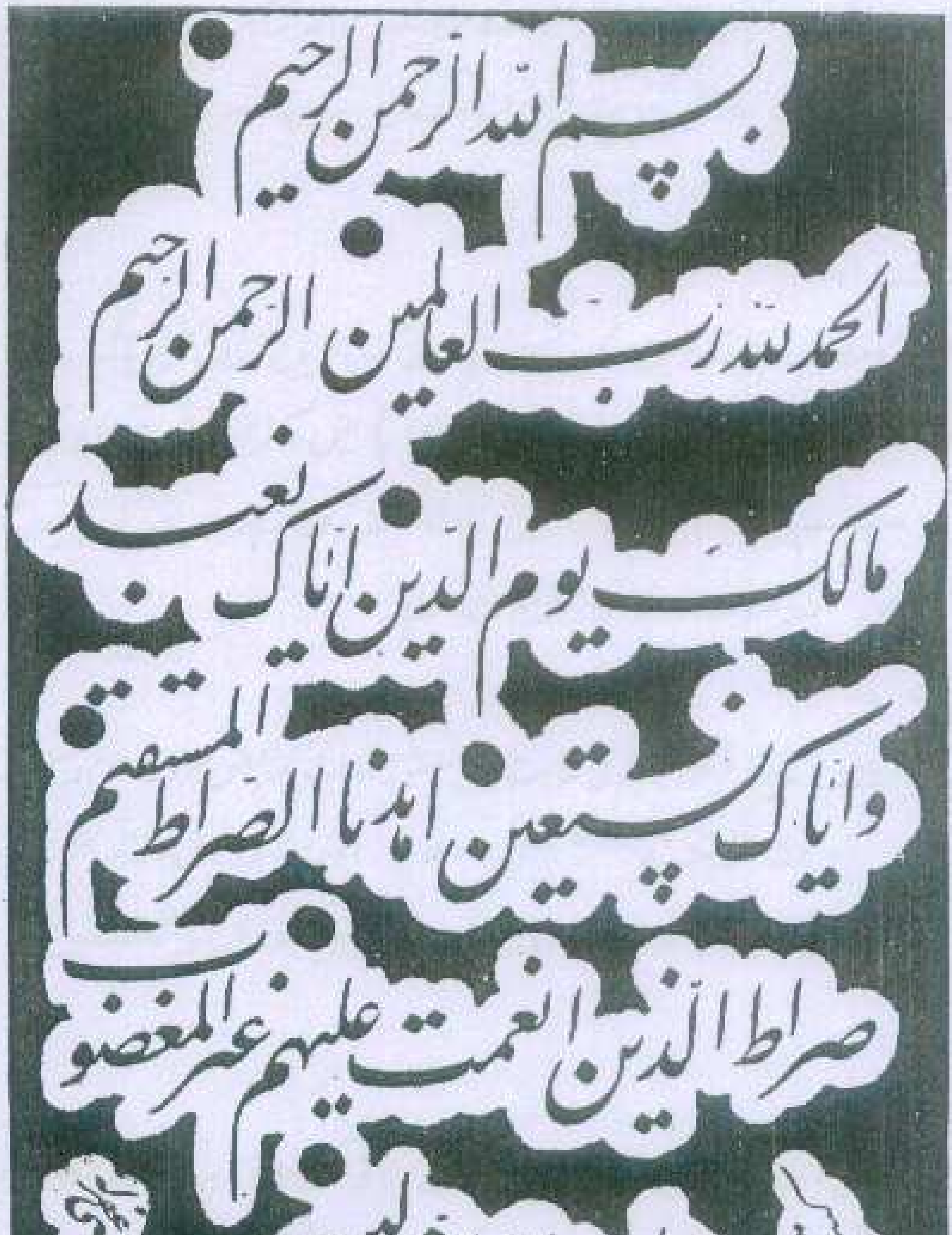

خط نستعلیق

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

قواعد کتابت قرآن

ماہرین کتابتِ قرآن اور علماء کرام کے نزدیک قواعد کتابت چھ ہیں جنہیں قواعد سنۃ کہا جاتا ہے۔ ان سے واقفیت کے بغیر کتابت قرآن مناسب نہیں ہے۔ اور وہ قواعد حذف، زیادۃ ہمزہ، بدل، وصل اور فصل ہیں۔

۱۔ حذف :-

اس کا مطلب ہے کہ قرآن کے رسم الخط سے کوئی حرف حذف کر دیا گیا ہے۔ مثلاً "أجیب دعوۃ الداع إذا دعان" (البقرہ ۱۸۶) میں آخری "ی" محذوف ہے۔ اسی طرح خلٰئف، سلٰم، إیلٰف میں الف محذوف ہے۔ اور "یوم یدع الداع" (القمر ۶) میں "یدعوا" کا واؤ محذوف ہے۔

۲۔ زیادۃ :-

اس کا مطلب ہے کہ قرآن مجید کی کتابت میں بعض مقامات پر بعض حروف عام رسم الخط کی رو سے زاید ہیں مثلاً "اولا اذبحنہ" (النمل ۲۱) اور "لا إلی اللہ تحشرون" (آل عمران ۱۵۸) میں الف زائد ہے اور "سأوریکم دار الفسقین" میں واؤ زائد ہے۔

۳۔ ھمزہ :-

ہمزہ ساکن اپنے ماقبل کی حرکت کے حرف کے ساتھ لکھا جاتا ہے خواہ وہ اوّل کلمہ میں آیا ہو یا وسط میں اور یا آخر میں۔ مثلاً أیذن، اُوتمن، والبأساء، إقرأ اور فعل امر کے پہلے آنے والا ہمزہ جو حرف واؤ یا فاء کے بعد آتا ہو حذف کر دیا گیا ہے جیسے فاْتوا، واتمروا۔ اور اگر ہمزہ متحرک اول کلمہ میں ہو یا اس کے ساتھ کوئی زائد حرف متصل ہو تو اس کی کتابت مطلقاً الف کے ساتھ ہوگی خواہ اس کی حرکت فتحہ ہو یا ضمہ یا کسرہ، جیسے أیوب، اُولوا، فبأی اور إذا۔

۴۔ بدل :۔

کتابت قرآن میں بعض حروف کو بعض حروف سے بدل دیا گیا ہے مثلاً عام کتابت کی رو سے الصلوٰۃ اور الزکوٰۃ کا تلفظ الصلاۃ اور الزکاۃ ہوتا ہے مگر قرآنی رسم الخط میں الف کو واؤ سے بدل کر الزکوٰۃ اور الصلوٰۃ لکھا جاتا ہے۔

۵۔ وصل :۔

قرآن کے رسم الخط میں کہیں دو لفظوں کو ملا دیا جاتا ہے جسے وصل کہتے ہیں اور وہ الفاظ موصول کہلاتے ہیں جیسے " بئسما اشتروا بہ انفسہم " (البقرہ ۹۰) میں بئس اور ما کو ملا دیا گیا ہے۔ اسی " کانما " موصول لکھا جاتا ہے۔

۶۔ فصل :۔

کہیں بعض الفاظ کو علیحدہ علیحدہ لکھا جاتا ہے برعکس اس کے فصل میں ملایا جاتا ہے جیسے اِن اور ما کو صرف ایک جگہ مفصول لکھتے ہیں " اِن ما توعدون لآت " (الانعام ۱۳۴) اس کے علاوہ پورے قرآن میں اِن اور ما کو موصول یعنی انما لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح این، ما مفصول لکھا جاتا ہے لیکن فاینما تولوا اور اینما یوجہہ میں موصول لکھا جاتا ہے۔[1]

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن ص ۲۰۹ : ۲/۱۶

۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۱۴/ ۳۴۸ : ۳۵۰

وَالأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا

باب چہارم

وسعت وارتقاء

عہد بنی عباس۔ تا بعد زوال خلافت عباسیہ

مصر۔ ترکی ۔ افریقہ۔

ایران۔

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

دورِ بنی عباس (۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ)

خلافت بنی امیہ کے آخر تک خطاطی ایک مسلمہ فن کا درجہ اختیار کر چکی تھی اور خط میں انتہا درجہ کا حسن اور مصورانہ شان پیدا ہو گئی تھی۔ بنی امیہ کے زوال (۱۳۲ھ) کے بعد جب حکومت بنی عباس کے حصہ میں آئی تو ساتھ ہی فنون لطیفہ کا ذخیرہ بھی مل گیا۔ سابقہ حکمرانوں کی طرح نئے آنے والوں نے بھی علم و ادب کی بہت حوصلہ افزائی کی اور خود بھی دلچسپی لی۔ عباسیوں نے برسرِ اقتدار آکر بغداد کو اپنا دارالخلافہ بنایا جو کہ تمام مسلمانوں کا سیاسی مرکز بھی بن گیا۔ اس دور میں علم و فن نے ترقی کی بے شمار منازل طے کیں۔ بڑے بڑے علماء و محدثین اسی عہد میں پیدا ہوئے۔ اسی زمانہ میں امام مالک نے مؤطا لکھی، امام ابو حنیفہ نے فقہ کی تدوین کی اور ابن اسحاق نے سیرت رسولؐ لکھی۔ ابن جریج، اوزاعی، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ جیسے جلیل القدر مصنف بھی اسی دور میں پیدا ہوئے۔

مسلمان عربوں نے فارسی، یونانی، لاطینی اور سنسکرت جیسی زبانیں سیکھ کر ان کے ذخیرہ علوم کو عربی میں منتقل کیا۔ اخلاق، اقلیدس، ریاضی، ہیئت اور فلسفہ پر بے شمار کتب لکھی گئیں، علوم صرف و نحو وغیرہ مرتب ہوئے۔ جہاں دیگر علوم و فنون نے ترقی کی وہاں فنِ خطاطی نے بھی ارتقاء کی منازل طے کیں۔ یہ دور اس فن کے لیئے نہایت زریں ثابت ہوا۔

ابتدائی عباسی دور میں خلیفہ سفاح کے زمانے میں (۱۳۲ھ تا ۱۳۶ھ) پہلا استاد فن ضحاک بن عجلان تھا۔ اس نے قطبہ المحرر کے ایجاد کردہ چاروں اقلام کی نوک پلک سنواری۔ خلیفہ منصور اور مہدی (۱۳۶ھ تا ۱۶۹ھ) کے زمانہ میں اسحاق بن حماد کا مقام میدانِ خطاطی میں بہت بلند تھا اور لوگوں کی کثیر تعداد نے اس کے کمالِ فن سے استفادہ کیا۔[۱]

اسحاق نے ضحاک بن عجلان کی قلموں میں مزید تحقیق کی اور خط کوفی میں بارہ طرزیں ایجاد کیں

۱۔ الخط العربی فی العصور العباسیہ (و تطورہ) ص ۶۷

[illegible] ۹۹۱/

جو بے حد مقبول ہوئیں۔

۱۔ طومار	۷۔ مؤامرات
۲۔ عہود	۸۔ دیباج
۳۔ سجلات	۹۔ مرصع
۴۔ امانات	۱۰۔ غبار
۵۔ مدبج	۱۱۔ بیاض
۶۔ ریاش	۱۲۔ حسن [۱]

الجبوری نے مرصع، نساخ، اور غبار کو اسحاق بن حماد کے شاگردوں سے منسوب کیا ہے اور مزید پانچ اقلام الخرفاج۔ القصص، ثلثین، زنبور اور جلیل کو اسحاق سے منسوب کیا ہے۔[۲]

اسحاق بن حماد کی تقلید کرنے والوں میں یوسف لقوہ اور ابراہیم کا نام ہے۔ اس کے شاگردوں میں عبدالجبار رومی، اشغیر، شعرانی، عمرو بن مسعدہ، الابرشش، سلیم، ابن فیوما کی لونڈی شاہ وغیرہ تھے۔[۳]

مذکورہ افراد کے علاوہ اسحاق سے یوسف الشجری اور ابراہیم الشجری نے فن سیکھا اور اس میں مختلف تجربات کیئے۔ الثلثین میں مزید تحریف کرکے ابراہیم نے قلم ثلث اور نصف ایجاد کیئے۔ الثلث عام کوفی کی نسبت تیز رو تھا اور حروف آپس میں ملے ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں قلم غبار، مؤامرات اور الحوائجی بھی ابراہیم کی ایجاد ہیں۔[۴]

ابراہیم کے شاگردوں میں الاحول المحرر بہت مشہور ہوا۔ اسے بھی خطاطی کا استاد تسلیم

۱۔ صحیفہ خوشنویسان ص ۴۹، ۵۰

۲۔ الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیہ ص ۶۸

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/ ۹۹۱

۴۔ الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیہ ص ۶۹ ـــ تاریخ الخط العربی وآدابہ ص ۶۹

کیا جاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا شاگرد ابن مقلہ تھا جس نے الحرر سے فیضیاب ہو کر پوری دنیا کو فیضیاب کیا۔ فن خطاطی جو برسوں سے ایک ہی ڈھنگ پر رواں دواں تھا اسے نئے انقلاب سے روشناس کرایا اور خط کوفی کی بالادستی ختم کر کے نئے خطوط کی بنیاد رکھی۔

ابن مقلہ (م۔ ۳۲۸ھ)

ابن مقلہ کا نام ابو علی محمد بن علی بن حسین بن مقلہ بیضاوی تھا اور خطاطی کی دنیا میں ابن مقلہ کے نام سے معروف ہوا۔ ۲۱ شوال ۲۷۲ھ بمطابق ۳۱ مارچ ۸۸۲ء عصر کے وقت بغداد میں پیدا ہوا۔[1]

ابن مقلہ نے بغداد میں ہی تعلیم پائی۔ علم و فضل کے لحاظ سے اپنے زمانے کے علماء میں شمار ہوتا تھا اور اس کی ذات مجموعہ کمالات تسلیم کی جاتی تھی۔ علم فقہ، تفسیر، تجوید، ادبیات، شعر، خوشنویسی اور انشاء پردازی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ جوانی میں قدم رکھتے ہی اپنی فہم و فراست کے باعث مقبول ہوا اور بغداد کے علمی و ادبی ماحول میں جگہ بنالی۔ عرب کے ایک مشہور مقولہ میں اس کو دنیا کے مشہور ترین اہل کمال کے ساتھ صرف اس کی خوبیوں کی بنا پر یاد کیا گیا۔

فصاحة سحبان وخط ابن مقلة وحكمة لقمان وزهد ابن ادهم
إذا اجتمع في المرء المفلس فليس لها قدر بمقدار درهم

"اگر مرد مفلس میں سحبان کی فصاحت، ابن مقلہ کا خط، لقمان کی حکمت اور ابن ادہم کا زہد بھی جمع ہو جائے تو ان کی قدر ایک درہم کے برابر بھی نہیں۔"[2]

تعلیم سے فارغ ہوتے ہی ابن مقلہ کا رابطہ شاہی دربار سے ہوا۔ خلیفہ المقتدر باللہ (متوفی ۳۲۰ھ) نے اس کے اندر چھپی صلاحیتوں کو جان کر اسے شیراز کا گورنر بنا دیا۔ اس طرح ابن مقلہ

۱۔ تاریخ الخط العربی وادابہ ص ۳۵۱ — دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/ ۹۹۱
تاریخ فن خطاطی ص ۱۸

۲۔ صحیفۂ خوشنویسان ص ۵۱ تاریخ الخط العربی وادابہ ص ۳۵۱

کو اپنی صلاحیتوں کی آزمائش کا موقع ملا۔ اس نے غایت درجہ اہتمام و تدبر کے ساتھ امور حکومت کو چلایا جس سے علماء و فضلاء اور کثیر تعداد میں عوام اس کے مداح بن گئے۔ خلیفہ اس کے علم و دانش اور کمال حکومت سے متاثر ہو کر بلند درجات سے نوازتا رہا۔ حتیٰ کہ ۳۱۶ھ میں وزارت عظمیٰ کا قلمدان سونپ کر گویا سیاہ و سفید کا مالک و مختار بنا دیا۔[1]

برسرِ اقتدار آ کر ابن مقلہ نے خطاطی پر بہت زیادہ توجہ دی اور اپنے ایجاد کردہ چھ خطوط کو فروغ دیا جو اس نے ۳۱۰ھ میں ایجاد کیے تھے۔ باوجود مصروفیت کے وہ شاگردوں کو درس دیتا رہا۔ رفتہ رفتہ سرکاری اور ذاتی معاملات میں اس کے ایجاد کردہ خطوط کا عام رواج ہو گیا۔ ۳۱۸ھ میں خلیفہ نے اس کو ناراض ہو کر برخواست کر دیا۔

۳۲۰ھ میں خلیفہ کو اس کے غلام نے قتل کر دیا اور القاہر باللہ مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ اس نے پھر ابن مقلہ کو تمام اعزازات لوٹا دیئے۔

جہاں ابن مقلہ کے بے شمار مداح تھے وہیں حاسد بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے مسلسل اس کے خلاف سازشوں کے جال بچھا دیئے۔ سازشوں کے نتیجہ میں القاہر نے بھی ابن مقلہ کو برخواست کر دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد خود خلیفہ کے خلاف سازش ہوئی اور اسے اندھا کر کے راضی باللہ کو ۳۲۲ھ میں خلیفہ بنا دیا گیا۔ راضی باللہ بھی ابن مقلہ کا قدردان تھا۔ اس نے اسے تلاش کر کے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سونپ دیا اور ایک بار پھر ابن مقلہ ایوان حکومت میں پہنچ گیا۔ مگر کیا کہنے زمانے کے، پل بھر میں کتنے رنگ بدلتا ہے۔

بیک لحظہ بیک ساعت بیک دم
دگرگوں می شود احوال عالم

اسی طرح ابن مقلہ کو بھی دست قدرت نے چکر پر چکر دیئے۔ ترکوں کے سردار امیر منظفر بن یعقوب کے ساتھ اس کی ان بن ہو گئی۔ منظفر نے خلیفہ کے ساتھ ساز باز کر کے ابن مقلہ کو گرفتار کروا کے وزارت عظمیٰ عبدالرحمن بن عیسیٰ کو دلوا دی۔ عبدالرحمن نے ابن مقلہ کی تمام جائیداد ضبط کر کے اسے

۱۔ تاریخ ابن خلدون ۴/۱۵۰

مفلس ونادار کر دیا۔ مزید بد قسمتی یہ ہوئی کہ ابن رائق نامی امیر نے ساز باز کر کے راضی باللہ کو ابن مقلہ کا دایاں ہاتھ قلم کرنے پر راضی کر لیا چنانچہ ۱۵ شوال ۳۲۶ھ کو ابن رائق نے ابن مقلہ کا ہاتھ قلم کروا دیا۔ م۱

کچھ عرصہ اذیت ناک زندگی گذارنے کے بعد اس نے ہاتھ کے ٹنڈ پر قلم باندھ کر خطاطی شروع کر دی اور بہت جلد خط میں پہلے والی شان پیدا کر لی اور اس کا نام پہلے سے زیادہ روشن ہو گیا۔ مگر ابن رائق اور دیگر سازشی عناصر نے خلیفہ کو بہت زیادہ بدظن کر دیا جس میں تھوڑی بہت لغزش ابن مقلہ کی طرف سے ہوئی۔ آخر کار ۱۰ شوال ۳۲۸ھ میں اس عظیم فنکار کو قتل کرا دیا گیا۔ م۲

ابن خلدون کے مطابق ابن رائق نے ابن مقلہ کی زبان گدی سے کھنچوا کر اسے ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں قید کرا دیا جہاں اس نے سسک سسک کر جان دے دی۔ م۳

ابن مقلہ کا والد علی بن حسین بھی صاحب علم اور ماہر خطاط تھا۔ اور بھائی ابو عبداللہ کا شمار استاد خطاطوں میں کیا جاتا ہے۔ م۴

عربی خط کو صحیح معنوں میں ابن مقلہ نے بام عروج تک پہنچایا اور اسے نئے نئے راستوں پر چلایا۔ اسے خطاطی کا انجینئر بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل خطاطی کے قوائد وضوابط نہیں تھے۔ توازن اور تناسب نہ ہونے کے باعث فنکار کی ذرا سی غلطی خط کے حسن کو خراب کر دیتی تھی۔ چنانچہ ابن مقلہ نے خطاطی کے قوائد متعین کیئے جن کا ذکر سابقہ صفحات میں قوائد خطاطی کے ضمن میں کر دیا گیا ہے۔

۱۔ تاریخ ابن خلدون۔ ص ۴/۱۵۳ ـــــ نقوش رعنا۔ ص ۳۶

〃 الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیۃ۔ ص ۷۰

۲۔ تاریخ فن خطاطی۔ ص ۱۸ ـــــ تاریخ خطاطی۔ ص ۸۶

۳۔ تاریخ ابن خلدون۔ ص ۴/۱۵۳

۴۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ص ۵۱

ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط۔

ابن مقلہ نے خط کوفی سے مزید چھ خطوط کا استخراج کیا جو مندرجہ ذیل ہیں!

۱۔ ثلث	۲۔ نسخ	۳۔ توقیع
۴۔ رقاع	۵۔ محقق	۶۔ ریحان [۲]

(مندرجہ بالا خطوط کا مفصل ذکر "اقسام خط" کے باب میں کیا گیا ہے)

ابن مقلہ کے ایجاد کردہ ان خطوط میں سے خط نسخ نے بہت جلد قرآنی خطاطی میں خط کوفی کی جگہ سنبھال لی اور ثلث آرائشی خطاطی کے لیئے استعمال ہونے لگا۔ یہ دونوں خط گذشتہ دس صدیوں سے اسی طرح مستعمل ہیں۔

اعجاز راہی لکھتے ہیں کہ مذکورہ چھ خطوط کے علاوہ کچھ اقلام بھی ابن مقلہ نے ایجاد کیں۔ بعض علمائے خطاطی انہیں علیحدہ خط کا درجہ بھی دیتے ہیں۔ وہ اقلام یہ ہیں:۔

خط گلزار، خط ماہی، خط غبار، خط قوام، خط ناخن، خط طغرا، [۳]

ابن مقلہ کے شاگردوں میں محمد بن السمسانی اور محمد بن اسد فن خطاطی میں مشہور ہوئے۔ ان دونوں سے یہ فن ابوالحسن علی بن ہلال المعروف ابن البوّاب نے حاصل کیا۔

ابن البواب ۳۵۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ آل بویہ کا دربان تھا جس کی وجہ سے یہ ابن البواب کی کنیت سے مشہور ہوا۔

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۹۶۳/۱۵ ـــــ صحیفۂ خوشنویسان۔ ص ۵۶: ۵۷

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں "خط المنسوب" بھی ابن مقلہ سے منسوب کیا گیا ہے جسے بعد میں ابن البواب نے اپنایا۔ اسے "خط بدیع" بھی کہا گیا ہے۔ (ص ۹۶۳/۱۵)

۳۔ تاریخ خطاطی۔ ص ۹۰

۴۔ الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیہ۔ ص ۴۳،۷ ـــــ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ص ۷۰

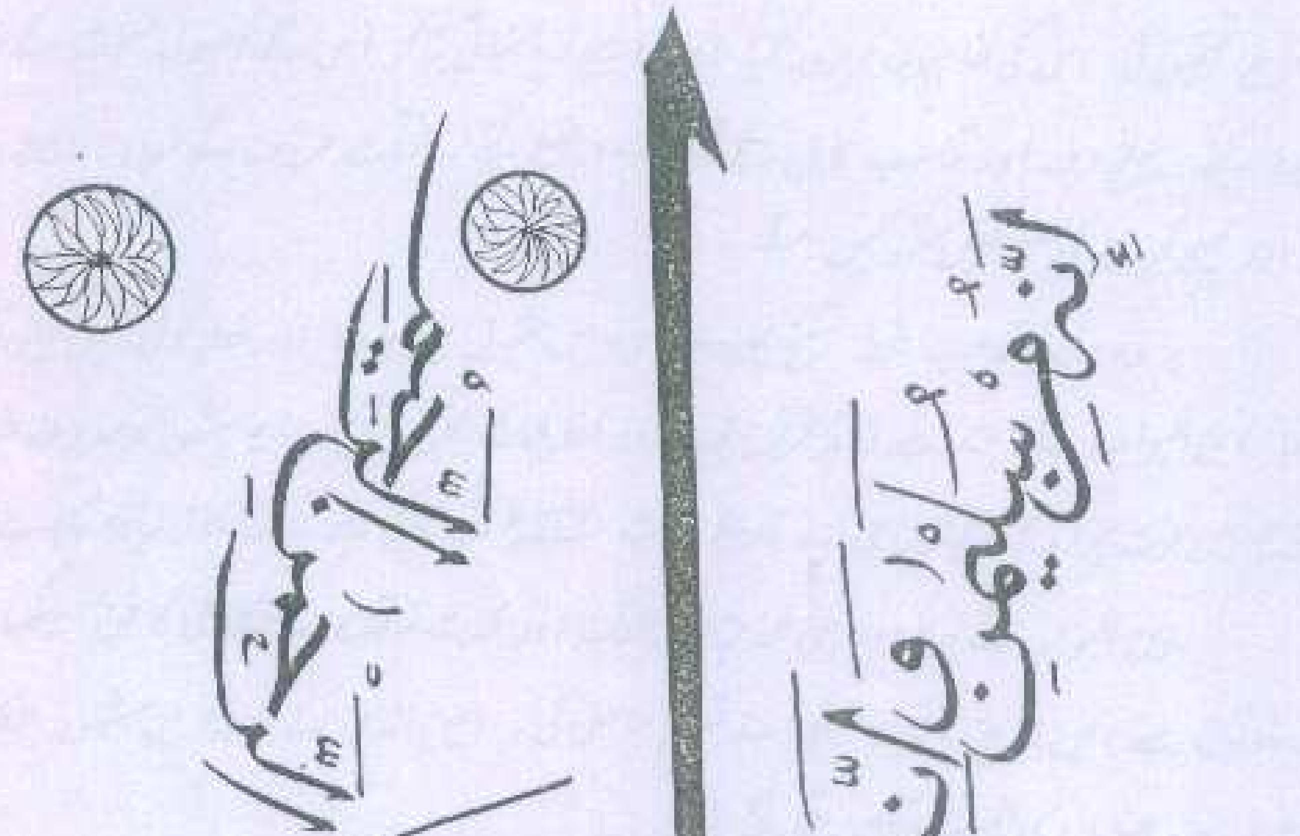

خط طومار بہ طریق ابن البواب

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

ابن البواب ، ابن مقلہ سے متاثر تھا اور اسی کے انداز کی تقلید کرتا تھا۔ اس نے نسخ میں مزید تحقیق کی اس کی خامیوں کو دور کیا اور اسے ریاضیاتی بناکر اس کے اصول صحت کے ساتھ منضبط کیئے ۔ سطح دور اور تناسب کامل کے قاعدے وضع کیئے ۔ مختلف حروف کے طول ، فاصلے ، اوپر اٹھنے اور نیچے گرنے کی نسبتیں مقرر کیں ۔[1]

یہ وہ دور تھا جب خط نسخ پورے عرب میں مقبول ہوگیا تھا اور خط کوفی کہیں کہیں استعمال ہوتا تھا ۔ ابن البواب نے ۷۰ سے زائد قرآن مجید اور مخطوطات تحریر کیئے ۔ یہ مشہور و معروف خطاط ۴۱۳ھ میں فوت ہوا ۔[2] اعجاز راہی نے تاریخ وفات ۴۲۳ھ درج کی ہے ۔[3] اول زیادہ صحیح ہے ۔

ابن البواب کے شاگردوں میں محمد بن عبد الملک اور محدث خاتون نے خطاطی کا فن سیکھا ۔
محدث خاتون سے امین الدین یاقوت الملکی نے تعلیم حاصل کی ۔ امین الدین کے تلامذہ میں مشہور خطاط یاقوت بن عبد اللہ رومی المستعصمی تھا ۔[4]

اردو دائرہ معارف میں ہے کہ :۔

" یاقوت المستعصمی (متوفی ۶۹۸ھ) کے بارے میں روایت ہے کہ مستعصم باللہ عباسی (۶۴۰ھ تا ۶۹۸ھ) نے یاقوت کو جس کا پورا نام جمال الدین ابو المجد یاقوت بن عبد اللہ المستعصمی تھا ، غلامی سے آزاد کرکے تربیت دی ۔ جس کی وجہ سے اسے مستعصمی کہا جاتا ہے ۔ وہ اپنی مہارت کی وجہ سے "قبلۃ الکتاب" کہلایا ۔ خطاطی میں ابن مقلہ اور ابن البواب کے بعد اسی کا درجہ ہے ۔ اس کے زمانے میں فن خطاطی اپنے عروج پر پہنچ گیا ۔ یاقوت نے ابتداء میں عبد المؤمن بن صفی الدین ارموی اور اس کے بعد شیخ ابن حبیب سے مشق حاصل کی "۔[5]

۱۔ محمد رحمٰن (خط کی کہانی مخطوطات کی زبانی) ص ۱۷۷

۲۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ص ۷۰ ـــ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۔ ۱۵ / ۹۹۵

۳۔ تاریخ خطاطی ۔ ص ۹۶

۴۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ ص ۷۱

۵۔ [illegible]

یاقوت نے ابن البواب کے فن کو ترقی دی اور قرآن مجید کی خطاطی میں حیرت انگیز جدتیں اور نقطہ آفرینیاں پیدا کیں۔ انہوں نے ایک نیا خط " خطِ یعقوب " بھی ایجاد کیا۔ ان کا لکھا ہوا ایک قرآن مجید کا نسخہ نوابزادہ سعید الظفر کے کتب خانے میں موجود تھا۔[1]

اس کے علاوہ دائرہ معارف اسلامیہ میں بحوالہ ناجی معروف مدرسۃ الاشراف شعبان بن حسین بن محمد بن قلاوون (قاہرہ) میں یاقوت کے لکھے ہوئے قرآن کے کچھ نسخوں، اور حافظ ابن حجر العسقلانی کے حوالہ سے سلطان محمد تغلق کے پاس یاقوت کی کتابت شدہ، ابن سینا کی کتاب "الشفا" کا ذکر ہے۔[2] یاقوت ۶۹۱ھ میں فوت ہوئے۔[3]

یہ وہ دور تھا جب فن خطاطی عرب سے نکل کر یورپ و ہندوستان تک پھیل کر اپنی عظمت کا اعتراف کرانے لگا تھا اور اس فن پر عربوں کی اجارہ داری ختم ہو رہی تھی۔ بنی عباس کے دور تک بغداد اسلامی علم و ثقافت کا مرکز رہا مگر خلافت عباسیہ کے اختتام پر یہ مرکز ٹوٹ کر مختلف ممالک میں تقسیم ہو گیا۔

۱۔ تاریخ خطاطی ص ۹۶

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ص ۹۹۶/۱۵

۳۔ الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیۃ۔ ص ۹۱

اللهم صل وسلم على سيدنا ومولانا محمد
وعلى آل سيدنا محمد
حبيبك الذي إذا أزلت بعشقه فبرائه وشاهدت ما نحته من الأمين لدى
اطلاع على أسرار الغيوب ومعاني السرائر فالمعذر واللائذ به منار السالم
والسلام ودليل الغافر والغافي ومحامي ما شئت أمثل الجمال والكمال

(خط مغربي مراكشي)

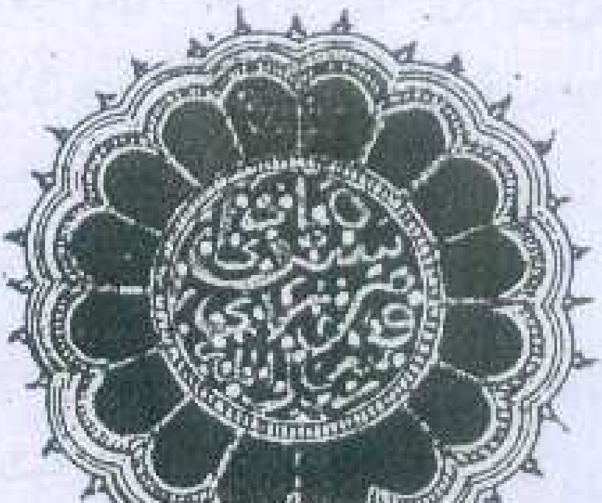

اللهم صل وسلم على سيدنا ومولانا محمد
وعلى آل سيدنا محمد
حبيبك الذي إذا أزلت بشمه مارستن وشاهدت ما الذي من أحاجيك المنشود
والمساجد والمدارس فالمعذر والنعيم كذا الرابع والغارس وتيميمه لطائفه
وأذانه وحماته لأجل والعارض ومورد شهد أنوثه الذي وكتب لم يرغب

خطاطی کے ارتقاء کی وجوہات

اسلام کے ابتدائی دور میں فنون لطیفہ بالکل نظر نہیں آتے۔ اس کی بڑی وجہ تو یہ تھی کہ مسلمان ہر وقت دعوت دین میں مصروف رہتے تھے۔ اکثر اوقات دعوت، جہاد اور تجارت کے سلسلہ میں گھروں سے دور رہتے تھے۔ حالت جہاد میں ہونے کے سبب فارغ وقت جنگی مشقوں اور تربیت میں صرف کیا جاتا تھا۔ دوسرے عرب معاشرہ میں پڑھے لکھے لوگ بہت کم تھے اور اور ابتداء میں مسلمانوں نے صرف لکھائی پڑھائی سیکھنے پر توجہ دی۔ خطاطی صرف کتابت قرآن اور مراسلہ جات و معاہدات لکھنے تک محدود تھی۔

جوں جوں اسلام کی دعوت پھیلی اور مختلف علاقے مسلمانوں کے زیر نگیں آئے تو ایک طرف مختلف تہذیبیں آپس میں ملیں دوسری طرف امن و استحکام کی فضاء پیدا ہوئی اور لوگوں نے جنگ و جدل اور دوسری مصروفیات سے ہٹ کر سوچنا شروع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اموی اور عباسی دور میں مختلف علوم و فنون کی طرف لوگوں کا رجحان ہوا اور انہیں پروان چڑھانے کی کوششیں ہونے لگیں۔

خطاطی کے پس منظر پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن نے غیر معمولی سرعت سے ارتقاء کی منازل طے کیں۔ اس کی وجہ مسلمانوں کی قرآن سے محبت، اس کی اشاعت کا شوق، علوم و فنون سے لگاؤ اور فنون لطیفہ کی کمی کو پورا کرنے کا جذبہ تھا۔ یہ صرف چند لکیریں بنانے یا نقش و نگار بنانے کا مسئلہ نہ تھا بلکہ اس کے پس پشت تاریخی شعور، مذہبی وابستگی اور ارتقائے فن کی خواہش کارفرما تھی۔ مسلمان جو بھی کرتے خدا کی رضا کے حصول کی خاطر کرتے تھے۔

تصاویر کشی کی ممانعت، حسنِ جمال اور اشاعت اسلام و قرآن کے جذبے کی وجہ سے مسلمان فن کاروں نے بہت جلد خطاطی کو بام عروج تک پہنچا دیا۔

مصورانہ خطاطی ابتدائی عباسی دور میں بہت کم تھی۔ جب ایرانیوں کے ساتھ روابط بڑھے اور مسلمانوں نے ان کی مصوری کے نمونے دیکھے تو ان میں قرآنی آیات کو رنگ آمیزی کے

ساتھ دلکش انداز میں لکھنے کا شوق پیدا ہوا ۔ لہذا اوّل اوّل مساجد پر خطاطی کی گئی جو آرائشی کوفی خط میں کی جاتی تھی۔

غیرمسلم اقوام جن جن ذرائع پر مصوری کا مظاہرہ کرتی تھیں مسلم فن فنکاروں نے انہی ذرائع کو خطاطی کے لیے استعمال کیا ۔ عباسی دور میں بچّی کاری ،سنگ تراشی اور نقش ونگار کے نمونے ملتے ہیں ۔ اسی طرح کاغذ پتھر اور لکڑی پر گول ، چوکور ، ریاضیاتی ، اقلیدسی اور دیگر مختلف شکلوں میں قرآنی خطاطی کے آثار ملتے ہیں ۔ اس دور میں فن پارچہ بافی نے بھی ترقی کی ۔ کپڑوں پر مختلف تصاویر ، نمونے اور تحریریں بنائی گئیں ۔

خلیفہ المعتصم کے بنائے ہوئے شہر سامرا کے محلات میں جانوروں اور انسانوں کی تصاویر کے ساتھ فن خطاطی کے نمونے بھی نظر آتے ہیں ۔

بغداد کی مرکزیت کے اختتام پر اسلامی سلطنت کئی ٹکڑوں میں بٹ گئی ۔ خطاطی کا فن عرب سے نکلا اور دوسرے ممالک میں پھیل گیا ۔ اس طرح ہر علاقے میں فن خطاطی نے مقامی رنگ قبول کیا اور خطاطوں نے اس میں جدتیں اور نکتہ آفرینیاں پیدا کیں۔

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خط نسخ بشكل شير

مصر میں عربی خط

اسلام اور عربی خط کا چولی دامن کا ساتھ تھا۔ اسلام کے ساتھ یہ جہاں بھی گیا اس علاقے کے فن کاروں نے اسے ترقی دینے اور نئی نئی جدتوں سے روشناس کرانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ خلافتِ عباسیہ کے اختتام تک اسلام کی دعوت مصر، شام، ترکی، ایران، اسپین، ہندوستان اور مغربی ممالک تک پہنچ چکی تھی۔ تمام علاقوں کی زبانیں، رسم و رواج اور تہذیب و ثقافت الگ الگ تھے مگر سب میں قدرِ مشترک اسلام اور قرآن تھے جنہوں نے سب کو ایک لڑی میں پرو دیا۔ تمام اسلامی فنون ہر علاقے میں معمولی تبدیلی کے ساتھ موجود تھے جن میں کتابت و خطاطی کا فن جسے مسلمانوں نے مذہبی نقطۂ نظر سے اور حسنِ جمالیات کی تسکین کی خاطر اپنایا تھا، ہر دور میں موجود رہا۔

۶۱۶ھ میں تاتاریوں نے چین کے علاقے سے نکل کر اسلامی سلطنت کے مختلف حصوں پر فوج کشی کی اور ترکستان، ماوراء النہر اور دیگر علاقوں پر قابض ہو گئے۔ حتیٰ کہ ۶۵۶ھ میں تاتاریوں کے بادشاہ ہلاکو خان نے بغداد پر یلغار کی اور خلیفہ مستعصم باللہ کو قتل کرا دیا۔ بغداد میں مسلمانوں کا بے دریغ قتلِ عام کیا گیا اور مال و اسباب لوٹ کر کتب خانوں کو جلا دیا گیا یا دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ اس خونریزی میں ایک کروڑ چھ لاکھ کے قریب مسلمان مارے گئے۔ [۱]

خلیفہ مستعصم باللہ کے بعد تین سال تک کوئی خلیفہ نہ رہا۔ ۶۵۹ھ کو بیبرس بندقدار نے ابو القاسم مستنصر باللہ کو خلیفہ بنایا۔ یہ دورِ خلافت ڈھائی سو سال تک قائم رہا۔ اسے کٹھ پتلی خلافت کہا جا سکتا ہے کیونکہ اصل حکومت ممالیک کی تھی جنہوں نے حکومت عباسیہ کے مذہبی تقدس سے فائدہ اٹھا کر اپنی حکومت کو مضبوط کیا۔ بنی عباس کے آخری خلیفہ المتوکل کے دور میں ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مصر پر قبضہ کر کے ان کی حکومت ختم کر دی۔ [۲]

۱۔ تاریخ ابن خلدون۔ ۴/۲۰۷

۲۔ تاریخ اسلام (شاہ معین الدین احمد) ۳۹۶

مذکورہ دور میں مصر میں قرآن کی کتابت کا رواج عام ہوا ۔ بعض مصاحف کے صفحات بہت بڑے اور حروف جلی ہوتے تھے ۔ جب قرآن تیار ہوتا تو اس کو کئی کئی آدمی مل کر اٹھاتے ۔ خط کوفی کا کمال تھا کہ وہ آرائشی ضروریات بخوبی پوری کرتا تھا ۔ گیارہویں صدی میں خط ثلث نے اس کی جگہ لے لی اور آرائش خطاطی کے جوہر کھلنے لگے ۔

عہد ممالیک کے قرآن مجید کے نسخوں کے نہایت اعلیٰ نمونے قاہرہ کے شاہی کتب خانے میں محفوظ ہیں جو انتہائی احتیاط اور زیب وزینت کے ساتھ مختلف قسم کے خط مدور میں لکھے گئے ہیں ۔ بڑی تقطیع کے قرآن خط طومار میں لکھے گئے ہیں جو خط نسخ کی جلی صورت ہے ۔ میٹرو پولیٹن میوزیم امریکہ میں قرآن کا ایک نفیس کتابت شدہ نسخہ موجود ہے جو ۸۰۰ھ یا ۸۰۰ھ کے اوائل سے تعلق رکھتا ہے ۔ یہ نسخہ طلائی روشنائی سے لکھا گیا ہے ۔ اس پر قرمزی اور آسمانی رنگ سے اعراب و نقاط لگائے گئے ہیں ۔ اس کا متن خط نسخ اور سورتوں کے عنوان خط کوفی میں درج ہیں ۔ [۱]

لائبریریاں قائم کرنا اور رنگارنگ قرآن ، ماہرین خطاطی ، وصلیاں اور دیگر مخطوطات جمع کرنا سلاطین کا مشغلہ تھا ۔ اس دور میں سونے سے خطاطی کا رجحان بھی تھا ۔ مملوک فن کاروں نے فن خطاطی کو شیشے اور دھات پر ثبت کرنے کا آغاز کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس فن میں شہرت حاصل کرلی ۔ جب مصر میں مساجد تعمیر کرنے کا عمل شروع ہوا تو خطاطی ایک نئے انداز سے ظاہر ہوئی ۔ اس دور میں مصوری اور خطاطی دونوں کا عمل ایک ساتھ نظر آتا ہے ۔ خطاطی اور شیشہ کے امتزاج سے قرآنی آیات کو ایک منفرد انداز سے لکھا گیا ۔ خطاط شیشے سے یا سنہرے حروف میں مساجد کی چھتوں گنبدوں یا محراب پر قرآنی خطاطی کرتے جو دائرے کی شکل کی ہوتی تھی ۔ [۲]

---

۱ ۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۔ ۱۵ / ۹۷۰

۲ ۔ تاریخ خطاطی ۔ ۱۰۲

چھٹی سے بارہویں صدی ہجری کے اس دور میں نقاشی اور رنگ آمیزی کا استعمال مساجد، عمارات اور قرآن کے علاوہ عام کتب میں بھی ہونے لگا۔ ان کی آرائش و زیبائش کے لیے کبھی آخر میں بیل بوٹے بنائے جاتے اور کبھی حاشیہ یا چوکھٹا لگا کر گلکاری کی جاتی تھی۔ اس طرز کی خطاطی کا ایک نمونہ "وی آنا" کے قومی کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ نسخہ ابوالقاسم الحریری البصری کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی کتاب "مقامات حریری" کا ہے۔[1]

مصر میں عباسی و مملوکی حکومت کے خاتمے سے ترکوں کی حکومت کا آغاز ہوا اور اس طرح خطاطی اور عربی خط کا بھی ایک نیا دور شروع ہوا۔

---

1 اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۹۶۱/۱۵

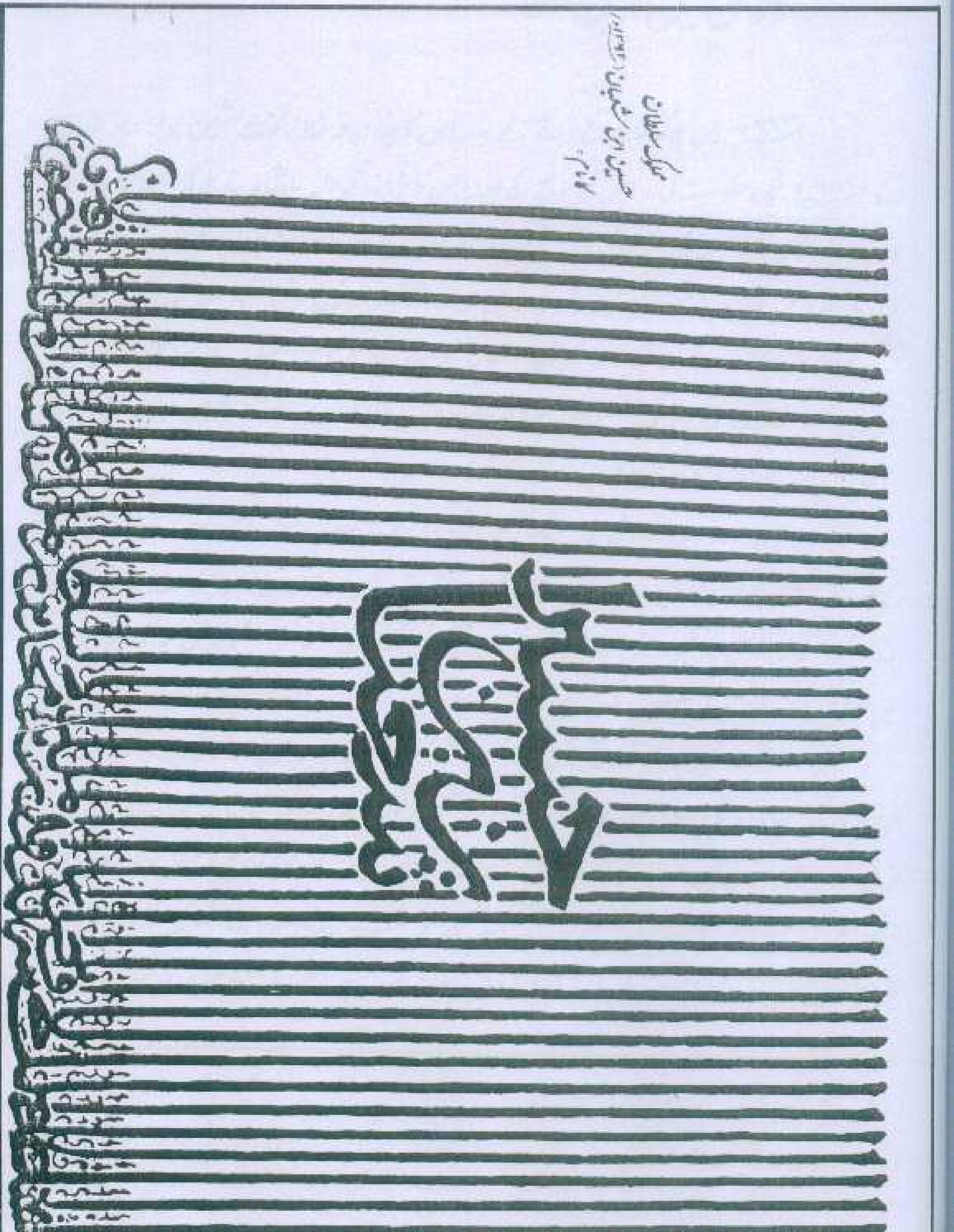

ترکی میں عربی خط

۶۶۳ھ میں ہلاکو خان کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا اباقہ خان تخت نشین ہوا۔ اباقہ خان نے ۶۸۰ھ تک حکومت کی۔ اس کی موت کے بعد اس کا فرزند نکودار بادشاہ بنا جو کہ مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کا اسلامی نام احمد خان رکھا گیا تھا۔ احمد خان کو ۶۸۳ھ میں اس کے بھائی ارغون نے شہید کرادیا اور خود حکومت سنبھال لی۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ارغون مرگیا اور حکومت گیتا کو خان کو جو مسلمان ہو چکا تھا ملی، مگر اس کو بھی مسلمان ہونے کے جرم میں مغلوں نے ۶۹۴ھ میں قتل کرادیا۔ پھر غازان ابن ارغون المعروف سلطان محمود خان بادشاہ بنا۔ ۷۰۳ھ میں ارغون کی وفات کے بعد الجائیتو خدابندہ تخت نشین ہوا۔ [1]

اس دور میں خطاطی اور رنگ آمیزی کو نیا عروج نصیب ہوا۔ اس وقت کے خط نسخ کے متعدد نسخے مختلف عجائب خانوں اور ذاتی ذخیرہ ہائے کتب میں موجود ہیں۔ ان میں سے بعض الجائیتو خدابندہ کی فرمائش پر لکھے گئے تھے۔ ۷۱۰ھ میں قرآن کا ایک نسخہ "الجائیتو" کو پیش کیا گیا جو کہ موصل میں لکھا گیا تھا۔ آج کل یہ نسخہ برطانیہ میں موجود ہے۔ [2]

ترک منگولوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان کی نظریں حسین چیز کو پسند کرتی ہیں۔ اس قوم نے خونریزی کی انتہا کی مگر اسلام لانے کے بعد انہی وحشی لوگوں نے اسلامی فنون کی خدمت کی اور انہیں ترقی دی۔ اس دور میں قرآن کی کتابت میں نئے نئے تجربات کیے گئے جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ قرآن مجید کے کتابت شدہ نسخوں میں سے ایک نسخہ جو ۷۰۶ھ میں بغداد میں لکھا گیا تھا آج کل لائپزگ میں ہے۔ دوسرا نسخہ قاہرہ کے قومی کتاب خانہ میں ہے جسے عبداللہ محمد نے ہمدان میں

۱۔ تاریخ اسلام (اکبر شاہ خان) — ج۲

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۵/۹۷۱

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۳ ہجری میں لکھا تھا۔ اس کے چند اوراق نقش و نگار اور زیب و زینت کے لحاظ سے فن کا شاہکار ہیں۔ [1]

دولت عثمانیہ:

عثمانی ترکوں نے ۶۶۷ھ سے ۱۱۱۵ھ تک حکومت کی۔ ۹۲۳ھ میں سلیم عثمانی نے بنی عباس کے آخری خلیفہ متوکل کے دور میں مصر پر قبضہ کر کے عباسی حکومت ختم کر دی۔ یوں عثمانی ترک رفتہ رفتہ دنیا کی بہت بڑی قوت بن گئے۔

عثمانی دورِ حکومت میں ترکی میں عربی خط نے مزید ترقی کی اور آرائشی رنگ اختیار کر لیے۔ اسی دور میں ایران میں تعلیق اور نستعلیق بھی ایجاد ہو چکے تھے مگر ابھی ان سے خطاطی کا کام نہیں لیا جاتا تھا بلکہ شعر و ادب کی کتابت میں استعمال کیا جاتا تھا۔ ابتدائی عثمانی دور میں خط کوفی اور نسخ میں خطاطی ہوتی تھی۔ بعد میں "خط دیوانی" اور "خط جری" جو تعلیق اور دیوانی کے ملاپ سے بنا تھا، مقبول ہوئے۔ ترکوں کا پہلا ماہر خطاط حافظ عثمان تھا جو ۱۰۳۸ھ میں پیدا ہوا۔ یہ نسخ اور ثلث کا ماہر تھا۔ اس نے ترکی کے لیئے ایک نیا خط "خط ملیح" ایجاد کیا۔ [2]

علاوہ ازیں ابن مقلہ کے چھ خطوط کے ساتھ ساتھ "خط دیوانی" اور "رقعی" ترکوں کے ذوقِ سلیم کے مظہر ہیں۔ عثمانی بادشاہوں میں طغرے لکھوانے کا شوق بھی پایا جاتا تھا اور بہت زیادہ مقبول تھا۔ وسطی دور میں عام کتابت میں نستعلیق پوری طرح نظر آتا ہے جبکہ قرآنی خطاطی کے لیئے نسخ استعمال ہوتا رہا۔

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۵ / ۹۷۱

۲۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۰۵

ایران سے تعلقات کی وجہ سے "نستعلیق" کے ساتھ ساتھ "شکستہ" نے بھی ترکی میں اپنا اثر دکھایا۔ یہ دونوں خط بعد میں "شکستہ ترکی" اور "نستعلیق ترکی" کے نام سے موسوم ہوئے۔ م[۱]

دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے کہ:۔

"دولت عثمانیہ میں "خط رقاع" میں کافی تبدیلی پیدا ہوئی اور "السلسل" سے "الھمایوں" کا اشتقاق ہوا۔ "خط ہمایوں" عثمانی سلطنت کی تنظیمی اصلاحات کے متعلق ایک خاص ضابطہ تھا جسے سلاطین نے نافذ کیا۔ اصل میں یہ ابتداً یہ فرمان شاہی پر لگائی جانے والی مہر تھی جس کی شکل طغرائی تھی۔ اسے سلطان خود اپنے فرامین وخطوط پر لگاتا تھا۔ بعد ازاں اس میں وسعت پیدا ہوئی اور یہ اصطلاح خود اسی خط کے لیے استعمال ہونے لگی۔ م[۲]

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ = ۱۵/ ۹۶۴

۲۔ " " " " = ۸/ ۹۶۷

ترکی زبانوں پر عربی خط کا اثر:

یہ طورانی زبانوں میں سے ہیں جو یورپین اور ایشین ترکی، روس، ترکستان اور کاکیشیا کے علاقوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان کو ازبک، ترکمان، تتر اور عثمانی ترک سمجھتے تھے۔ یہ تمام زبانیں عربی خط کے زیر اثر اسی میں لکھی جاتی تھیں۔ ان میں سے مشہور اور زیادہ مستعمل زبانیں یہ ہیں۔

عثمانی ترکی:

یہ دولت عثمانیہ کی سرکاری زبان تھی اور دوسری تمام ترکی زبانوں کی نسبت زیادہ مہذب اور وسیع تھی مگر موجودہ دور میں یہ مکمل طور پر بدل گئی ہے۔ یہ تین زبانوں چغتائی، عربی اور فارسی سے مرکب تھی۔ بعد میں اس میں انگریزی کے بہت سے الفاظ شامل ہو گئے۔ یہ [illegible]ھ سے عربی زبان میں لکھی جانے لگی۔ ترکی زبان کے قواعد کی عربی میں پہلی کتاب "الادراک للسان الاتراک" تھی جسے ابوحیان غرناطی (متوفی ۷۴۵ھ) نے لکھا تھا۔ ترک عربی حروف پر پانچ حروف کا اضافہ کرتے ہیں جن میں سے چار حرف وہی ہیں جو عربی پر فارسی میں زائد ہیں اور ایک "ک" "تین نقاط والی کاف، جس کا تلفظ "ن" جیسا ہے۔[1] ۱۳۴۲ھ تک اسے عربی رسم الخط میں لکھا جاتا رہا مگر پھر ترکوں نے اس کے لیئے رومن رسم الخط اختیار کر لیا۔

تتری یا قازانی:

یہ تتر مسلمانوں کی زبان ہے اور صوبہ قازان اور گردونواح کے روسی علاقوں مثلاً صوبہ "اوفا" میں بولی جاتی ہے۔ اس کے حروف تہجی عثمانی ترکی جیسے ہیں اور عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔[2]

قرمی ترکی:

یہ جزیرہ قرم میں پھیلی ہوئی ہے اور اس میں روسی اور عربی کے بہت سے الفاظ پائے

۱۔ انتشار الخط العربی۔ ۳۸ : ۳۰

۲۔ انتشار الخط العربی۔ ۷۲

ــ تاتار

جاتے ہیں۔ یہ سنہ ۹۰۰ھ میں جنوبی روس اور قرم فتح کرنے والے مغلوں کی زبان ہے۔

نوجائی یا کارسی:

قفقاز کے علاقے میں بولی جاتی ہے۔ قرمی و آذری ترکی سے مشابہ ہے۔

آذری ترکی:

آذربائیجان میں بولی جاتی ہے۔ اس کا رسم الخط عربی ہے۔ [1]

داغستانی ترکی:

یہ آواری ترکی زبانوں میں سے ہے۔ داغستان اور مغربی بحر خزر کے ساحلی علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ روسی جارحیت کے خلاف برسوں برسرِ پیکار رہنے والے قائد "امام شامل" (۱۷۹۶ء تا ۱۸۹۰ء) کے دور میں یہ زبان خوب پھولی پھلی۔ اس میں مختلف علوم پر عربی رسم الخط میں بہت سی کتب تحریر کی گئیں۔

یہ لوگ عربی حروف پر مندرجہ ذیل حروف کا اضافہ کرتے ہیں۔

ڃ ۔ (تین نقاط والا جیم جیسے اردو چ (Ch) کی طرح پڑھتے ہیں۔)

ژ ۔ (تین نقاط والا "ر" جیسے اردو "ژ" کی طرح پڑھتے ہیں۔)

صّ ۔ (ص "شد" کے ساتھ جیسے "تسا" یا "تھ" پڑھتے ہیں۔)

ڨ ۔ (تین نقاط والا ق" جیسے "ق ل" کے درمیان پڑھتے ہیں۔)

ڭ ۔ (تین نقاط کے ساتھ ک" جیسے اردو "کھ" کی مانند پڑھتے ہیں۔)

کّ ۔ (ک "شد" کے ساتھ "کا" اور "کھی" پڑھا جاتا ہے۔)

ڵ ۔ (تین نقاط والا "ل" جیسے "تا" کے قریب پڑھتے ہیں۔)

داغستان کے لوگ سنہ [illegible]ھ میں مسلمان ہوئے تب سے یہ زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ [2]

۱۔ انتشار الخط العربی۔ ۴۳

۲۔ انتشار الخط العربی۔ ۴۴ : ۴۶

چرکسی زبان۔

یہ قفقاز میں آباد چرکس لوگوں کی زبان ہے۔ اس میں ترکی، فارسی، عربی کے بے شمار الفاظ شامل ہیں اور عربی خط میں لکھی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا زبانوں کے علاوہ قرغیزی، بکی، ازبک، کاشغری اور چغتائی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان میں سے متعدد ترکی لہجے اور زبانیں عربی رسم الخط میں لکھے جاتے ہیں۔ جو علاقے روس کے زیر تسلط یا قریب ہیں وہ روسی رسم الخط استعمال کرتے ہیں۔[1]

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۴۹

وضيق بال عنا
عن مشاهدتك
ومحبتك
ودمت على السنة
والجماعة
والشوق إلى
لقائك يا ذا
الجلال والإكرام

افریقہ میں عربی خط

امیر معاویہؓ کے عہد میں مشہور سپہ سالار عقبہ بن نافع نے شمالی افریقہ کو فتح کیا اور وہاں ۵۰ھ میں "قیروان" نامی شہر آباد کیا۔ یہ شہر کئی سو برس تک اسلامی تہذیب اور علم وفن کا مرکز رہا۔[1] ۷۹ھ میں عبدالملک کے عہد میں موسیٰ بن نصیر شمالی افریقہ کے والی مقرر کیئے گئے۔ ان کے عہد میں تمام شمالی افریقہ مسلمان ہوگیا تھا۔ عبدالملک کے عہد میں ہی عربی زبان کو دفتری زبان بنادیا گیا۔[2]

ولید بن عبدالملک کے دور حکومت (۸۶ھ تا ۹۶ھ) میں سپین پر لشکر کشی کی گئی۔ اندلس کے ایک مسیحی سردار نے موسیٰ بن نصیر سے شاہ راڈرک کے ظلم کے خلاف مدد مانگی۔ موسیٰ نے اپنے غلام طارق بن زیاد کو ۹۲ھ میں بارہ ہزار فوج دے کر بھیجا۔ انہوں نے ۱۰ رمضان ۹۲ھ میں "وادی لکہ" کی جنگ میں راڈرک کو شکست دی اور ۹۳ھ تک اس علاقے پر مکمل قبضہ کرلیا۔[3]

اندلس میں مسلمانوں کی حکومت کا دوسرا دور ۱۳۸ھ سے شروع ہوتا ہے جب خاندان بنی امیہ کے عبدالرحمٰن الداخل نے یوسف بن عبدالرحمٰن کی حکومت ختم کرکے نئی حکومت بنائی۔[4]

عبدالرحمٰن چونکہ باہر سے آیا تھا اس لیئے اسے "الداخل" بھی کہا جاتا تھا۔ اس نے اندلس میں آزاد حکومت کی بنیاد رکھی جو ڈھائی سو سال تک قائم رہی۔ آہستہ آہستہ مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ یورپ میں فرانس کے وسط تک اور ایشیا میں برصغیر، ایران اور افغانستان تک وسیع ہوا۔ ادھر افریقہ میں اندلس، غرناطہ، اشبیلیہ، طلیطلہ، قرطبہ وغیرہ مسلمانوں کے زیرنگین آئے۔ اندلس کی تاریخ کا یہ دور نہایت شاندار تھا۔ اندلس کا دارالحکومت قرطبہ اس وقت بغداد کے بعد سب سے بڑا شہر بن گیا۔ صنعت و

۱۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ۔ ۱۳۲/۱

۲۔ مقدمہ ابن خلدون ۶۳/۲

۳۔ تاریخ اسلام (اکبر شاہ خان) ۲۹/۳

۴۔ " " ۴۶/۳

الناس عفواً ، والمهدي محمد بن عبد الله
الذي سن سنناً لم يسنها خليفة قبله
وما أعطى عطايا لم يعطها أحد
وبدأ المكافآت لم يقسم في أهل
الأمصار في أن سرائهم وصلاتهم
وما أعطى أهل الحاجة وفرض للمجذومين
والمنبوذين ولم يفرض لهم أحد
قبله . والهادي والرشيد
كان أرغب الناس في الإعطاء والأجر
وما كسب الناس نفقة فيهما جاهد
بنفسه وما أنفق ما لم تطب به نفس
أحد قبله ولم يزل خلفه منذ كان
الإسلام مثله ولا يأتيه ولن أكثر

حرفت، زراعت، تجارت، علم وادب اور مختلف فنون میں مسلمانوں نے قابلِ فخر ترقی کی۔ کئی ممتاز اہل علم یہاں پیدا ہوئے۔ فن جراحی کے ماہر الزہراوی جنہوں نے "التصریف" کے نام سے فن جراحی پر کتاب لکھی، مشہور ادیب ابوعلی قالی جو "کتاب الامالی" کے مصنف ہیں اور "عقد الفرید" کے مصنف ابن عبدربہ اور قاضی یحییٰ اسی دور کی پیداوار ہیں۔ [۱]

عربی خط ان علاقوں میں مسلمانوں کے ساتھ ہی پہنچا تھا۔ یہ فطری امر ہے کہ مفتوح قوم یا تو فاتح قوم سے شکست کھا کر اس کے عقائد ونظریات اور تہذیبی ورثہ کو قبول کر لیتی ہے یا پھر اس کے خلاف مسلسل جدوجہد میں مصروف رہتی ہے۔ چونکہ مسلمانوں سے قبل ان علاقوں کے عوام پر ان کے بادشاہ ظلم وستم ڈھاتے اور ان کا استحصال کرتے تھے اس لیئے مسلمانوں کے روپ میں لوگوں کو امن وآشتی اور عافیت وسکون میسر آیا۔ انہوں نے فاتح قوم سے متاثر ہو کر ان کی اقدار کو اپنا لیا۔

اسی طرح عربی خط نے افریقی زبانوں پر اپنا اثر ڈالا۔ یہ زبانیں افریقہ کے مختلف علاقوں میں رائج ہیں اور ان کی بہت ساری شاخیں ہیں۔

افریقی زبانوں پر عربی خط کا اثر

مسلمانوں کے دورِ حکومت میں تمام افریقی زبانیں عربی رسم الخط میں لکھی جاتی تھیں۔ زوال کے بعد کئی زبانوں کے لیئے انگریزی رسم الخط اختیار کیا گیا۔ وہ زبانیں جو کسی نہ کسی دور میں عربی رسم الخط میں لکھی جاتی رہیں مندرجہ ذیل ہیں۔

بربری شحلی۔

یہ مراکش میں رہنے والے اصل بربروں کی زبان ہے۔ عربی زبان کی مداخلت کے باوجود یہ

۱۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ۱/۳۲۷

اپنے الفاظ وتراکیب میں مستقل رہی۔ اس کی دو اقسام "شمالی شحلی" جو زیفیہ "کہلاتی ہے اور "جنوب شحلی"
جو سوسیہ "کہلاتی ہے ہیں۔ ان دونوں کے لہجے، قواعد اور انداز تحریر باہم مختلف ہیں۔ [۱]

بربری قبائلی:

یہ الجزائر کے حقیقی باشندوں اور اس کے مشرق وجنوب کے غیر عرب قبائل کی زبان ہے۔
قبائلی زبان میں عربی کلمات بہت زیادہ ہیں کیونکہ بہت سے قبائل نے بربری زبان چھوڑ کر عربی کو پسند کیا تھا مگر عربی قبائل نے عربی کو چھوڑ کر بربری کو اختیار نہیں کیا۔ ۵۲۶ھ سے ۶۶۷ھ موحدین کے زمانہ میں بعض بربروں نے قرآن کا ترجمہ اپنی زبان میں کیا اور حدیث و فقہ کو عربی سے بربری میں عربی رسم الخط میں منتقل کیا مگر کم علم اور دینی غیرت کے حامل افراد نے اس کام کو ناپسند کرتے ہوئے ان کتب کو تباہ و برباد کر دیا۔ [۲]

نوبی زبان:

یہ لیبیا اور وادی نیل کے بربروں کی زبان تھی۔ نوبی زبان میں عربی کلمات پر "کا" کا اضافہ کیا جاتا تھا، مثلاً "باب" کو "بابکا" اور "حصیر" کو "حصیرکا" لکھا جاتا تھا۔ [۳]

حوسی زبان:

یہ مملکت حوس اور مغربی سوڈان میں مروج تھی اس کا دوسرا نام "سقطو" تھا۔

سواحلی زبان:

زنجبار اور ملحقہ علاقوں میں مروج تھی۔ دخول اسلام کے بعد مختلف قبائل میں بھی بولی اور سمجھی جانے لگی۔ آخری دور میں اس میں فارسی، عربی اور انگریزی الفاظ بھی شامل ہو گئے۔ کچھ مقامات پر

۱۔ انتشار الخط العربی ۷۳

۲۔ 〃 〃 ۷۴

۳۔ 〃 〃 ۷۴

اس کے لیئے انگریزی رسم الخط اختیار کر لیا گیا۔

ملجاشی اور حبشی زبانیں۔

ملجاشی جزیرہ مڈغاسکر کی سیاسی و تجارتی زبان تھی۔ بعض لوگ اسے ملائی زبان کی شاخ بھی قرار دیتے ہیں۔ حبشی زبان حبشہ اور گرد و نواح میں مستعمل تھی۔ [۱]

مسلمانوں کی آمد سے ان تمام زبانوں پر اثر پڑا۔ عربی زبان کی تراکیب اور الفاظ ان میں شامل ہوئے اور سب کو عربی رسم الخط میں لکھا جانے لگا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں تمام عالم اسلام میں کوفی خط رائج تھا لہٰذا ان علاقوں میں بھی یہی خط پہنچا اور مقامی اثر قبول کرتے ہوئے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مروج ہوا۔ اسے خط مغربی کہا جاتا ہے جس کی وجہ غالباً عرب کا افریقہ کے مغربی کنارے پر واقع ہونا ہے۔ اسے عقبہ بن نافع کے آباد کردہ شہر "قیروان" کی نسبت سے "خط قیروان کہا جاتا تھا۔ بعد ازاں دار الحکومت قیروان سے اندلس منتقل ہونے سے اسے "خط اندلسی" اور خط قرطبی کہا جانے لگا۔ [۲]

خط مغربی یا اندلسی کے حرف لمبے اور نسبتاً جلی ہوتے ہیں۔ گولائی میں لکھے جانے والے حروف کے دائرے نسبتاً کھلے ہوتے ہیں اور میم کا سرا ختم ہوتے ہی نیچے کی طرف مڑ جاتا ہے۔ [۳]

اہل مغرب "ق" کو "ف" کی صورت میں لکھتے ہیں (فال اللہ) اور "ف" کو اسی صورت میں لکھ کر اس کے نیچے نقطہ دیتے ہیں۔ (ڢیما - ڢکر) اسی طرح "ذ" اور "ذ" کو (ذکر ذکر) لکھتے ہیں۔ عربی حروف میں مندرجہ ذیل اضافہ کرتے ہیں۔ ک‍ث (ک پر تین نقاط کا

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۵۱

۲۔ انتشار الخط العربی۔ ۷۵

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵ / ۹۶۹

اضافہ) اور "کپ" (نیچے نقاط کا اضافہ) "ڥ" "ڤ" پر تین نقاط کا اضافہ کرتے ہیں۔ "ڤ" "قاف" ہے اور "گ" "(G) کی طرح بولا جاتا ہے۔ ان تمام حروف کو "حجاف بربری" کہتے ہیں۔ [1]

خط مغربی کے علاوہ اندلس میں "مبسوط" نامی خط بھی رائج تھا جس میں مصاحف کی کتابت کی جاتی تھی۔ [2]

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ "بغدادی رسم الخط (کوفی) کے بعد افریقی خط کا درجہ ہے جس کا پرانا رسم الخط آج بھی معروف ہے اور مشرقی خط کے نقوش سے قریب ہے۔ یہ بنوامیہ سے ملک اندلس میں پھیلا اور ممتاز حیثیت اختیار کر لی۔ اسلامی حکومت اور پھر بربروں کی حکومت کے ختم ہونے کے بعد عیسائی قابض ہوئے تو عرب اور بربر دوسرے علاقوں میں منتشر ہو گئے۔ بعض مغرب و افریقہ چلے گئے اور موجودہ حکومت کا دامن تھام لیا۔ اس وجہ سے ان کا خط افریقی خط پر غالب آگیا اور افریقی خط مٹ گیا۔ قیروان اور مہدیہ کے خطوط ان کے رسم و رواج اور صنعتوں کے مٹ جانے کی وجہ سے بھول گئے۔ اب تمام افریقہ کا خط وہی اندلسی خط ہے جو تونس اور اس کے مضافات میں مروج ہے۔" [3]

مغربی یا اندلسی خط آج بھی قریب قریب اسی صورت میں رائج ہے جس میں صدیوں قبل تھا اور اس میں کوئی نمایاں تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ آج کل افریقہ میں خط مغربی کی چار اقسام، خط تونسی، خط الجزائری، خط فاسی، خط سوڈانی رائج ہیں مگر ان میں کچھ زیادہ فرق نہیں۔

اس خط میں تبدیلی پیدا نہ ہونے کی وجہ اس علاقے کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ عربی خط کلام اللہ کے ساتھ زمین پر اترا ہے اور خدا کے عطیہ میں تبدیلی تحریف کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ وہاں کے لوگوں نے ہر قسم کی اصلاح یا ارتقاء کا راستہ اس عقیدے کی بنا پر روک دیا۔

۱۔ انتشار الخط العربی۔ ۵۷

۲۔ خطوط المصاحف۔ ۴۷

۳۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ۲/۳۱۰

فيهم للنساء، ولاح في أعجازه مثل العقر وذلك المملوك
مثل السلمية بن حبيش نحيلا أنه حوت السطوح فليلة التبرك
يقول أنا راعي ضأن والضأن به أكل عشبه وأدومه رغبة وأكلا
من لا يقول كمروط ألا بل فهو شريح الراعي ولعلك موقنا
من الراعي قالوا أشعر من راعي ضأن ما بين لأنه يتعابا بها ويتغلبه
بعض عنها والنعجة موصوفة بشدة الأكل ودوامه ومن أكل
من الكمش والرمكة أكل من البرذون وقيل لا يعلم أحد الدواب
أكل فلا بد يرذونه رغوث فإذا كانت البرذونة أكل الدواب فعلى
حساب ذلك يزيد أكلها إذا أرضعت وبعلم أنه لو جمع أكل المرأة
من غزوه إلى الليل لكان أكثر من غزل الرجل ومشابه هكذا
فتكون في أكثر النساء ومن تنضج من غزوه إلى الليل وكذلك

ذكر العرج

ومن العرجان معاذ بن جبل قالوا وكان معاذ أعرج وكان يشبه
بإبراهيم خليل الرحمن ولم يكن في السلف أحسن جراءة ولا أنعم بدنا
من معاذ وسهل بن حنيف وقال النبي صلى الله عليه وسلم أمتي كل
من معاذ حتى خاتمه وكان يعرف من الزهاد السنة وفقهها
المشاهدون لمعنى الولايات وقبض القرآن وتعليم الناس الأحكام
وبزيهم العراق وهو ابن أقل من عشرين سنة وكان عند
رسول الله وجمعها وفي عيون المسلمين عظيما وقال الهيثم
إنما ذا أبو الهيثم بن سعيد بن معبد الطائي في أشياء أيد له قال بعض

(— اندلسي خط —)

ایران میں عربی خط

ایرانِ قدیم :

ایران کے قدیم باشندے آریائی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ تقریباً چار ہزار قبل مسیح میں پامیر سے ایران پہنچے۔ اوّل اوّل یہ بخارا و سمرقند میں آباد ہوئے پھر ایک گروہ ایران کے شمالی علاقے میڈیا میں اور ایک جنوبی علاقے پارس میں آباد ہوا۔ ان علاقوں پر اکثر آشوری حملہ آور ہوتے رہتے اور آریاؤں کو اپنی سلامتی کی خاطر خراج دینا پڑتا۔ سات سو قبل مسیح میں آل مار کے دیوکس (Diokes) نے آشوریوں پر فتح پاکر میڈیا میں آزاد حکومت قائم کی اور ہمدان کو دارالسلطنت قرار دیا۔ دیوکس (Diokes) ۶۵۵ قم میں مرا۔[1] اس کے بعد اس کی اولاد حکومت کرتی رہی مگر جلد ہی یہ لوگ مختلف ٹکڑوں میں منقسم ہوگئے۔

۵۵۵ قم کے لگ بھگ ہخامنش نے بکھرے ہوئے قبائل کو اکٹھا کر کے آزاد حکومت تشکیل دی اور اس طرح وحشی قبائل کو مہذب بنا دیا۔ اس کے بعد کوروش اعظم ۵۵۰ قم میں بادشاہ بنا۔ اس کا دور ایران کی تاریخ کا تابناک دور تھا۔ اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ۳۳۴ قم میں سکندر کے ہاتھوں ہوا۔[2]

قدیم ایرانی خط :

کوہ بے ستون سے ہخامنشی دور (۵۵۵ قم تا ۳۳۴ قم) کے بادشاہ داریوش اعظم کے دور کے کتبے دریافت ہوئے ہیں جن کا زمانہ ۵۲۱ قم تا ۴۸۵ قم کا ہے۔ ہخامنشیوں کی زبان قدیم فارسی تھی اور اس کا رسم الخط میخی تھا جو کہ بابل و نینوا میں رائج تھا اور ان سے ایرانیوں

۱۔ تاریخ ایران ص ۱/ ۱۸ : ۱۹

۲۔ ؍؍ ؍؍ ص ۱/ ۱۸۲

نے حاصل کیا تھا۔ (میخی خط کا مفصل ذکر قدیم ابتدائی رسم الخط کے ضمن میں کیا گیا ہے)
۱۸۹۸ء میں فرانسیسیوں نے "شوش" نامی شہر سے کچھ کتبے دریافت کیے جو کہ بے ستون کے کتبوں سے بعد کے زمانے کے ہیں۔ یہ قدیم فارسی، عیلامی اور آشوری زبانوں میں ہیں۔[1]

قدیم فارسی خط کے بارے میں ابن ندیم لکھتے ہیں:۔

" پہلا شخص جس نے فارسی میں تحریر و کتابت کا آغاز کیا وہ بیوراسپ بن ونداسپ ضحاک ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے طرحِ کتابت ڈالی وہ جمشید بن اونجہان تھا۔

بستاسپ کے بادشاہ بننے کے بعد تحریر و کتابت کا دائرہ وسیع ہوا۔ جب زردشت کا ظہور ہوا تو اس نے اپنی کتب کو تمام زبانوں میں پیش کیا جس پر بہت سے لوگوں نے اپنے آپ کو کتابت سیکھنے کے لیے تیار کیا۔ عبداللہ بن مقفع کا قول ہے کہ فارسی زبان پہلوی، دری، فارسی، خوزی اور سریانی سے تعبیر ہے۔ پہلوی پہلا سے نکلا ہے جو ان پانچ شہروں کا نام ہے، اصفہان ری۔ ہمدان، ماہ نہاوند، آذربائیجان "۔[2]

ابن ندیم نے ابن مقفع کے حوالے سے ایران کے قدیم سات خطوط کا ذکر کیا ہے جو "دین دفتریہ" (جس میں مقدس کتاب اوستا کی کتابت کی جاتی تھی) "ویش دبیریہ" (جس کے ۳۶۵ حرف تھے) "گستج، نیم گستج، شاہ دبیریہ، نامہ دبیریہ، رازسہریہ ہیں۔[3] (ان خطوط کا مفصل ذکر قدیم خطوط کے ضمن میں کیا گیا ہے)

ساسانی دور ۲۲۶ء تا ۶۵۲ء کو فارسی کا متوسط دور سمجھا جاتا ہے۔ اس وقت فارسی زبان کو پہلوی رسم الخط میں لکھا جاتا تھا۔ پہلوی رسم الخط کی دو شاخیں تھیں۔

۱۔ تاریخ ایران ص ۱/ ۲۱۱

۲۔ کتاب الفہرست ص ۲۸

۳۔ کتاب الفہرست ص ۲۹ : ۳۰

۱۔ پہلوک ، جسے اشکانی بھی کہتے ہیں۔
۲۔ پارسک ، جسے جنوب مغربی پہلوی اور ساسانی کہتے ہیں۔ [۱]

ساسانی سلطنت کے بادشاہ خسرو پرویز (۵۹۰ء تا ۶۲۸ء) کے عہد میں رسول عظیم الشان حضرت محمدؐ نے ۶ھ بمطابق ۶۲۸ء میں خسرو کے نام ایک خط لکھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی گئی تھی۔ مگر اس بدبخت نے نامہ رسولؐ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جس پر آپ نے اس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی پیشین گوئی فرمائی۔ [۲]

صحیح بخاری میں ہے کہ:-

"عن عبداللہ ابن عباس اخبرہ ان رسول اللہ بعث بکتابہ رجلا وامرہ ان یدفعہ الی عظیم البحرین فدفعہ عظیم البحرین الی کسری فلما قراۃ مزقہ فحسبت ان ابن المسیب قال: فدعا علیھم رسول اللہ ان یمزقوا کل ممزق"

"حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے اپنا ایک خط ایک شخص کے ہاتھ بھیجا کہ وہ اسے بحرین کے حاکم کو دے آئے۔ حاکم بحرین نے اسے کسریٰ تک پہنچایا۔ کسریٰ نے اسے پڑھ کر چاک کر ڈالا۔ ابن سیب نے کہا۔ اس پر حضورؐ نے اس کو بددعا دی کہ یہ بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔" [۳]

یہ ایران میں اسلامی دعوت کا آغاز تھا۔ بعد ازاں حضورؐ کی پیش گوئی کے مطابق خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا اور اس کی سلطنت کا بھی شیرازہ بکھر گیا۔

۱۔ تاریخ خطاطی ص ۱۱۱
۲۔ تاریخ ایران ص/۵۰۷
۳۔ صحیح بخاری۔ ص ۱/۸۷-۸۷ - حدیث ۱۵۲۵

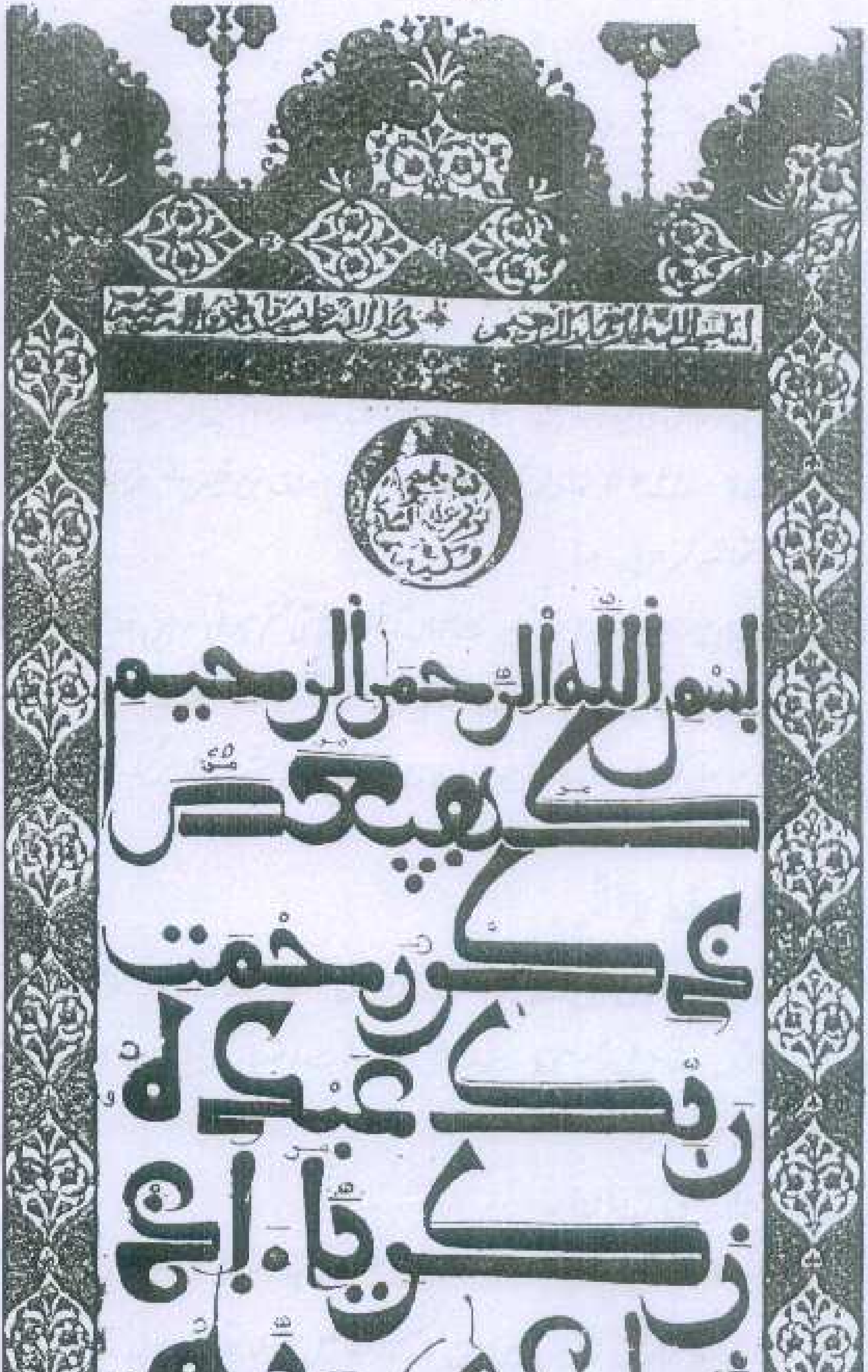

کتبہ محمد خان (ایران) — آغاز سورۃ مریم (1893ء)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور خلافت (۱۱ھ/۶۳۲ء تا ۱۳ھ/۶۳۴ء) میں ایران اور روم دونوں کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ شروع ہو گئی۔ آپؓ نے خالد بن ولید کو ایران پر حملہ کے لیئے بھیجا جہاں کچھ فتوحات کے بعد آپ روم روانہ ہو گئے۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور (۱۳ھ/۶۳۴ء تا ۲۴ھ/۶۴۵ء) میں قادسیہ کے مقام پر (۱۵ھ) سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں ۳۰ ہزار مسلمانوں نے ۶۰ ہزار ایرانیوں کو شکست دی۔ بعد ازاں نعمان بن مقرن نے (۲۱ھ) نہاوند کی جنگ میں اور احنف بن قیس نے خراسان میں فتح حاصل کرکے ایرانی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔[1]

اس طرح ایران پر اسلام کے غلبہ سے جہاں آتش پرستی ختم ہوئی وہیں قدیم پہلوی خط بھی رخصت ہوا اور پہلوی زبان کے لیئے عربی رسم الخط اختیار کیا گیا۔ آہستہ آہستہ عربی خط نے ۸۰۰ء تک پورے ایران پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس میں اصلاح و ترقی کا عمل شروع ہو گیا۔

فارسی زبانوں پر عربی خط کا اثر:

فارسی زبانیں آریائی زبانوں میں سے ہیں اور ایران افغانستان اور بلوچستان میں مروج ہیں ان کی بہت سی شاخوں نے عربی رسم الخط سے متاثر ہو کر اسے اختیار کر لیا۔ آج کل مندرجہ ذیل زبانیں عربی خط میں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ جدید فارسی زبان:

یہ ایران کی سرکاری زبان ہے اور ۱۸۳۱ء تک ہندوستان کی زبان بھی رہی۔ اسلام سے قبل ایران میں پہلوی یا متوسط فارسی زبانیں تھیں جن کا رسم الخط بھی پہلوی تھا۔ عربوں کے ایران فتح کرنے کے بعد کوفی رسم الخط ایران میں داخل ہوا اور ایرانیوں نے اسے اختیار کر لیا جو کہ بعد میں دوسرے

۱۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ص ۱/ ۹۲: ۹۶

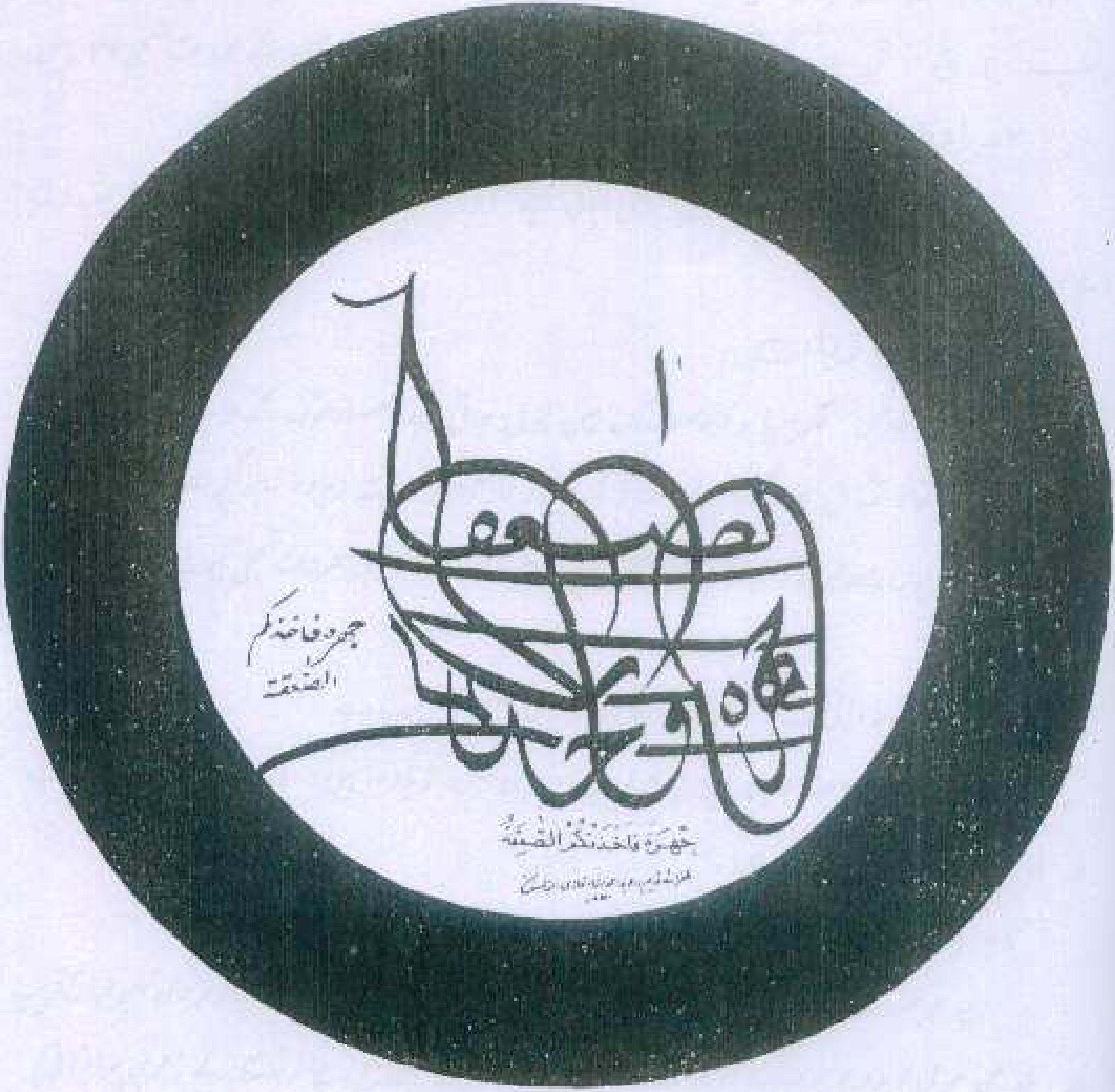

طغرای تقدیم احمد شاه غازی افغانستان

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

مشہور رسوم الخط میں بدل دیا گیا۔ عربی کے برعکس فارسی میں چند حروف زیادہ ہیں مثلاً
پ ، چ ، ژ اور گ جس کا تلفظ "G" کی طرح ہے۔ فارسی کے حروف تہجی ۳۲ ہیں۔

۲۔ افغانی یا پشتو :

یہ افغانستان کے علاقہ میں بولی جاتی ہے اور اس کا رسم عربی نسخ ہے جو اشاعت اسلام کے بعد اختیار کیا گیا۔

۳۔ کردی زبان :

کردی فارسی آرمینیا و کردستان میں بولی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے ملاپ سے اس میں عربی اور فارسی کے الفاظ شامل ہو گئے۔ عربی الفاظ کی تعداد فارسی کی نسبت زیادہ ہے کچھ الفاظ ترکی کے بھی ہیں۔ یہ کئی صدیوں سے عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ کردی، عربی حروف تہجی پر پانچ حروف کا اضافہ کرتے ہیں۔

ڤ : (تین نقاط والی ف) اس کا تلفظ انگریزی "V" جیسا ہے۔

باقی چار حروف وہی ہیں جو عربی پر فارسی میں زیادہ ہیں۔ اور تین عربی حروف، ث ذ اور ض کردی میں نہیں ہیں۔[1]

۴۔ بلوچی زبان :

یہ بلوچستان اور مکران کے علاقوں میں بولی جاتی ہے، جدید فارسی اور کردی لہجوں کے قریب ہے۔ بلوچی عربی حروف پر سات حروف کا اضافہ کرتے ہیں جن میں چار فارسی کے (عربی پر اضافی) اور تین ہندی کے اضافی (عربی پر) ہیں۔[2]

۱۔ انتشار الخط العربی ص ۶۹

۲۔ انتشار الخط العربی ص ۷۰

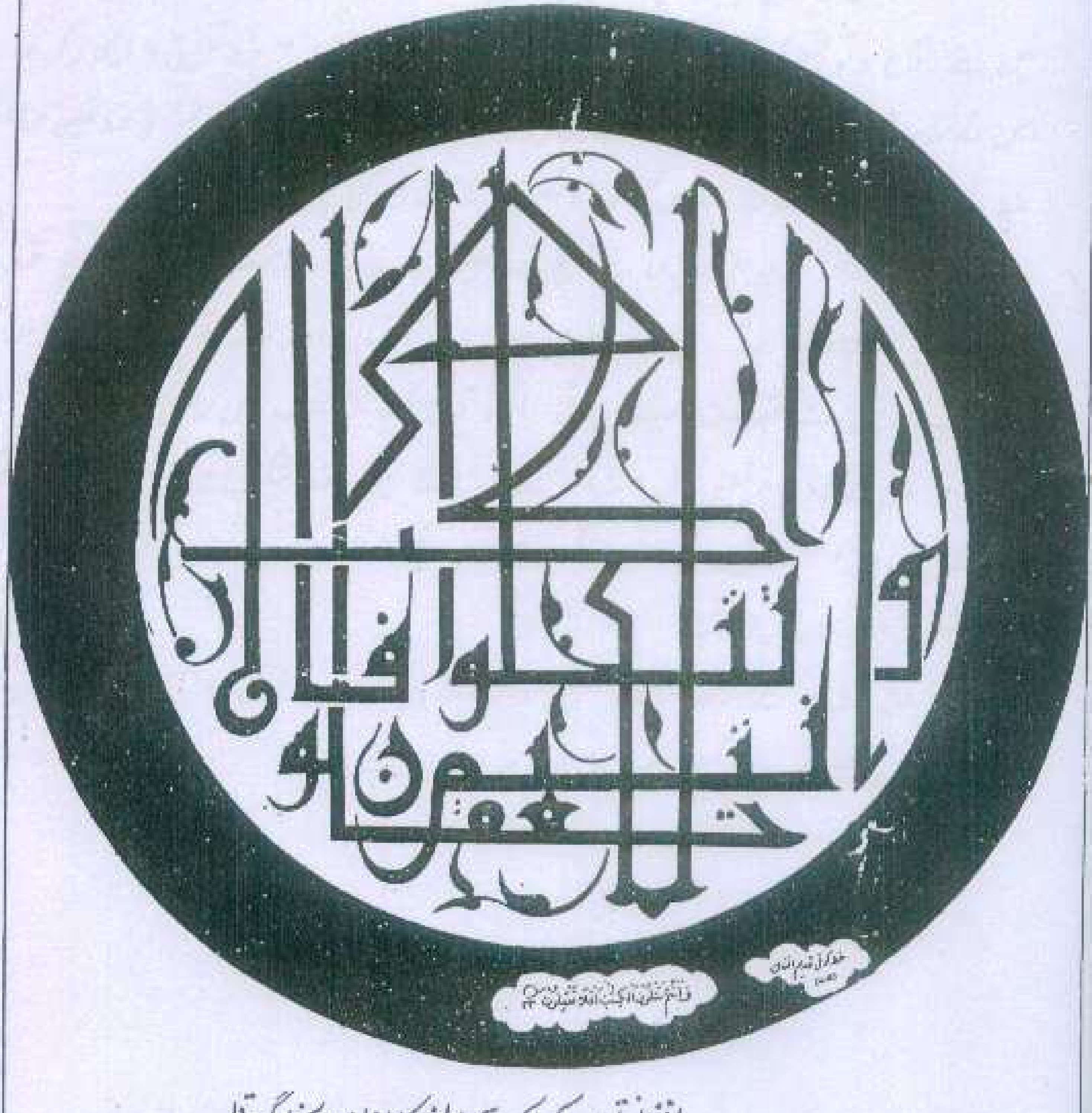

افغانستان کے ایک رسم الخط کا انداز ، بخط گوہر قلم

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

ایرانی رسم الخط

سنہ ۳۰۰ھ میں جب دنیائے عرب میں چھ نئے خطوط ایجاد ہوئے تو ایرانیوں نے ان میں سے رقاع و توقیع کی آمیزش اور معمولی تبدیلی سے ایک نیا خط " خط تعلیق " ایجاد کر لیا۔ اس کے موجد حسین بن حسین علی فارسی تھے جن کا زمانہ ۳۲۲ھ تا ۳۷۲ھ کا ہے۔[1] ((خط تعلیق اور صاحب خط کے زمانہ میں بہت اختلاف ہے جس کا ذکر "خط تعلیق" کے ضمن میں کیا گیا ہے))

بعد ازاں ملا میر علی تبریزی نے نسخ اور تعلیق کے ملاپ سے ۸۰۰ھ میں ایک نیا خط " نستعلیق " ایجاد کیا۔[2] یہ خط تعلیق سے زیادہ آسان اور مؤثر تھا۔ اس کو ایران و ہندوستان میں بہت مقبولیت نصیب ہوئی اور آج تک ان ممالک میں رائج ہے۔

ان کے علاوہ مرتضیٰ قلی شاملو نے ۱۱۰۰ھ میں خط شکستہ ایجاد کیا اور مرتضیٰ قلی کے منشی مرزا شفیع نے خط شکستہ میں مزید نکھار اور ردو بدل پیدا کر کے ایک نیا خط " خط شفیعہ " ایجاد کر لیا۔[3]

ان خطوط کے ساتھ ساتھ نسخ، رقاع، ثلث، محقق، ریحان، دیوانی اور کوفی خط بھی کسی نہ کسی صورت میں موجود رہے۔

۱۔ اطلس خط ص ۳۰۴

۲۔ نذرِ حسن (خط کی کہانی مخطوطات کی زبانی) ص ۱۷۸

۳۔ تاریخ خطاطی ص ۱۲۶

خط شکسته

ایرانی خطاطی۔

فارسی میں قدیم ترین دستاویز سنہ ۱۰۱ھ کا ایک معاہدہ ہے جسے مرجلیوث نے اپنے رسالے میں شائع کیا۔ اس سے خط تعلیق کی ابتدائی علامات واضح نظر آتی ہیں اس کے بعد سنہ ۴۳۰ھ میں بیہقی کے ہاتھ سے لکھی گئی ان کی اپنی کتاب ہے جو نیشاپور میں دستیاب ہوئی۔ پھر موفق ہروی کی کتاب "الابنیہ" ہے جس کا زمانہ سنہ ۴۳۸ھ کا ہے یہ خط کوفی میں لکھی گئی ہے۔ [۱]

عہد سلاجقہ سنہ ۴۲۹ھ تا سنہ ۵۵۲ھ کے قرآن مجید کے نسخوں میں ایرانی طرز کا خط کوفی درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ نقش و نگار کے اضافہ نے خطاطی کو مزید زیب و زینت دی۔ موزۂ برطانیہ میں قرآن کا ایک نسخہ جس پر جمادی الاولی سنہ ۴۲۷ھ کی تاریخ درج ہے موجود ہے جس کے چند صفحات بہت آراستہ و پیراستہ ہیں۔ اس کے علاوہ دامغان میں پیر علمدار کے برج سنہ ۴۱۷ھ کی اندرونی دیواروں پر بھی زیبائشی کوفی سے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں۔ [۲]

عہد سلاجقہ میں قرآن کا متن خط نسخ اور سورتوں کے عنوان خط کوفی میں درج کیے جاتے تھے۔ اوراق پر رنگین حاشیے لگائے جاتے اور مصوروں کے نام لکھنے کی جگہ کے ساتھ نخلِ خرما کی تصویر بنائی جاتی۔ ہر آیت کے بعد گلاب کا پھول اور جدول کے قریب بیل بوٹے بنائے جاتے۔ قرآن مجید کا پہلا صفحہ عموماً خالص صنعت گری اور تزئین کے لیے مخصوص ہوتا۔ برٹش میوزیم میں قرآن مجید کا ایک نسخہ موجود ہے جو 1036ء میں لکھا گیا تھا۔ صناع نے پورے پانچ صفحات میں اپنے جوہر تخلیق سے کام لے کر تزئین کا کام دکھایا ہے۔ یہی اسلوب منگولوں کے زمانے میں بھی رائج رہا۔ [۳]

تیموری دور میں میر علی تبریزی نامی ایک مشہور خطاط تھا جس نے خط نستعلیق ایجاد کیا۔ سنہ ۹۰۰ھ میں سلطان علی مشہدی کو خط نستعلیق کا استاد سمجھا جاتا تھا۔ بابر نے اپنی تزک

۱۔ انتشار الخط العربی ص ۶۴

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ ص ۱۵/ ۹۶۸

۳۔ میراث ایران ص ۱۹۴

خط نستعلیق فارسی

میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ سلطان علی نے میر علی شیر نوائی کے دیوان کے ایک نسخے کی کتابت ۹۰۵ھ میں کی جو میٹرو پالیٹن میوزیم میں محفوظ ہے۔ سلطان حسین (متوفی ۹۱۱ھ) نے اسے "قبلۃ الکتاب" کا خطاب دیا۔[1]

صفوی عہد حکومت ۹۰۶ھ تا ۱۱۳۵ھ میں فن خطاطی نے بے انتہا ترقی کی۔ تبریز کے صفوی دربار کا ایک مشہور خطاط سلطان محمد نور تھا جو سلطان علی مشہدی کا شاگرد تھا۔ اس نے "خمسہ نظامی" کی کتابت کی۔

شاہ اسماعیل (۹۰۷ھ تا ۹۳۰ھ) کے دور حکومت میں شاہ محمود نیشاپوری ایک صاحب طرز خطاط تھا۔ شاہ اسماعیل اسے بہت پسند کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا "خمسہ" کا نسخہ موزہ برطانیہ میں محفوظ ہے۔[2]

صفوی عہد ہی کے ایک خطاط میر عماد حسن سیفی قزوینی تھے جنہیں ہفت قلم ماہر خطاط کا درجہ حاصل تھا۔ ان کا نام ان پانچ خطاطوں میں ہے جنہوں نے خط نستعلیق کی عمارت کھڑی کی تھی۔ آپ کا اسلوب اور فن بہت مشہور تھا۔ ان کو ۱۰۲۴ھ میں قتل کرا دیا گیا۔[3]

صفوی عہد میں سونے کے پانی سے بھی خطاطی اور گلکاری کی گئی اور صفحات پر حاشیے کا رواج بھی عام تھا۔ مولانا حسن بغدادی اپنے دور میں تذہیب کے کام میں بہت معروف تھے۔

ناصر الدین قاچار (۱۲۶۴ھ تا ۱۳۱۳ھ) کے دور میں میرزا فتح علی شیرازی اور میر عماد کے شاگرد آقا عبدالرشید دیلمی بہت عمدہ خطاط تھے۔ دیلمی کے چراغ فن سے برصغیر میں بلند پایہ خطاطی کا چراغ روشن ہوا۔[4]

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ص ۹۶۴/۱۵

۲۔ " " " ص ۹۶۵/۱۵

۳۔ صحیفۂ خوشنویسان۔ ص ۱۶۴

۴۔ تاریخ خطاطی۔ ص ۱۲۵

باب پنجم

برصغیر پاک و ہند

عربی خط کی آمد تا زوالِ سلطنت مغلیہ

پاکستان میں خطاطی

برصغیر پاک و ہند

پچیس سو سال قبل مسیح میں جب وادی دجلہ و فرات میں "سومیری" تہذیب کا دور دورہ تھا۔ وادی سندھ میں "دراوڑ" قوم بستی تھی۔ ۲۰۰۰ ق م میں جنوبی یورپ سے آنے والی آریا قوم نے دراوڑوں کو شکست دے کر اپنی حکومت قائم کرلی۔ آریاؤں نے اس سرزمین پر صدیوں حکومت کی۔ وادی سندھ میں ملنے والی قدیم تحریروں اور ساز و سامان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تصویری زبان، کھروشتی، برہمنی، آریائی، سنسکرت، دیوناگری زبانیں اور رسم الخط مروّج رہے۔[1]

ہند میں عربی خط کی آمد

ہندوستان کے ساتھ عربوں کے تعلقات قدیم زمانے سے تھے۔ ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں عرب تاجروں کے لیئے بڑی کشش تھی۔ ان کو یہاں تجارتی سامان اور ہر قسم کی اشیاء وافر اور کم قیمت ملتی تھیں۔ اسے اکثر تجارتی قافلے ادھر کا رخ کرتے تھے۔ یہی تعلق ہند میں عربی خط کے فروغ کا باعث بنا۔

بزرگ بن شہریار رامہرمزی کی تصریح کے مطابق عہد رسالت ہی میں ایک "وفد سراندیپ" (سری لنکا) سے مدینہ روانہ ہوا تھا جو بعض رکاوٹوں کی وجہ سے عہد فاروقی کی ابتداء میں وہاں پہنچا اور براہ راست اسلام کا علم حاصل کیا۔[2]

عہد فاروقی کی ابتداء ۱۵ھ میں عثمان بن ابوالعاص ثقفی نے اپنے بھائی حکم بن ابوالعاص ثقفی کو بھڑوچ (ہندوستان) اور مغیرہ بن ابوالعاص کو دیبل کی مہم پر روانہ کیا۔ انہیں دشمن کے مقابلے میں کامیابی

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۳۲

۲۔ ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں۔ ۲۴

نصیب ہوئی۔

۲۱ھ یا ۲۲ھ میں مکران فتح ہوا۔ اسی طرح مختلف اوقات میں چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں کئی علاقے مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گئے۔ سب سے موثر اور طاقتور حملہ ولید بن عبدالملک کے دورِ حکومت (۸۶ھ/۷۰۵ء تا ۹۶ھ/۷۱۵ء) میں محمد بن قاسم نے ۹۲ھ بمطابق ۷۱۱ء میں دیبل کی بندرگاہ پر حملہ کر کے فتح حاصل کی۔ اسی طرح مختلف علاقے فتح کرتا ہوا ۹۴ھ بمطابق ۷۱۳ء ملتان پر قابض ہو گیا۔ بعد ازاں مکمل سندھ، پنجاب اور کشمیر کے علاقوں کو بھی فتح کر لیا۔ [1]

مسلمانوں کے سندھ اور ملحقہ علاقوں میں عمل دخل کی وجہ سے عربی خط قرآن مجید کی صورت میں ان علاقوں تک پہنچا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن پاک تدوین کے مراحل سے گذر کر اشاعت کے مرحلہ میں پہنچ گیا۔ حضرت علیؓ کے دور میں اس کے رسم الخط میں کی گئی اصلاح نے اسے عجمیوں کے پڑھنے کے قابل بنا دیا۔ ابتداء میں جو بھی عرب ہندوستان آتے اپنے ساتھ قرآن کی کتابت شدہ آیات لاتے۔ اس طرح قرآن کے پھیلنے سے عربی خط بھی پھیلتا رہا۔ ادھر عرب میں عربی رسم الخط میں اصلاح اور ارتقاء کا عمل جاری تھا۔ ۸۶ھ میں خالد الھیاج نے کوفی خط کو آرائشی صورت میں لکھ کر خطاطی کا آغاز کر دیا۔ [2]

برصغیر میں بھنبھور (سندھ) کے مقام پر ایک قدیم اور معدوم مسجد کا کتبہ نہایت صاف تزئینی خطِ کوفی میں لکھا ہوا ہے۔ یہ مسجد ۲۹۳ھ میں امیر محمد بن عبداللہ کے حکم سے تعمیر کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ دہلی کی مسجد "قوت اسلام" جسے ۵۹۳ھ میں قطب الدین ایبک (متوفی ۶۰۷ھ) نے تعمیر کرایا تھا برصغیر کی قدیم ترین مساجد میں سے ہے۔ اس کے کتبے کسی بلند پایہ خطاط کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ [3]

سندھ اور گرد و نواح میں مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے پر درس گاہیں اور مساجد بنانے کا سلسلہ چل نکلا۔ مساجد کی تزئین و آرائش اور خطاطی مسلمانوں کے فنون کا حصہ تھی۔ امور مملکت کے چلانے ہر سلطنت

۱۔ تاریخ اسلام (شاہ معین الدین احمد) ص ۱۱

۲۔

۳۔ تاریخ خطاطی ۲۰

یا رحمٰن

شد آن جہان دامن کشان جوانِ چمن وین
روان دان جام غانِ چمن گوئی نسیم وین
چو آئی سوئی چمن گل اندر دن بسوئی تو
روان چو جان زتن آمدن کفن وین

ضمیر شمس الدین ۱۹۱۳ء

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

اور دیگر معاملات میں عربی خط کو متعارف کرایا گیا۔ عربی خط کی لطافت، روانی اور شستگی سے متاثر ہو کر ہندوستانی زبانوں کے لیے بھی اسی رسم الخط کو اختیار کر لیا گیا۔

محمد بن قاسم کے بعد محمود غزنوی تک کے دور کی خطاطی کا کوئی خاص نمونہ میسر نہیں ہے۔ برصغیر میں مسلم حکومت کا دوسرا دور ۳۶۷ھ سے شروع ہوا جب سبکتگین نے شمال مغرب کے درہ سے داخل ہو کر برصغیر پر حملہ کیا اور ملتان تک پہنچ گیا۔ ۳۸۷ھ میں اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمود غزنوی تخت نشین ہوا۔[1] اس دور میں برصغیر میں خط نسخ بھی وارد ہو چکا تھا۔ چنانچہ یہاں کوفی، نسخ اور ان کی ترمیم شدہ شکلیں رائج تھیں۔ خطاطی زیادہ تر قرآنی کتابت تک ہی محدود رہی۔ عہد غزنوی کے نمونوں میں سلطان محمود کا ایک سکہ ہے جسے "ٹنکہ" کہا جاتا تھا۔ اس کے دونوں طرف عربی اور سنسکرت عبارتیں تحریر ہیں۔ اس عہد کا ایک اور مخطوطہ داتا گنج بخش کی کتاب "کشف المحجوب" ہے جسے ابو حامد نامی کاتب نے ۴۳۶ھ میں تحریر کیا۔ یہ مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ اسی طرح احمد آباد (گجرات) میں "کاچ" نامی مسجد میں ایک کتبہ عربی میں خط نسخ میں تحریر شدہ موجود ہے۔[2]

اس عہد کے دیگر کتبات کو بھی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزنوی دور کے آخر ۵۸۶ھ تک خط کوفی اپنی ارتقائی صورت میں اور نسخ ابتدائی صورت میں برصغیر میں موجود تھا۔ یہاں کے کاتب ابن مقلہ (متوفی سنہ ھ) اور ابن البواب (متوفی سنہ ھ) کی طرز کو اپنا رہے تھے۔ بعد ازاں دیگر تمام خاندانوں غوری، غلاماں، خلجی، لودھی، تغلق وغیرہ کے عہد حکومت کے دوران بھی عربی خط اور خطاطی کو ترقی دی گئی۔ سلطان ناصر الدین محمود (متوفی ۶۶۴ھ) قرآن مجید کی کتابت خود کرتا تھا۔ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ ابن بطوطہ نے بھی دیکھا تھا۔[3]

۱۔ تاریخ سندھ ۱/۳۱۹

۲۔ برصغیر میں خطاطی (مقالہ) انجم رحمانی۔

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵/ ۹۶۷

غیاث الدین بلبن (متوفی ۶۸۵ھ) نہایت عقلمند، مدبر اور متقی بادشاہ تھا۔[1] قرآنی خطاطی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتا تھا اور جو کاتب اس کو قرآن کا نسخہ لکھ کر پیش کرتا اسے خوب نوازتا اور پھر قرآن کا وہ نسخہ کسی مستحق فرد کو جو اسے پڑھنا چاہتا ہو ہدیہ کر دیتا۔

بلبن کا بڑا لڑکا سلطان محمد خان شہید (شہید ۶۸۳ھ) نہایت علم دوست اور شیخ سعدی کا بہت معتقد تھا۔ امیر خسرو بھی خان شہید کے دربار سے متعلق تھے۔ شیخ سعدی نے خان کو اپنے اشعار کی دو بیاضیں خوبصورت خط میں لکھی ہوئی بھیجی تھیں۔[2]

خاندان خلجی (۶۸۹ھ تا ۷۲۰ھ) اور خاندان تغلق (۷۲۰ھ تا ۸۰۲ھ) کے ادوار حکومت میں بھی خطاطی کا مقام بلند رہا۔ اس زمانہ میں خطاطی کے نمونے اور مخطوطے تیار کرنے والے ادارے بھی قائم تھے۔ سلطان محمد تغلق اتنا عمدہ خطاط تھا کہ بڑے بڑے اساتذہ فن اس کے خط کو دیکھ کر ششدر رہ جاتے تھے۔ راجپوتانہ سے ملنے والے کتبات میں سے خواجگی بن منہاج الاصفی کا کتبہ (۷۸۶ھ)، کاٹھیاواڑ میں مقام بھڑوچ کی عیدگاہ کا کتبہ، خطاطی کے ارتقائی عمل کا ثبوت ہیں۔[3]

لودھی عہد حکومت (۸۵۵ھ تا ۹۳۲ھ) میں خطاطی کی سرپرستی کی گئی۔ لودھی عہد کے کتب خانے کا بابر نے بھی ذکر کیا ہے جس میں نادر و نایاب قلمی مخطوطے تھے۔ لاہور عجائب گھر میں سکندر لودھی (متوفی ۹۲۳ھ) کے زمانے کا کتبہ خط ثلث میں لکھا ہوا موجود ہے۔[4]

مغلیہ دور (۹۳۲ھ/۱۵۲۶ء تا ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۸ء)

۹۳۲ھ بمطابق ۱۵۲۶ء میں بابر نے پانی پت میں ابراہیم لودھی کو شکست دی اور ہمایوں نے آگرہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت بنائی۔[5]

۱- تاریخ سندھ ۳۵۵/۱

۲- " " ۳۵۸/۱

۳- برصغیر میں خطاطی (مقالہ انجم رحمانی)

۴- " " "

۵- [illegible] مختصر تاریخ [illegible] ۲۶۷/

مغلیہ دور میں خطاطی کو بہت عروج حاصل ہوا۔ اکثر مغل حکمران یا تو خود ماہر خطاط تھے یا پھر خطاطی کے انتہائی شوقین تھے۔ انہوں نے اس فن کو ہر ممکن طریقے سے ترقی دینے کی کوشش کی. خطاط اساتذہ کی سرپرستی کی اور ان کے فن پاروں کو شاہی کتب خانوں کی زینت بنایا۔ بابر جب برصغیر آیا تو اپنے ساتھ دبستان ہرات کے استاد خطاطوں کو بھی لایا۔ اس نے ایک خط "بابری" کے نام سے جاری کیا. بابر چونکہ بادشاہ تھا اس لیئے اس زمانہ کے اہل قلم نے "الناس علی دین ملوکھم" کے مصداق اس کا اتباع کیا اور خط بابری نے خوب رواج پایا۔ اس خط میں بابر نے قرآن مجید کا ایک نسخہ کتابت کرا کے مکہ معظمہ بھیجا تھا۔ [1] خط بابری میں یہ نسخہ کتاب خانہ آستان قدس مشہد میں موجود ہے۔ اس کا کاغذ اور تذہیب کشمیری ہے۔ سورتوں کے عنوان سنہرے رنگ کے اور آیات کے مابین فاصلے زرفشاں ہیں۔ [2] بابر کے بعد اس خط کا انحطاط شروع ہوا. نسخ اور نستعلیق نے اس کی آب وتاب کو ماند کر دیا اور عہد اکبری تک یہ تقریباً معدوم ہو چکا تھا۔ اس زمانے میں نستعلیق ایران سے ہندوستان میں داخل ہوا اور فن خطاطی میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس کے بانکپن شستگی اور نزاکت ولطافت سے اس فن میں صد درجہ دلکشی پیدا ہو گئی۔ انہی خوبیوں کی بنا پر یہ ہندوستان میں نسخ سے زیادہ مقبول ہو گیا۔

۹۳۷ھ بمطابق ۱۵۳۰ء بابر کی وفات کے بعد ہمایوں تخت پر بیٹھا، مگر ۹۵۲ھ بمطابق ۱۵۴۵ء میں شیر شاہ سوری (متوفی ۹۵۲ھ / ۱۵۴۵ء) کے ہاتھوں شکست کھا کر ایران چلا گیا۔ وہاں اس نے دو سال قیام کیا۔ شیر شاہ کے مرنے کے بعد اس نے ایرانی فوجوں کی مدد سے کابل اور قندھار واپس لے لیئے اور ۱۵۵۵ء میں دہلی پر قبضہ کر لیا۔ [3]

---

1. صحیفہ خوشنویسان۔ ۲۰۷
2. اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۹۷۶/۱۵
3. ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ۔ ۲۶۹/۲

ایران سے واپسی پر ہمایوں اپنے ساتھ دو ماہر خطاطوں خواجہ عبدالصمد شیریں قلم اور میر سید علی تبریزی کو بھی لایا۔ ان خطاطوں نے شاہی سرپرستی میں بڑی آسودگی سے فن کی خدمت کی۔ ہمایوں کے دور میں خواجہ سلطان علی، عبدالحیٔ، میر سید علی بھی بہت اعلیٰ پائے کے خطاط تھے۔ خواجہ سلطان علی کو اکبر نے اپنے عہد میں افضل خان کا خطاب دیا تھا۔[۱]

ہمایوں کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین اکبر ۹۶۳ھ / ۱۵۵۶ء میں تخت نشین ہوا۔ اپنے آباء و اجداد کی طرح اسے بھی فنونِ لطیفہ کے ساتھ خاص شغف تھا۔ وہ خطاطی کے ساتھ ساتھ مصوری کا بھی دلدادہ تھا لہٰذا مصوری اور خطاطی دونوں فنون باہم مل کر ترقی کی راہ پر گامزن ہوئے۔ اکبری دور کے مشہور خطاط محمد حسین کشمیری زریں رقم، راجہ ٹوڈرمل کھتری، عبدالرحیم خانخاناں، عبدالرحیم عنبریں رقم، میر معصوم قندھاری، مولانا مقصود ہروی، مولانا محمد باقر اور امین مشہدی وغیرہ تھے۔

زریں رقم نے اکبر کے حکم سے آئینِ اکبری کا پورا نسخہ لکھا تھا جس میں مشہور مصوروں نے تصاویر بنائی تھیں۔ اس نسخہ پر تین لاکھ روپے خرچ ہوئے۔[۲]

۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء میں اکبر کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر بادشاہ بنا تو اس نے بھی خط اور خطاطوں کی قدردانی کی۔ اس کے دور میں محمد ابن اسحاق ہراتی نامی کاتب کا لکھا ہوا مرزا کامران کا دیوان بانکی پور (پٹنہ) کے کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ میر خلیل اللہ، میر عبداللہ مشکین رقم، خواجہ محمد شریف، میرزا محمد حسین، شاہزادہ خسرو بن جہانگیر وغیرہ مشہور خطاط تھے۔ "جہانگیر کو میر عماد کے خط سے بہت لگاؤ تھا۔ ۱۰۲۴ھ / ۱۶۱۵ء میں میر عماد کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے جہانگیر نے کہا کہ کاش شاہ عباس اسے قتل کرنے کی بجائے میرے حوالے کر دیتا تو میں اسے موتیوں کے عوض لے لیتا۔"[۳]

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۵ / ۹۷۶

۲۔ آئینِ اکبری۔ ۱ / ۱۹۰

۳۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۲۳

جہانگیر کے بعد اس کے فرزند شاہجہان (متوفی ۱۰۷۶ھ/ ۱۶۵۷ء) کو مشہور خطاط میر عماد کے خط سے انتہائی لگاؤ تھا ۔ جو خطاط میر عماد مرحوم کی طرز پر خطاطی کرتا، شاہجہان اسے انعام و اکرام سے نوازتا تھا ۔ شاہجہان ۱۰۳۷ھ/ ۱۶۲۷ء میں مسند حکومت پر متمکن ہوا ۔ وہ خود بھی بہت اچھا خطاط تھا ۔ میر عماد کا بھتیجا عبدالرشید دیلمی اس کے دربار سے وابستہ تھا اور عام خطاطوں سے اس کا مرتبہ بہت بلند تھا جس کی بڑی وجہ شاہجہان کا میر عماد سے قلبی تعلق تھا ۔ خطاط عبدالباقی جو اورنگزیب کا اتالیق تھا اس نے ۳۰ اوراق میں پورا قرآن مجید لکھ کر شاہجہان کو دیا اور " یاقوت رقم " کا خطاب پایا ۔ حکیم رکن الدین رکنا کاشی نے جو ایران سے مغلیہ دربار میں آئے تھے، گلستان سعدی کا ایک نسخہ لکھا تھا جو اب " چیسٹربیٹی (انگلینڈ) کے مجموعے میں ہے ۔ [1]

شاہجہان کے فرزند اور درویش بادشاہ اورنگزیب عالمگیر (متوفی ۱۱۱۸ھ/ ۱۷۰۷ء) بھی صاحب طرز خطاط تھے اور راہ سے قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے ۔ آپ نے مصوری کی حوصلہ شکنی کی اور خطاطی کو فروغ دیا ۔ ان کے عہد میں سید علی خان جواہر رقم، ہدایت اللہ خان زریں رقم، پنڈت لکشمی رام، لالہ سکھ رام، منشی محبوب رائے اور منشی کمل رائے نامی خطاط تھے ۔ ان کے علاوہ مرزا جعفر کفایت خان جو خط شکستہ کے ماہر تھے، سید علی خان حسینی جو میر عماد کے مقلد اور اورنگزیب کے استاد تھے، سید محمد باقر، محمد عارف یاقوت رقم، میر محمد کاظم، مولانا حشمت اللہ، محمد افضل مقصود علی اور میر محمد کاشی وغیرہ بھی تھے ۔ [2]

اورنگزیب کے بعد ان کے بیٹے محمد معظم بہادر شاہ ظفر نے ۱۱۲۴ھ/ ۱۷۱۲ء تک اور پھر فرخ سیر نے ۱۱۳۱ھ تک حکومت کی [3] انحطاط کے اس دور میں بھی فن خطاطی کسی نہ کسی

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۔ ۱۵/ ۹۶۸

۲۔ تاریخ خطاطی ۔ ۱۵۸

۳۔ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ ۔ ۲/ ۳۰۳

طرح زندہ رہا۔ اس دور کے خطاطوں میں حاجی نامدار اور مرزا حاتم بیگ معروف خطاط تھے۔

سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد خطاطی کا فن بھی زوال کا شکار ہو گیا۔ پہلے اسے بادشاہوں کی سرپرستی حاصل تھی مگر بعد میں یہ صرف روزی کمانے کا ذریعہ رہ گیا۔ انگریزوں نے اپنے دورِ اقتدار میں فارسی و عربی زبان کو پس منظر میں دھکیلنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے مسلمانوں کے علوم و فنون پر بھی کاری ضرب پڑی۔ شاہی سرپرستی کے خاتمے سے ان علوم و فنون سے منسلک افراد بے سہارا اور معاشی طور پر خستہ حال ہو گئے۔ انحطاط کے اس زمانے میں اس فن کو انفرادی طور پر زندہ رکھنے کی کوششیں ہوتی رہیں اور اساتذہ فن اسے آگے منتقل کرتے رہے۔

مصورانہ خطاطی کا انداز

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

ہندوستانی زبانوں پر عربی خط کا اثر

ہندوستانی زبانیں آریائی زبانوں میں سے ہیں۔ عربی خط کی آمد سے قبل یہ زبانیں زیادہ تر سنسکرت یا دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی تھیں۔ مسلمانوں کی آمد سے عربی خط ہندوستان میں پھیلا اور رفتہ رفتہ یہ زبانیں عربی خط میں لکھی جانے لگیں۔ ان میں سے چند مشہور زبانوں کا ذکر بیان کرتے ہیں۔

دکھنی زبان:-

اسے دکھنی یا ہندی مدراسی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ جنوبی ہند کے مسلمانوں کی زبان ہے اور حیدرآباد دکن، مدراس اور جزیرہ دکن میں بولی جاتی ہے۔ عربی خط کی آمد سے اسے عربی رسم الخط میں لکھا جانے لگا۔

کشمیری زبان:-

یہ کشمیر میں بولی جاتی ہے۔ اسے عربی خط میں پانچویں صدی ہجری کے اوائل ۴۰۷ھ میں لکھا جانے لگا۔ [1]

سندھی زبان:-

سندھ کے علاقوں میں تین مختلف لہجوں میں بولی جاتی ہے، سرائیکی، لاڑی اور تھریلی۔ اس میں عربی کے کثیر الفاظ شامل ہیں۔ سندھ میں مسلمانوں کی حکومت کے آغاز ہی سے اسے عربی خطِ نسخ میں لکھا جانے لگا۔ دسویں صدی ہجری میں مولانا ابوالحسن سندھی نے "مقدمۃ الصلوٰۃ" نامی کتاب لکھ کر پہلی سندھی درسی کتاب کی بنیاد ڈالی۔ مولانا نے سندھی عربی رسم الخط میں پچاس سے زائد کتابیں لکھی ہیں۔ [2]

۱۔ انتشار الخط العربی ۵۶

۲۔ تاریخ سندھ ۱/ ۲۹۲

ملقی یا ملائی زبان۔

یہ جزیرہ نما "ملاک" اور "ملایا" میں مستعمل ہے۔ اس میں عربی اور سنسکرت کے بہت سے الفاظ شامل ہیں۔ عربی کی نسبت سنسکرت کے الفاظ زیادہ ہیں۔

ملائی زبان نے حروف تہجی عربی سے لے کر اس میں کچھ اصوات کا اضافہ کیا ہے جن میں "چ" (Ch) ڠ (تین نقاط والی عین) جسے (NJ) یا "ن غنہ" کے قریب بولتے ہیں۔ ڤ (تین نقاط والی فا) جسے "پ" (P) بولتے ہیں، ڬ (ایک نقطہ والی کاف) جسے "جا" کہا جاتا ہے۔ اور "ڽ" (تین نقاط والا نون) جسے "نیا" کہا جاتا ہے۔ [۱]

جاوی زبان۔

ہندوستانی زبانوں میں "جاوی زبان" جو جاوا میں بولی جاتی تھی، عربی خط کے زیر اثر یہ بھی عربی خط میں لکھی جاتی رہی۔ اس کے حروف تہجی عربی تھے مگر ان کی اصوات مختلف تھیں۔ بعد میں اسے انگریزی رسم الخط میں لکھنا شروع کر دیا گیا۔ [۲]

۱۔ انتشار الخط العربی۔ ۵۷

۲۔ " " " ۶۰

خطِ کوفی، نسخ اور ثلث کا شاندار امتزاج - از محمد شفیق

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

پاکستان میں خطاطی

سلطنت مغلیہ کے زوال سے ہندوستان میں اسلامی علوم کا مستقبل تاریک ہوتا نظر آنے لگا۔ انگریزوں نے برسراقتدار آتے ہی اس خطے میں اپنے علوم و فنون، رسم و رواج، تہذیب و تمدن زبان اور رسم الخط کو رائج کرنے کی کوشش کی۔ صدیوں سے مروج فارسی زبان جس میں بے شمار علمی و ادبی کام ہوا تھا، کو ختم کرنے کی کوشش کی جس میں کافی حد کامیاب رہے۔ عربی علما نے دینی اور مدارس عربیہ تک محدود تھی۔ خطاطی کی بنیاد یہی دونوں زبانیں تھیں۔ اردو ابھی نوزائیدہ ہی تھی کہ اس کو ختم کرنے کی کوششیں ہونے لگیں۔

انگریزوں کے دورِ اقتدار میں علوم و فنون کے ادارے ٹھپ ہو گئے اور کاتب بھوکوں مرنے لگے۔ چنانچہ انہوں نے کتابت کو خیرباد کہہ کر دوسرے کام شروع کر دیئے اور خطاطی ثانوی حیثیت اختیار کر گئی قلم کا رواج ختم ہونے لگا اور پین مروج ہو گئے۔ اس طرح خط مزید کمزور ہوتا گیا۔ انحطاط کے دور میں سرکاری سرپرستی نہ ہونے کی وجہ سے فن خطاطی کو خال خال کچھ اہل ذوق حضرات نے زندہ رکھا اور انفرادی طور پر اس کے فروغ کی کوششیں کیں۔

فرنگیوں نے اردو زبان کے لیے بھی انگریزی رسم الخط رائج کرنے کی کوشش کی مگر مسلمانوں نے اپنی زبان کا شدید دفاع کرتے ہوئے یہ کوشش ناکام بنا دی۔ پریس کی ایجاد سے بھی خطاطی پر اثر پڑا۔ کاتب چند روپوں کے عوض کتابت کر دیا کرتے تھے۔ نہ باریکی کا خیال تھا نہ جدت طرازی اور بطور فن ترقی دینے کا، بلکہ خطاطی محض پیٹ پالنے کا ذریعہ بن گئی۔

ہندوستان میں خطاطی کا مستقبل تاریک تھا مگر مسلمانانِ برصغیر کی قربانیوں اور انتھک جدوجہد کے نتیجے میں ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ پاکستان کی سرزمین جو اسلامی اصولوں کو آزمانے کی تجربہ گاہ کے طور پر حاصل کی گئی تھی فنِ خطاطی کی پناہ گاہ بن گئی۔ بے شمار مسلمان فن کار ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور

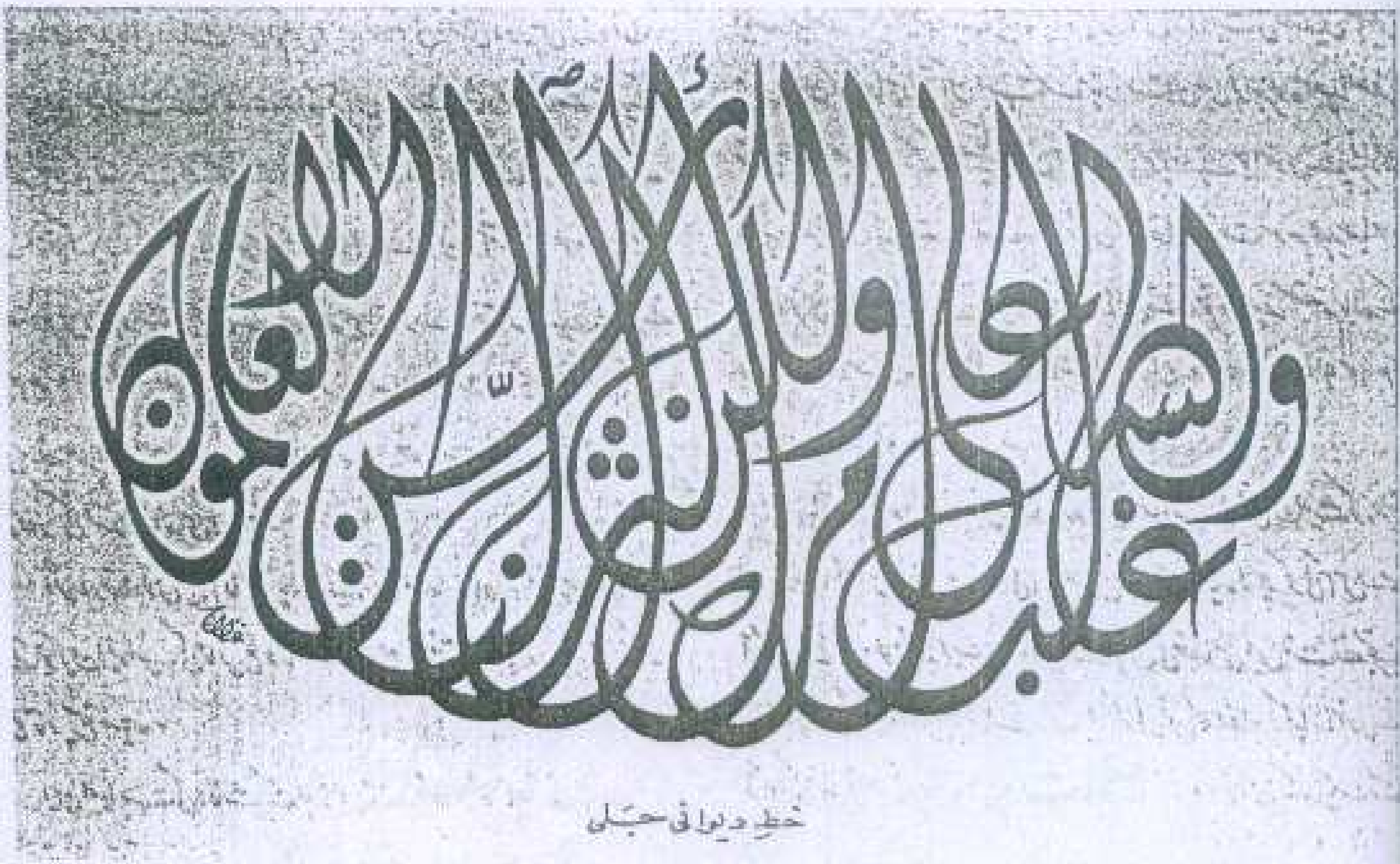

خطِ دیوانی جلی

بسم اللہ بخطِ ثلث

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

یہاں نئے جوش اور جذبے سے فن کی خدمت شروع کردی۔

پاکستان میں "لاہور" خطاطی کا مرکز بنا جو نئی مملکت کے وجود میں آنے سے پہلے ہی خطاطی کی پناہ گاہ بنا ہوا تھا۔ لاہور میں قدیم زمانے سے خطاط اس فن میں تجربات کر رہے تھے۔

اعجاز راہی کہتے ہیں:۔

"میں لاہور میں خطاطی کا بانی اس گمنام عظیم خطاط کو قرار دینا چاہتا ہوں جس کا نام محمد ادریس بن القصاب بلخی ہے۔ اب اس کا نام تاریخ کے صفحات پر موجود نہیں رہا لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ غزنیوں کے دور میں لاہور میں اکیڈمی قائم ہونے سے قبل ہی لاہور فن خطاطی سے متعارف ہو چکا تھا۔" [۱]

یہ تو تھی لاہور میں خطاطی کی ابتداء۔ اصل کام مرزا امام ویردی (متوفی ۱۸۸۰ء) سے شروع ہوا۔ امام ویردی کابل سے کسی وقت لاہور پہنچے اور مستقل ٹھکانہ بنا لیا۔ آپ ہفت قلم خطاط تھے مگر نستعلیق کو انتہائی حسین لکھتے تھے۔ جلی خط میں ان کا انداز منفرد اور دلکش تھا۔ امام ویردی کے فن پاروں میں شیخ امام الدین کی بنائی ہوئی سوتر منڈی والی مسجد کی پیشانی پر لکھے ہوئے اشعار، قزلباشوں کے امام باڑوں میں لکڑی پر کندہ قطعات اور نواب امام الدین اور اس کی والدہ کی قبروں (احاطہ داتا صاحب) پر لکھی عبارتیں فن کا شاہکار ہیں۔ [۲]

امام ویردی کے ہم عصر خطاطوں میں مولوی سید احمد امین آبادی اور احمد علی کشمیری کے نام ہیں۔ مولوی سید احمد کے شاگردوں میں منشی عبدالغنی شیریں قلم، مولوی عبداللہ اور

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۸۴

۲۔ " " " ۱۸۵

نستعلیق ایران

فتح علی ملتانی (متوفی ۱۹۲۷ء) قابل ذکر ہیں۔

بعد ازاں عبدالمجید پروین رقم (متوفی ۱۹۴۶ء) ماہر خطاط تھے۔ آپ نستعلیق کے جدید دور کے بانی تھے۔ آپ نے میر سید علی تبریزی کے خط نستعلیق میں اصلاح کی کوشش کی اور نہایت دلکش تراکیب کے ساتھ حروف ابجد کی ساخت وبناوٹ اور الفاظ کے پیوندوں کو نئے انداز سے رقم کیا۔ شاعر مشرق، علامہ محمد اقبال کے کلام کی کتابت وتزئین کرنے پر آپ کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔

اعجاز راہی لکھتے ہیں:۔

"روایت ہے کہ ایک بار عبدالمجید پروین رقم نے علامہ اقبال کے کلام کی کتابت کرنے سے انکار کر دیا۔ علامہ ان کا اتنا احترام کرتے اور فن کو سراہتے تھے کہ فرمایا! اگر آپ کتابت نہیں کریں گے تو میں لکھنا چھوڑ دوں گا۔" ۱

پروین رقم کے بعد مشہور ترین خطاط تاج الدین زریں رقم (متوفی ۱۹۵۵ء) تھے۔ آپ نے حافظ نور محمد اور فضل الٰہی مرغوب رقم (متوفی ۱۹۱۶ء) سے فن کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے پروین رقم کی طرز پر خطاطی کی اور طرز پروین کو فروغ دیا۔

ابن کلیم لکھتے ہیں۔

"جناب زریں رقم کی نوک قلم نے بڑے بڑے جوہر دکھائے۔ آپ نے ایسے ایسے قدآور پوسٹر لکھے کہ لوگ آنکھوں کی پیاس بجھانے کی خاطر یہ پوسٹر دیواروں سے اتار کر گھروں میں لگاتے تھے۔ آپ نے علامہ اقبال، حفیظ جالندھری، اختر شیرانی، اور جوش کے دواوین کی کتابت بھی کی۔" ۲

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۹۱

مقصود کاخ و حجرہ و ایوان نگاشتن

کاشانہای سر بفلک بر فراشتن

امام ویردی ۱۲۳۷ھ

نمونہ خطاطی امام ویردی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقل رب ادخلنی مدخل صدق

واخرجنی مخرج صدق

واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا

نمونہ خطاطی سید انور حسین نفیس رقم

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

فن کی خدمت، جدت طرازیوں اور حکمت آفرینیوں کے علاوہ زریں رقم نے اس پیشے کا سابقہ وقار بحال کرنے، معاشرے میں کاتبوں کا مقام بلند کرنے اور ان کے معاوضوں میں اضافہ کرانے کی جد و جہد کی اور بالآخر کامیاب ہوئے۔

زریں رقم کے ہمعصر اور رفیق کار محمد صدیق الماس رقم جو کہ خط نستعلیق کے صاحب طرز خطاط تھے بہت مشہور تھے۔ علاوہ ازیں منشی محمد دین کے صاحبزادے حافظ محمد یوسف دہلوی جو تقسیم ہند کے وقت پاکستان آئے تھے، تمام مروجہ خطوط پر کمال دسترس رکھتے تھے۔ یوسف دہلوی کے شاگرد عبدالمجید دہلوی جنہوں نے مزارِ قائد اعظم کا کتبہ لکھا تھا، اور سید امتیاز علی کو کمال فن حاصل ہوا۔

موجودہ دور کے خطاطوں میں جنہوں نے فن کی دنیا میں انقلاب برپا کیا حافظ محمد یوسف سدیدی، سید انور حسین نفیس رقم، صوفی خورشید عالم خورشید رقم، عبدالواحد نادر قلم، خورشید عالم گوہر قلم، ایم ایم شریف آرٹسٹ (پشاور) مولانا عبداللہ وارثی (گوجرانوالہ) عبدالرشید رستم (کراچی) شریف گلزار (سیالکوٹ) رشید بٹ (راولپنڈی) معروف ہیں۔

لاہور کے علاوہ پاکستان کا قدیم شہر ملتان جو کہ صدیوں سے علوم و فنون کا گہوارہ چلا آ رہا ہے، خطاطی کا مرکز ہے۔ قدیم دور میں ملتان میں بے شمار بزرگ خطاط ہو گذرے ہیں جن میں چند معروف حضرات کا ذکر کرتے ہیں۔

علامہ اسد نظامی کے مطابق ملتان میں عبید بن احمد بغدادی سب سے پہلی ہستی تھے جنہوں نے اپنی حکمت عمل سے خوشخطی کو فروغ دیا۔ پھر اس کے بعد مختلف دیار و امصار سے بزرگانِ دین علماء و فضلاء نے سرزمین ملتان کا رخ فرمایا۔ ان خطاط بزرگوں میں سے حضرت شاہ یوسف گردیز بہاء الدین زکریا ملتانی، ملا منہاج الدین ملتانی (متوفی سنہ ۶۱۷ھ) علامہ کمال الدین ملتانی (متوفی سنہ ۶۲۹ھ) سید جلال الدین بخاری (متوفی سنہ ۶۱۰ھ) ملا امام الدین مبارک (متوفی سنہ ۶۷۳ھ) علامہ قطب الدین

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

بر خلق خدا بجز نکوئی
مردان خدا نمی پسندند

کاشانی (متوفی ۱۰۶۱ھ) عبداللہ تلنبوی (متوفی ۶۲۷ھ) عزیز اللہ تلنبوی (متوفی ۷۲۳ھ) حضرت شاہ حسین قادری (متوفی ۹۰۲ھ) ملا سعید بن حسن (متوفی ۹۰۰ھ) اور شہاب الدین سہروردی (متوفی ۶۹۳ھ) قابل ذکر ہیں۔[1]

عہد مغلیہ میں ملا عبدالعزیز بن احمد، ملا قیوم قندھاروی، ملا عبدالحق شیرازی، سلطان محمود کاشف انصاری، نعمان بن سعید انصاری، قیوم بن حسن ملتانی اور میر عبداللہ ملتانی معروف تھے۔

بعد ازاں حافظ محمد جمال اللہ (متوفی ۱۲۲۶ھ) خواجہ خدا بخش چشتی (متوفی ۱۲۵۱ھ) منشی غلام حسن شہید (متوفی ۱۲۶۵ھ) نواب مظفر الدین شہید (۱۸۱۷ء) مولانا علی مردان قادری (متوفی ۱۲۸۸ھ) قاضی نور مصطفیٰ انصاری، قاضی عبید اللہ چشتی (متوفی ۱۳۰۱ھ) وغیرہ صاحب طرز خطاط تھے۔[2]

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ملتان میں مخدوم محمد حسن کلیم (متوفی ۱۹۸۱ء) نے فن خطاطی کو عروج پر پہنچایا۔ ان کے اہم معاصروں میں منشی نور الدین، منشی بدرالدین، شیر محمد سلیم چشتی، طفیل احمد قادری، خلیل الرحمن چشتی اور منظور احمد احقر وغیرہ ہیں۔

ابھرتے ہوئے فنکاروں میں آج کل ابن کلیم محمد اقبال احسن، ظہور احمد آزاد، نوید جھٹی خورشید شمیم (ڈیرہ غازی خان) یقیناً فن خطاطی کے ذیل میں عمدہ تخلیقات کے مالک ہیں۔ ابن کلیم نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے ایک نیا خط "خط رعنا" بھی ایجاد کیا ہے۔

۱۔ تاریخ فن خطاطی۔ ۵۰

۲۔ " " " ۔ ۵۲

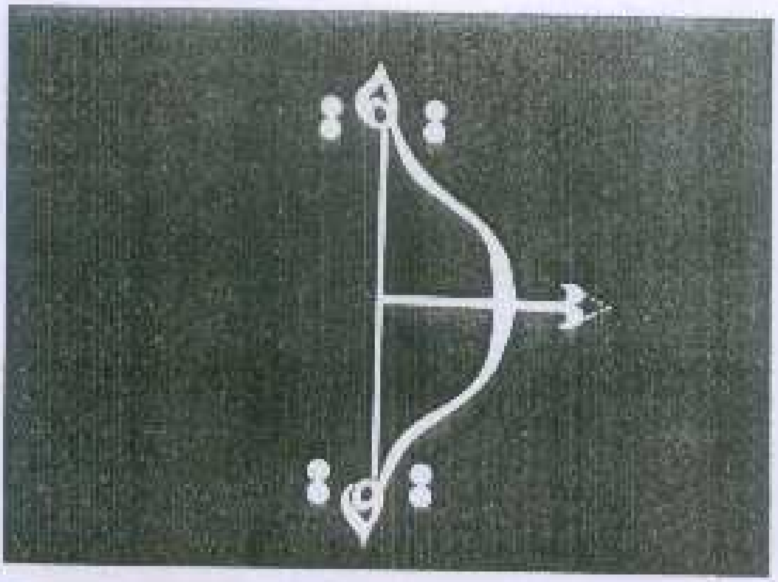

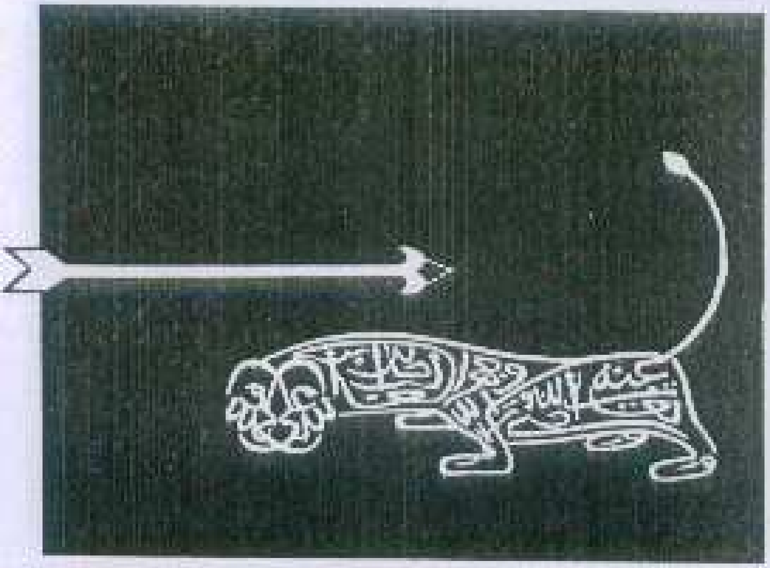

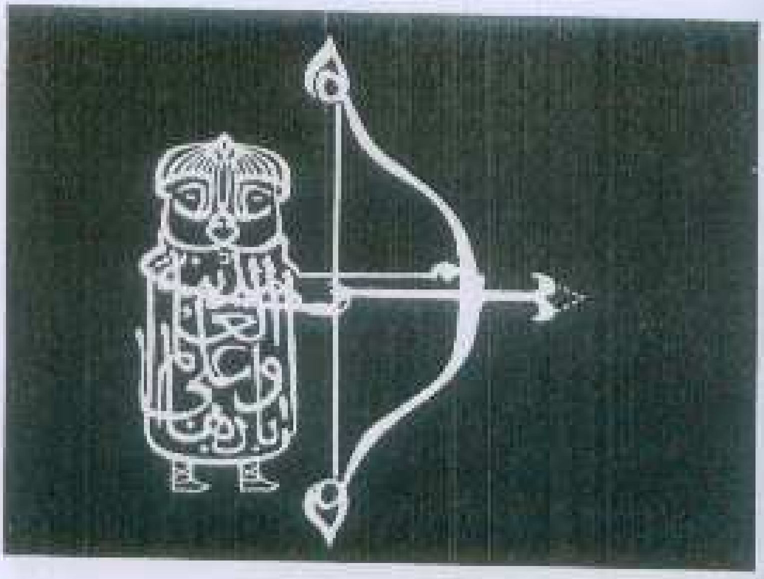

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

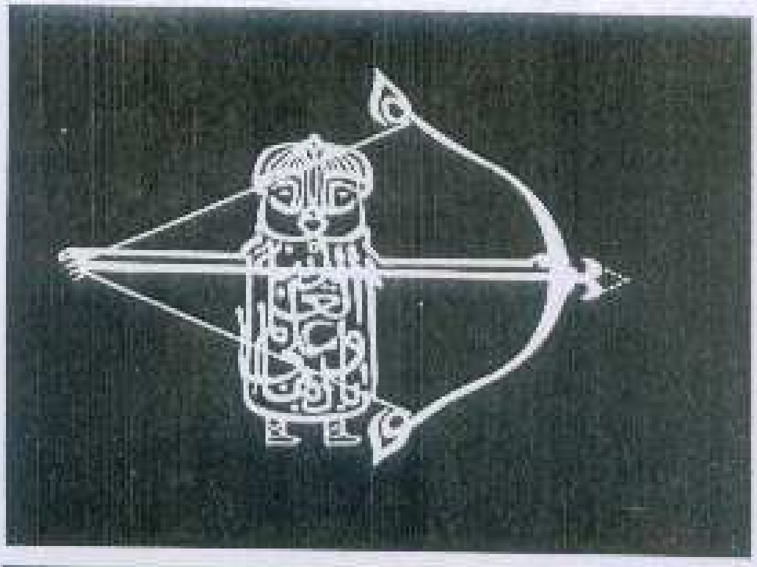

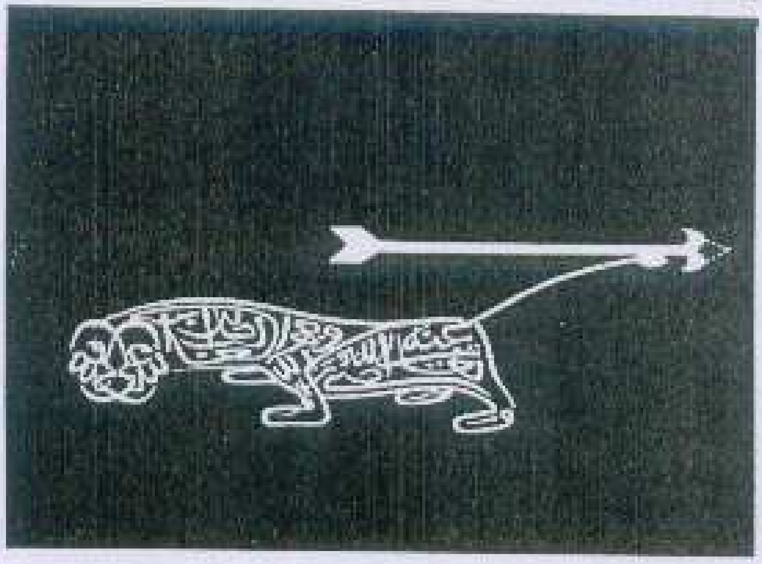

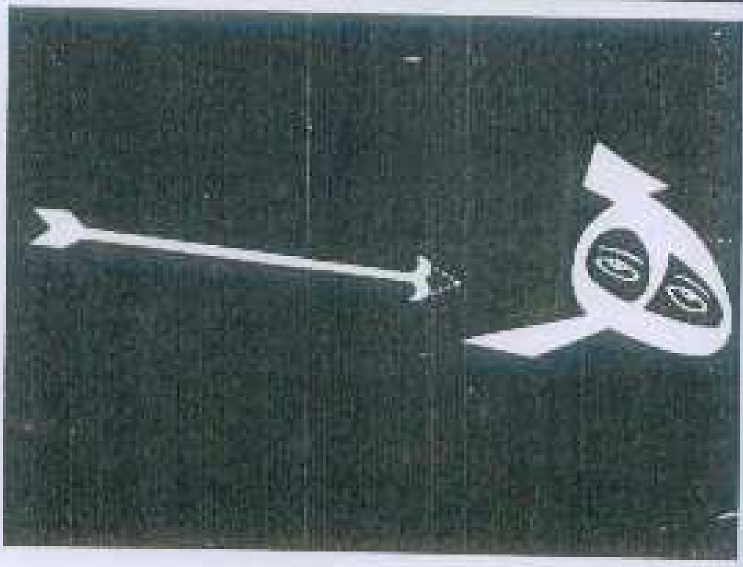

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

مصورانہ خطاطی۔

آرائشی خطاطی کا آغاز بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔ بے شمار فنکاروں نے اس صنف میں اپنے قلم سے عجوبے تخلیق کیئے۔ مصر و ترکی ایران و افغانستان اور دیگر مسلم ممالک میں ہزاروں فنکاروں نے مختلف انداز سے قلمکاری کی۔

پاکستان کو تمام مسلم دنیا میں یہ فخر حاصل ہے کہ اس کے فن کاروں نے آرائشی خطاطی کے نئے در وا کیئے اور روایت و قدامت کی دنیا میں جدت کا تاج محل قائم کیا ہے، اور لفظ اور رنگ کے امتزاج سے معانی ابھار کر آیات قرآنی کو مخصوص انداز میں پیش کیا ہے۔

اعجاز راھی لکھتے ہیں:۔

"حروف کی مختلف انداز میں ساختیاتی تشکیل کے تجربے خطاطی کے آرائشی دور میں کیئے جا چکے ہیں مگر پاکستان میں مصورانہ خطاطی کا ادراک جدید حسیت کے حوالے سے حروف کے قدیم تقدس کو عصر کی فنکارانہ بالیدگی سے ہم آمیز کر کے جدید انداز میں رنگوں کے جدید تصور میں پیش کر کے ایک الگ منطقہ قائم کر دیتا ہے۔"[1]

مصورانہ خطاطی میں خطاط ڈیزائننگ اور رنگ کے اصولوں کو بنیاد بنا کر برش اور قلم سے مختلف فن پارے تخلیق کرتا ہے۔

اس صنف میں سب سے پہلے شاکر علی اور حنیف رامے کے نام ملتے ہیں۔ حنیف رامے نے قرآنی آیات کو نئے انداز سے پیش کر کے مصوری کی دنیا میں خطاطی کے نئے رنگ کا اعلان کیا۔ وہ کلام الہٰی کے پس منظر میں تصویر کے ذریعے معنوی سطح ابھارتے ہیں۔ شاکر علی بھی مصورانہ خطاطی کے بانیوں میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ مصور، خطاط، سنگ تراش بلکہ ہر فن مولا آذر زوبی

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۲۰۹

کتبه
خط ثلث بصورت درخت

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ

گل جی ، رشید ارشد ، ظہور الاخلاق نے بھی مصورانہ خطاطی کو اپنے قلم سے استحکام بخشنے کی کوشش کی۔

صادقین کا نام مصورانہ خطاطی کے سلسلے چہار جانب گونج رہا ہے۔ اس نے خطاطی و مصوری کا سارا نظام درہم برہم کر کے نئے خطوط پر استوار کیا اور اپنے قلم سے وہ معجزے تخلیق کیے جن کی مثال نہیں ملتی۔ صادقین نے اندرونِ ملک و بیرونِ ملک مصورانہ خطاطی میں پاکستان کی انفرادیت قائم رکھی۔

مصری جریدہ الاھرام نے لکھا کہ :-

"صادقین کا فن عربی حروف ابجد میں ایک حسن ، نفاست ، شائستگی اور نزاکت کے ساتھ سانس لیتا محسوس ہوتا ھے۔ اس نے دائروں ، قوسوں اور عمودی خطوط کے پرانے نظام کو اتھل پتھل کر کے ایک نئی صورت گری کے ساتھ واضح ہو کر مصری فنکاروں کو اپنا گرویدہ کر لیا ھے۔" ۱

صادقین کے بعد اسلم کمال کا نام مصورانہ خطاطی میں سرفہرست ہے۔ اس نے جیومیٹری کی مدد سے تکون کے حوالے سے حروف کی تشکیل نو کی ہے۔ اس کے ہاں قدیم و جدید کا سنگم نظر آتا ہے جہاں مصوری و خطاطی ، رنگ اور حرف ، روایتی تقدس اور جدید شعور اکٹھے ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا فنکاروں کے علاوہ آفتاب احمد ، ذوالفقار تابش ، شفیق فاروقی ، غلام رسول اور غلام فرید بھٹی کے نام بھی اس فن کی پہچان ہیں۔ ان فنکاروں نے لفظوں کو پھولوں کی مانند بکھیر دیا ہے اور صحیح معنوں میں لفظوں کو زبان عطا کر دی ہے۔ ان کے فن پاروں میں لفظ بولتے محسوس ہوتے ہیں۔

۱۔ تاریخ خطاطی ۔ ۲۱۳

انور حسین نفیس رقم

باب ششم

اقسام خط

عربی رسوم الخط۔

مشہور مسلم خطاط

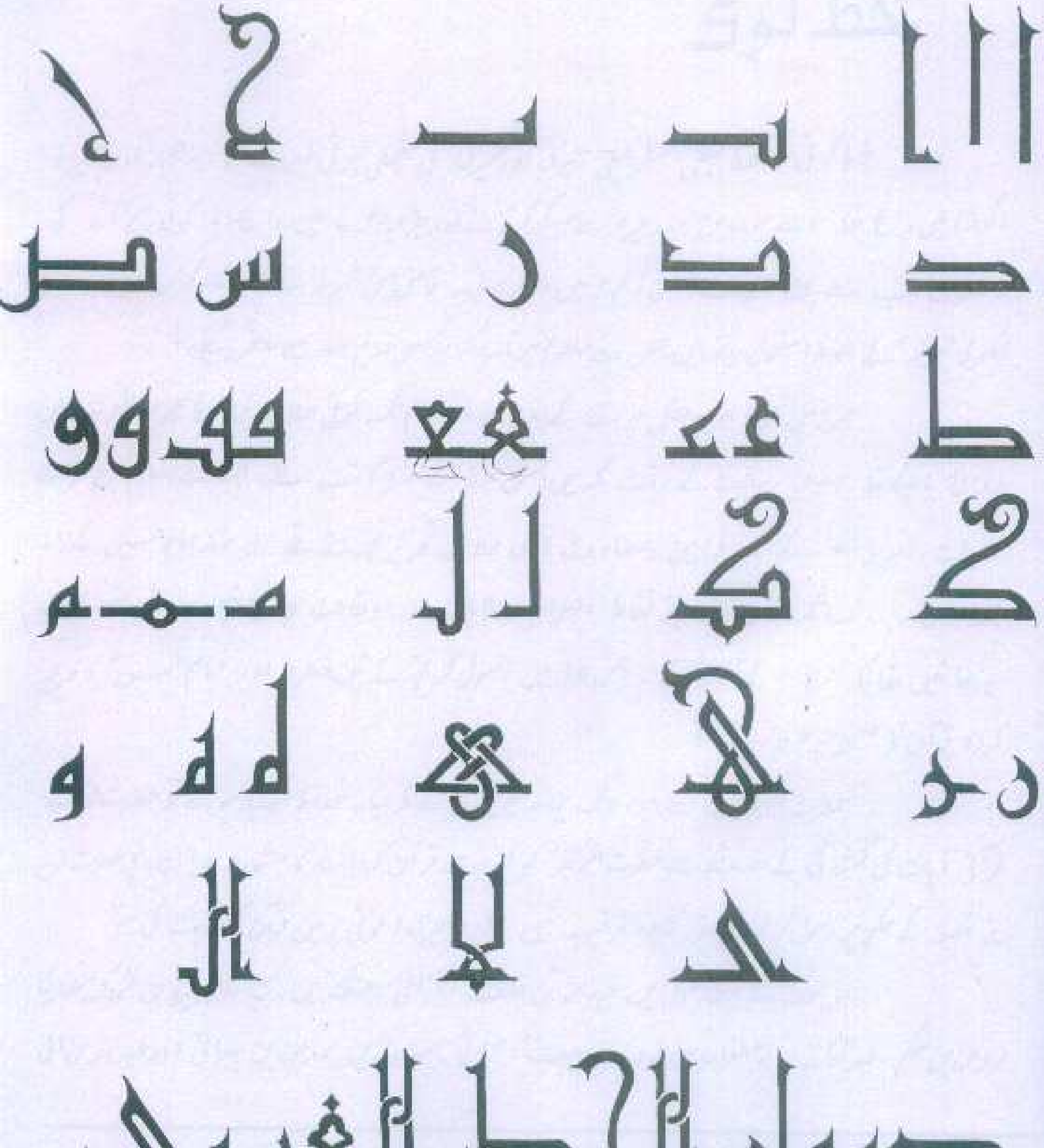

(نمونه خط کوفی)

KUFIC

خط کوفی

خط کوفی ۔ خط نبطی سطرنجیلی حیری اور حمیری کی سنبھلی ہوئی صورت تھا۔ یہ حجاز اور حیرہ (کوفہ) میں رائج تھا۔ اسے حرب بن امیہ حیرہ سے سیکھ کر آئے اور جزیرہ عرب میں رواج دیا۔ کوفی رسم الخط کی اصطلاح سب سے پہلے الفہرست (ابن ندیم) میں وارد ہوئی۔ قاضی ابن شبرمہ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے "الخط الکوفی المزولہ" کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی قدیم خط سے ماخوذ ہے۔[1]

سرزمین حجاز میں داخل ہونے کے بعد طلوعِ اسلام تک کوفی خط پوری طرح جزیرۃ العرب میں رواج پاچکا تھا۔ اعلانِ رسالت کے وقت مکہ میں اس خط کے سترہ کاتب تھے۔ ابتدائے اسلام میں مکتوبات معاہدات، نامہ ہائے مبارکہ اور فرامین وصحائف اسی خط میں تحریر ہوتے تھے۔ یہ خط امام حسینؓ کے زمانہ تک رائج رہا۔ تب تک اس کے لیے نقاط، اعراب، علامات اور اوقاف وضع نہیں ہوئے تھے۔ الف سیدھا نہیں تھا بلکہ " ـا " کی شکل کا تھا۔ اس خط میں رسول کریمؐ کے تین خطوط اور امام حسنؓ کا تحریر کردہ قرآن کا صفحہ موجود ہے۔[2]

حضرت ابوبکرؓ کے دور میں جنگ یمامہ میں ستر کے قریب حفاظ شہید ہوئے تو حضرت عمرؓ نے قرآنی آیات کی گمشدگی کے خدشے سے حضرت ابوبکرؓ کو کتابت قرآن کروانے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ حضرت زید نے خلیفہ کے حکم پر رسول کریمؐ کی مقرر کردہ ترتیب میں مذکورہ حیری (کوفی) میں قرآن کی کتابت کی۔[3]

اس دور کے خطاطوں میں عبداللہؓ بن خلف الخزاعی، حنظلہؓ بن ربیع، ابوجبیرہؓ بن ضحاک انصاری مروانؓ بن حکم، عبدالملکؒ، ابوعطفانؓ بن عوف، رہیبؓ، عرانؓ، سعیدؓ بن ہمدان بن ہمدانی اور عبداللہ بن ابی

۱۔ الخط العربی القدیم وتطورہ، (مقالہ) خورشید رضوی۔

۲۔ خط کوفی کا ارتقاء (مقالہ) انجم رحمانی۔

۳۔ تاریخ خط طی۔ ۳۔

ابجد کوفی مورّق

رافع قابل ذکر ہیں۔

حضرت عثمانؓ نے جمع قرآن کی کتابت اسی خط میں کروائی۔

۵۰ھ تک اس خط میں نقاط و اعراب نہیں تھے مگر جب حروف متشابہ کی تمیز میں دقتیں پیش آئیں تو ابوالاسود الدوئلی نے نقاط ایجاد کیے جو اعراب کا کام دیتے تھے۔

مولوی احترام الدین لکھتے ہیں کہ:۔

"ابوالاسود بصرہ میں تھا کہ اس نے ایک شخص کو قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا۔ قاری جب اس آیت پر پہنچا "إن الله بريٌ من المشركين ؟ ورسولهُ۔" تو اس نے لام پر پیش کی بجائے زیر پڑھا جس سے معنی تبدیل ہو گئے۔ ابوالاسود کی غیرت ایمانی یہ بات برداشت نہ کر سکی اور وہ سخت برہم و مضطرب حاکم بصرہ کے پاس گیا کہ اسے ایک کاتب دیا جائے تاکہ وہ اعراب لگا سکے۔"[1]

اعراب لگانے طریقہ ابوالاسود نے یہ اختیار کیا کہ کاتب سے کہا میں قرآن پڑھتا ہوں جس حرف کے ادا کرنے میں میرا منہ کھل جائے اس کے اوپر ایک نقطہ لگا دو (زبر) جس حرف کی ادائیگی میں دونوں لب کناروں سے ملے ہوں اور منہ گول ہو جائے اس کے آگے دائیں جانب ایک نقطہ (پیش) لگا دو اور جس حرف کے ادا کرنے میں آواز کا رخ نیچے کی جانب ہو اس کے نیچے ایک نقطہ (زیر) لگا دو۔ چنانچہ انہوں نے اعراب کا نظام وضع کیا جو نصف صدی سے زائد عرصہ مستعمل رہا۔[2]

خلفائے راشدین کے عہد میں اسلام اور قرآن عرب سے نکل کر عجم میں ہر طرف پھیل رہے تھے عجمیوں کے لیئے یہ چیزیں نئی تھیں اس لیے انہیں ان کے پڑھنے میں دشواری محسوس ہوتی تھی اور قرأت قرآن اور مراسلت میں کئی طرح کے مغالطے پیدا ہونے لگے۔

جب غیر عرب مسلمانوں نے قرأت کی دشواریوں کو محسوس کیا تو ان کی خواہش پر خلیفہ عبدالملک بن مروان

1۔ صحیفہ خوشنویسان:۔ ۳۸

2۔ الخط العربي وتطوره في العصور العباسيه۔ ۵۶

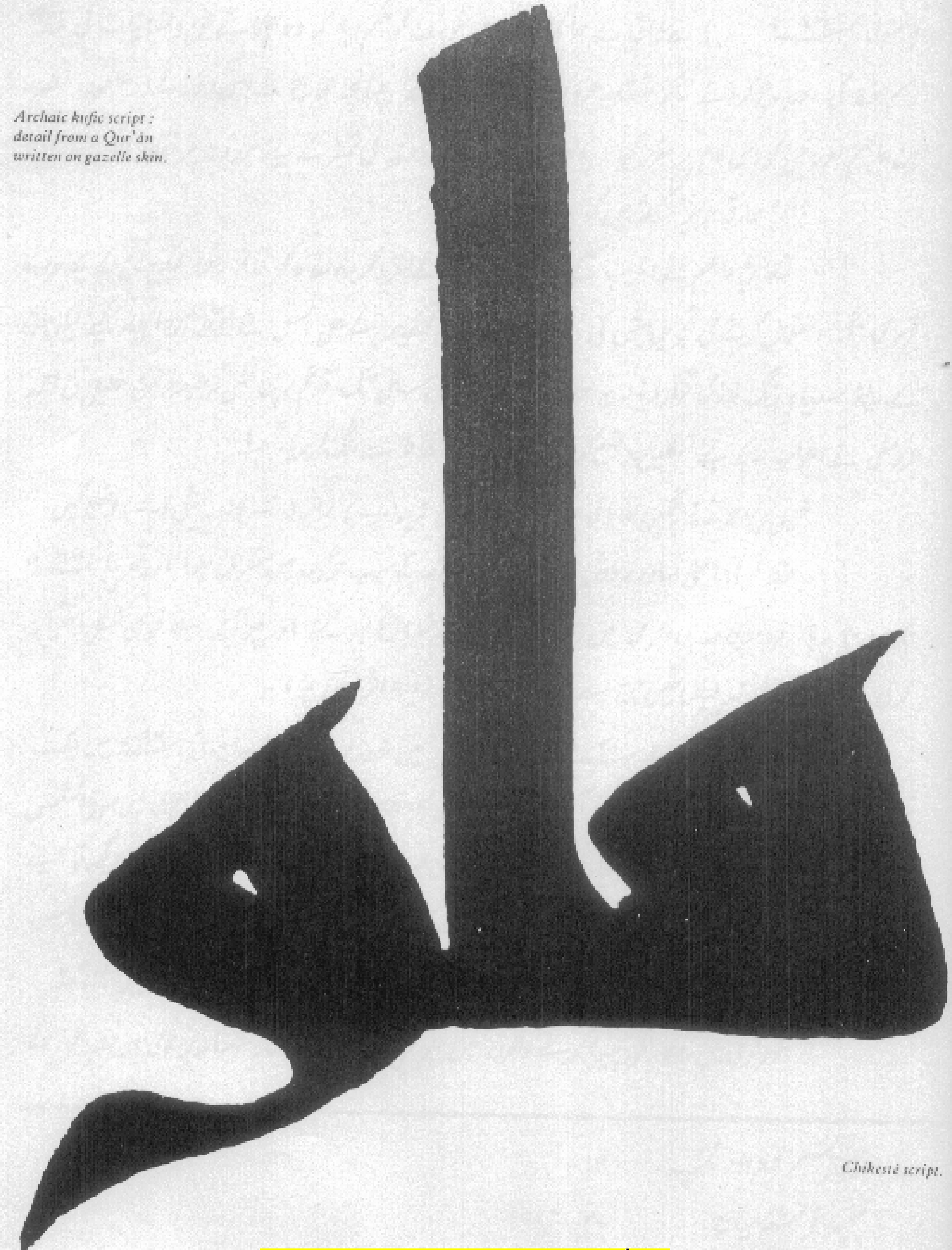

Archaic kufic script: detail from a Qur'ān written on gazelle skin.

Chikestè script.

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

(متوفی ۸۶ھ) نے عراق کے حاکم حجاج بن یوسف کو حکم دیا کہ وہ علمائے فن ولسانیات کی مدد سے رسم خط کی اصلاح کرائے تاکہ متشابہ حروف میں تمیز ہو سکے۔ چنانچہ حجاج نے اس دور کے دو عالموں نصر بن عاصم اور یحییٰ کو اس کام پر مقرر کیا۔ انھوں نے متشابہ حروف کی تمیز کے لیئے حروف پر نقاط لگائے۔

ڈاکٹر طارق عزیز لکھتے ہیں کہ:۔

"نصر بن عاصم نے اعراب کے لیئے ابوالاسود کے مقرر کردہ نقاط کو قائم رکھا لیکن ان کے لیئے صرف قرمزی رنگ استعمال کرنے کی تجویز پیش کی۔ ہم شکل حروف کی تخصیص کے لیئے جو اس نے نقطے ہی ایجاد کیئے لیکن ان کے لیئے سیاہ رنگ لازمی قرار دیا۔ یہ حالت تقریباً چالیس سال تک قائم رہی حتیٰ کہ عبدالرحمٰن خلیل بن احمد عروضی نے اعراب کے لیئے شکلیں وضع کر کے انہیں سیاہ نقاط سے الگ کر دیا۔" [۱]

خلیل بن احمد نے رنگین نقاط کی جگہ مخصوص اشکال زیر (ِ) زبر (َ) اور پیش (ُ) وضع کیں۔

خط کوفی اپنی سادہ روش اور واضح ہونے کے سبب لوگوں میں مقبول ہوا اور تقریباً ۶۰۰ھ تک رائج رہا۔ دوسری صدی ہجری میں اس میں زاویئے نمایاں ہو گئے اور پھر اس نے قوسی شکل اختیار کر لی۔ مگر یہ معمولی تبدیلیاں تھیں جن سے خط کی ماہیت پر زیادہ اثر نہیں پڑا۔

بنوامیہ کے عہد (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ) میں خط میں وسعت پیدا ہوئی۔ ۹۶ھ میں ایک یکتائے روزگار خطاط خالد الہیاج نے آرائشی فن خطاطی کا مظاہرہ کیا اور پہلی بار مسجد نبوی میں سورۃ الشمس کی خطاطی کر کے مصورانہ خطاطی کی بنیاد رکھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جب خالد کے کمال فن کو دیکھا تو اپنے لیئے ایک قرآن لکھنے کی فرمائش کی۔ جب خالد نے آب زر سے کتابت کر کے قرآن کا نسخہ خلیفہ کو پیش کیا تو وہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ قرآن چوم کر خالد واپس کر دیا اور فرمایا۔ اس کا بدلہ دینا میرے بس میں نہیں ہے۔" [۲]

خط کوفی میں رنگا رنگی پیدا کرنے والوں میں ابو یحییٰ، مالک بن دینار، سامہ بن لوی اور قطبہ المحرر کے

۱۔ اردو رسم الخط اور ٹائپ۔ ۱۲

۲۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۴۷

خطاطی: رشید بٹ

نام سر فہرست ہیں۔ مشہور ہے کہ قطبہ نے خط کوفی میں چار قلم ایجاد کیے تھے مگر وہ کوئی علیحدہ خط ایجاد نہ کر سکے۔[۱]

وقت کے ساتھ ساتھ خط کو آرائشی مقاصد کے لیئے استعمال کیا جانے لگا۔ خط کوفی تزئینی، کوفی سیرانی، کوفی گلزار اور کوفی قفل وغیرہ سے اس کی شکل نہایت پیچیدہ ہو گئی۔ اس کا مصورانہ روپ اس قدر عام ہوا کہ بعض غیر مسلم بادشاہوں نے بھی اس کو استعمال کرنا شروع کر دیا۔ عربی سے ناواقف غیر مسلم قرآنی خطاطی کو مصوری کے نمونے سمجھ کر خرید لیتے تھے۔ سینٹ پیٹر کے ایک گرجا گھر کے باہر عرصہ دراز تک "بسم اللہ" کا کتبہ لٹکا رہا اور پادری کو سالوں بعد سمجھ آئی کہ یہ مصوری نہیں بلکہ بسم اللہ کا طغرا ہے۔[۲]

اموی دور کے بعد عباسی دور بھی خطاطی کا زریں دور مانا جاتا ہے۔ عباسیوں کی حکومت میں جب دار الخلافہ دمشق سے بغداد منتقل ہوا تو علم و ادب کے سر چشمے بھی بغداد منتقل ہو گئے۔ اس دور میں خط کوفی کے بے شمار خطاط پیدا ہوئے۔

ابتدائی عباسی دور میں ضحاک بن عجلان نامی خطاط تھا جس نے قطبہ المحررؒ کی ایجاد کردہ قلموں کی اصلاح کی۔ منصور عباسی کے دور میں اسحاق بن حماد کا بہت چرچا تھا اس نے خط کوفی کی حسب ذیل بارہ اقلام ایجاد کیں۔

طومار، سجلات، عہود، مؤامرات، امانات، دیباج، مدیح

مرصع، ریاش، غبار، حسن، بیاض۔[۳]

خلیفہ مہدی عباسی کے اواخر تک عالم اسلام میں چار خط واضح ہو چکے تھے مدنی، مکی بصری اور کوفی مگر اصل میں یہ کوفی میں معمولی تبدیلی سے وجود میں آئے تھے۔ ہارون الرشید کے عہد (۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ) میں اس کے استاد علی بن حمزہ کسائی نحوی نے نقاشی اور مصورانہ خطاطی میں کمال حاصل کیا۔ اس نے خلیل بن احمد کے نظام اعراب کو خوبصورت بنایا اور قدیم نقاط میں اصلاحات کیں۔ یہیں

۱۔ خط کوفی کا ارتقاء (مقالہ) انجم رحمانی۔

۲۔ تاریخ خطاطی۔ ۷۸

۳۔ نذر حمزہ (سید علم اللہ) ۱۶۵

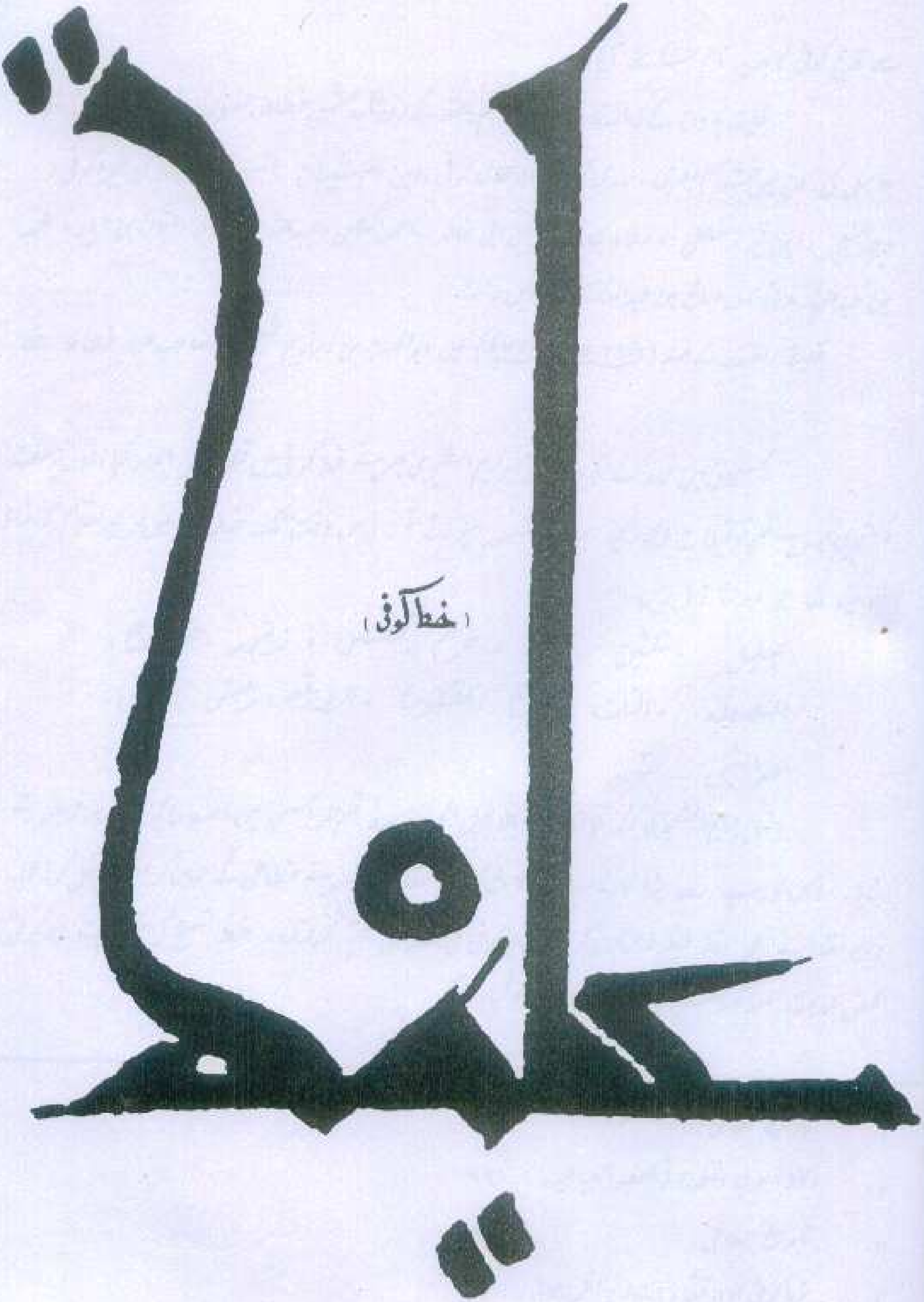

(خط کوفی)

سے قدیم کوفی کا جدید نام سامنے آیا۔

خلیفہ ہارون کے زمانے سے لیکر معتصم باللہ کے دور تک مشہور خطاط جنھوں نے خط کوفی میں مہارت حاصل کی۔ ان میں خشتام بصری، مہدی کوفی، ابوحدی کوفی، ابن ام شیبان، المسحور کوفی اور ابوحمیرہ کوفی، وجہ النعجہ، ابن قیر زنغلطی، روابدی، احمد بن ابی خالد، احمد الکلبی، عبداللہ بن شداد، عثمان بن زیاد، محمد بن عبداللہ مدنی اور صالح بن عبدالملک مشہور ہیں۔[1]

خلیفہ المقتدر کے عہد (٢٩٥ھ تا ٣٢٠ھ) میں ابوالحسن بن ابراہیم تمیمی ایک صاحب طرز خطاط تھے۔

"اسحاق ابن حماد" کے تلامذہ میں ابراہیم الشجری جس نے خط کوفی میں قلم ثلثین ایجاد کیا، اور یوسف الشجری جس نے قلم توقیعات ایجاد کیا بہت مشہور ہوئے۔[2] اس وقت تک خط کوفی میں مزید اقلام کا اضافہ ہو چکا تھا جو درج ذیل ہیں۔

جلیل، ثلثین، مفتح، حرم، قصص، زنبور، خرفاج،
النصف، الثلث، الناخ، مقطوع، الرقع، رخش، اباش،
حواشی۔[3]

"ابراہیم الشجری" کے تلامذہ میں "الاحول المحرر" نے قلم الریاسی میں اصلاح کر کے اسے خوبصورت بنایا۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا شاگرد ابن مقلہ تھا جس نے خطاطی کے جہان کو اتھل پتھل کر ڈالا۔ ابن مقلہ نے چھ نئے خطوط ایجاد کر کے خط کوفی کی بالادستی ختم کر دی۔ خط نسخ کی مقبولیت سے کوفی محض عمارات اور آرائش تک محدود ہو کر رہ گیا۔[4]

١۔ تاریخ خطاطی۔ ٨٣

٢۔ الخط العربي وتطوره في العصور العباسيه۔ ٦٩

٣۔ تاریخ خطاطی۔ ٨٣

٤۔ خط کوفی کا ارتقاء (مقالہ) انجم رحمانی

الفبای تزیینی کوفی :

نموذج الحروف الکوفیة من الالف الی الیاء بخط کوفی مبسط ومورق ومشتق مما کتب فی مساجد البلاد الاسلامیة . کتبها محمد عبدالقادر ، بمدرسة تحسین الخطوط بالقاهرة اهـ . .

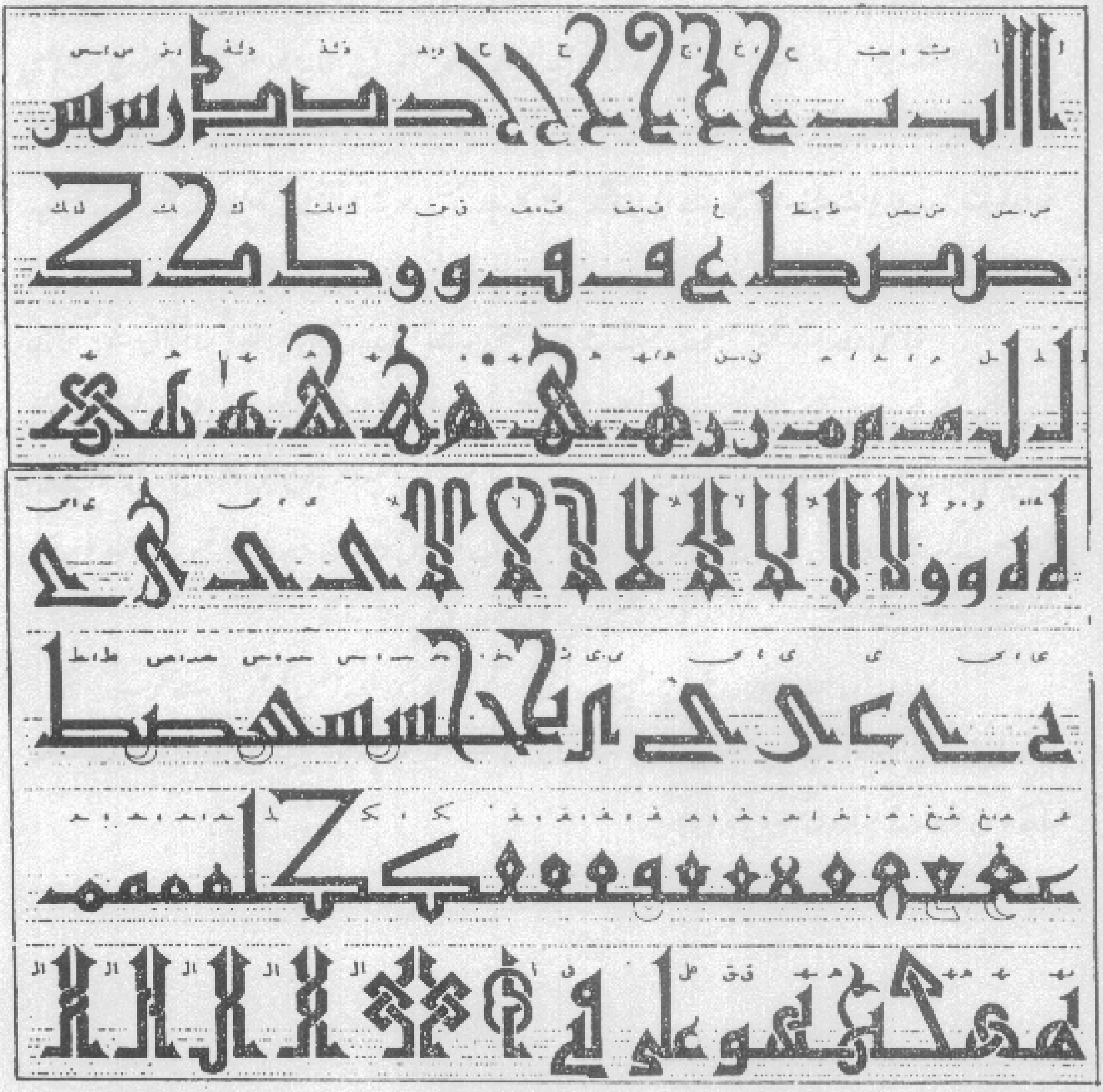

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خط کوفی عرب سے نکل کر دوسرے ممالک میں پہنچا تو اس میں مختلف کاتبوں نے علاقائی خصوصیات پیدا کیں مثلاً ایرانی خط کوفی میں مصر و عراق کے کوفی کی نسبت عمودی خط افقی خط کے مقابلے میں نمایاں لکھے جاتے تھے۔ دنیا میں خط کوفی کے جو قدیم نمونے دستیاب ہیں ان میں رسول کریمؐ کے فرامین مبارکہ، خلیفہ عبدالملک کے زمانہ کا سنگ میل، امام حسن کے رقم کردہ قرآن مجید کا ایک صفحہ، عجائب خانہ مصر میں مصحف عثمان اور عباسی دور کے نمونے "مصحف مکرم" اور خلیفہ مہدی کی مسجد کے کتبات وغیرہ ہیں۔ دوسری صدی ہجری کے کچھ نمونے "این خانی کوف" نے دریافت کیے۔ ان میں سے ایک ۱۷۵ھ کا ہے۔ اسی طرح ۱۷۶ھ کا ایک کتبہ باکو شہر کی مسجد میں نصب ہے۔[۱]

عباسی دور کے اکثر مصحف ۳۰۹ھ سے تعلق رکھتے ہیں جو جِلی پر طلائی روشنائی سے یا سیاہی سے لکھے گئے ہیں۔ ان کے حروف اکثر موٹے، عمودی خط چھوٹے اور افقی خطوط لمبے ہیں۔ میٹروپولیٹن میوزیم میں عباسی عہد کے چھوٹی تقطیع والے قرآن کے چند اوراق محفوظ ہیں۔ ہندوستان میں التمش (متوفی ۶۳۳ھ) کے مقبرہ کے کتبات خط کوفی کا بہترین نمونہ ہیں۔ لاہور کے عجائب گھر میں خراسان سے ملا ہوا تیموری عہد کا برتن (۷۷۱ھ تا ۹۱۲ھ) محفوظ ہے جس پر کوفی خط تحریر ہے۔[۲]

ہر دور میں خطاط اس خط پر طبع آزمائی کرتے رہے ہیں اور اس کو خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کرتے رہے ہیں جس کی وجہ سے اس میں بے شمار اقلام وجود میں آئیں اور وقت کے ساتھ ساتھ اس خط نے ہزاروں شکلیں بدلی ہیں۔

۱۔ خط کوفی کا ارتقاء (مقالہ) انجم رحمانی

۲۔ " " " "

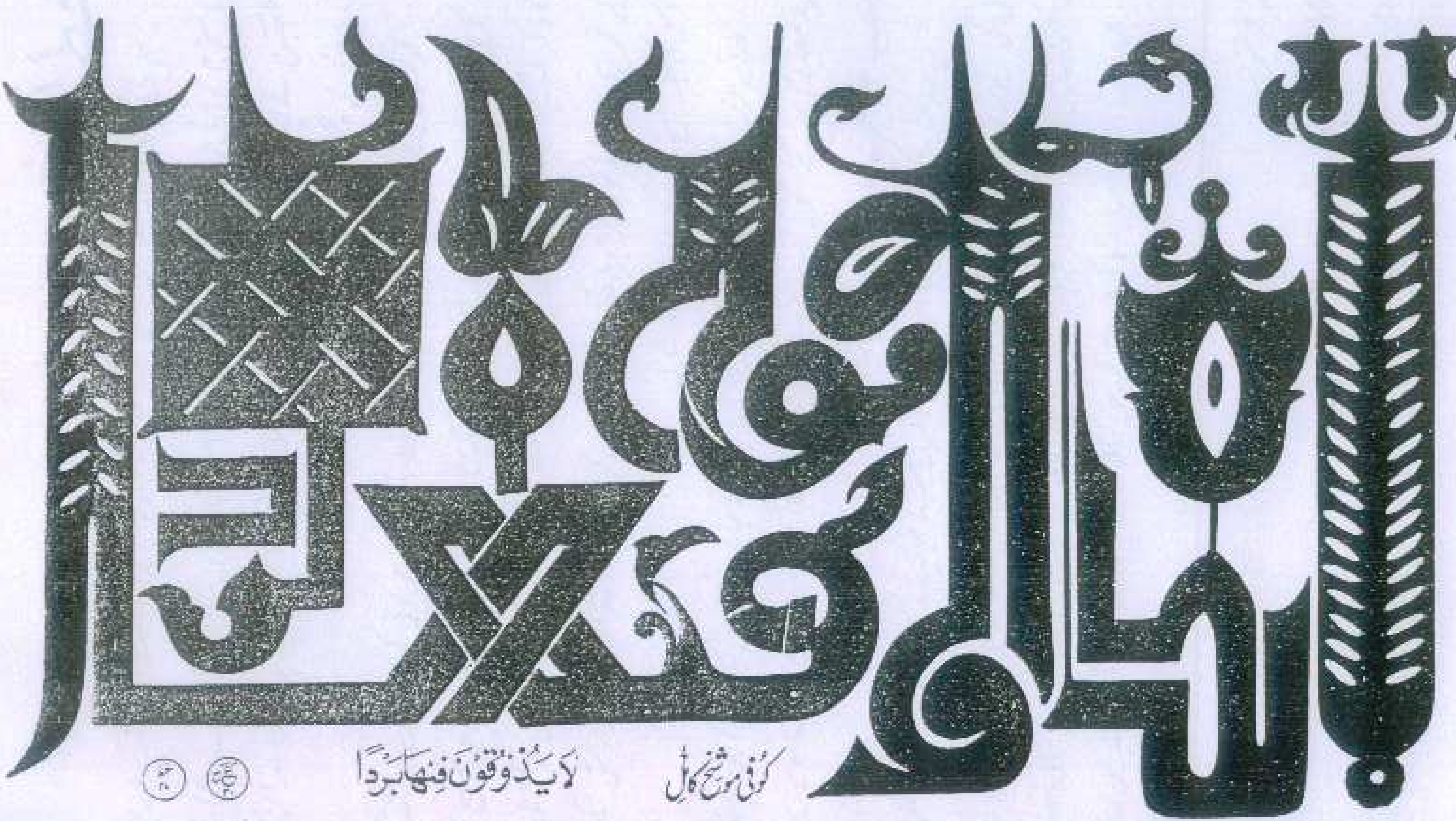

کوفی موشح کامل

لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا

خط نسخ

جلی خط کو ثلث اور خفی کو نسخ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں دو دانگ دور ہوتا ہے اور چار دانگ سطح۔ خط نسخ بھی کوفی کی طرح نبطی خط سے ماخوذ ہے۔ اس خط کو ابن مقلہ (متوفی سنہ ھ) نے ایجاد کیا تھا۔ محققین کے ایک طبقے کی رائے میں یہ خط ابن مقلہ سے قبل ایجاد ہو چکا ہو چکا تھا اور ابن مقلہ نے اس میں اصلاح کر کے دیگر پانچ خطوط ایجاد کیے۔ [1]

مگر تاریخ میں خط کوفی کے علاوہ کوئی قدیم خط مذکور نہیں جو کوفی کی ایجاد سے ابن مقلہ تک وجود میں آیا ہو۔ کوفی نہایت قدیم ہے مگر خط نسخ اپنی کوئی تاریخ نہیں رکھتا صرف وسطی دور میں نسخ سے ملتے جلتے خط کا ذکر ملتا ہے جو کہ غیر ارادی طور پر کسی کاتب سے لکھا گیا ہوگا۔ نسخ سے قبل قرآن کی کتابت اور دیگر تحریری کام خط کوفی میں ہوتا تھا مگر آخر عہد میں کوفی صرف عمارات اور تزئین و آرائش کے لئے رہ گیا اور اس کی جگہ نسخ اور دیگر خطوط نے لے لی۔

طارق عزیز کے خیال میں اسے خط نسخ اس لیئے کہا جاتا ہے کہ اس کے رواج ہوتے ہی سابقہ تمام خطوط معدوم ہو گئے گویا یہ دوسرے خطوط کا ناسخ تھا۔ [2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں خط نسخ کا مطلب عام لکھت کا خط بیان کیا گیا ہے۔ [3]

سید عبداللہ لکھتے ہیں کہ غالباً ابن مقلہ کی اصول پسند طبیعت نے خط کو ریاضیاتی علم بنانے میں پہل کی۔ یوں دوسرے تقاضے بھی ممد ہوئے۔ قرآن مجید کے حروف والفاظ کو نحوی، صرفی اور لغوی لحاظ سے اصولوں میں منضبط کرنے کی تحریک عرصے سے جاری تھی اس لیئے املا کی صحت ریاضیاتی باقاعدگی اور حسن کے رجحان نے ایک با اصول خط کی ضرورت محسوس کرائی اور یہ ضرورت نسخ کی صورت میں پوری

۱۔ صحیفۂ خوشنویسان۔ ۵۶

۲۔ اردو رسم الخط اور ٹائپ۔ ۱۶

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۸/ ۹۶۳

خطِ کوفی، نسخ اور ثلث کے بہترین نمونے

از:- عبدالقادر

ہوئی۔ عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ (۳۲۰ھ) میں نسخ نے باقاعدہ خط کی شکل اختیار کر لی تھی۔ [۱] نسخ با اصول اور عملی خط تھا۔ اس کے لیئے بارہ قاعدے بنائے گئے تاکہ تمام کتابت اصولوں سے ہو سکے۔ اسی طرح گولائی اور سطح کے اصول بھی بنائے گئے۔ نسخ کی بے شمار شکلیں اور نمونے ہیں مگر ابتداء میں اس کا اصول یہ ٹھہرا کہ اس کا دور دو حصے اور سطح چار حصے ہوں۔ یعنی گولائیاں پوری نہ تھیں لہذا ٹیڑھا پن اور قوس نما نیم گولائی اس کی عام خصوصیت رہی۔ ہر نسخ نویس کے انداز میں کچھ نہ کچھ انفرادیت ضرور نظر آتی ہے مگر اصول سب کا ایک ہے۔ کوفی کے مقابلے میں نسخ گولائی کی طرف مائل ہے اور اس وجہ سے یہ روانی اور تیزی سے لکھا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں کوفی کی عمومی خامیاں، حروف کی پیچیدہ اور چوکور صورتیں موجود نہیں ہیں نیز حروف کا پھیلاؤ افقی ہوتا ہے۔ اس کے رائج ہونے سے فن تحریر کے نئے دروازے کھل گئے اور یہ بہت جلد تمام مسلم ممالک میں پھیل گیا۔

ابن مقلہ کے ایجاد کردہ خطوط کو بے شمار خطاطوں نے فخر کے ساتھ اپنایا اور ان کی نوک پلک سنوارنے اور حسن بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان خطاطوں میں عبداللہ بن اسد، محمد بن السمسانی اور ابوالحسن بن ہلال بغدادی کے نام قابل ذکر ہیں۔

ابوالحسن بن ہلال البواب ۳۵۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ آل بویہ کا دربان تھا۔ جس کی وجہ سے ابوالحسن "ابن البواب" کی کنیت سے مشہور ہوا۔ اس کے اندر ایک طاقتور فنکار چھپا تھا۔ اس نے ابن مقلہ کے اسلوب اور انداز کی پیروی کرتے ہوئے سب سے پہلے خط نسخ میں اصلاح کی اور نسخ کی سبک رفتاری اور نزاہت میں جو سقم تھا اسے دور کرنے کی طرف توجہ دی۔ خمیدہ حروف کی نشست اور قوسی حروف کے دائروں میں تنظیم پیدا کرنے کے لیئے انہیں اپنے انداز میں لکھا۔ سطح دور اور تناسب کامل کے قاعدے وضع کیئے۔ نقطہ دار حروف کا علیحدہ قاعدہ بنایا۔ اس طرح حروف کے طول، فاصلے، اصلی مدارِ خط سے خط کے اوپر اٹھنے اور نیچے گرنے کی نسبتیں مقرر کیں۔ [۲]

۱۔ تذکرہ خطاطین (سید عبداللہ)۔ ۱۲۶

وصلی: حافظ امیر الدین شاگرد میر پنجہ کش دہلوی

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

ابن البواب کا انتقال ۴۲۳ھ میں ہوا۔[1] سید عبداللہ نے ۴۱۳ھ[2] اور سعیدہ یاسمین نے ابن خلکان کے حوالے سے ۴۲۳ھ کا زمانہ متعین کیا ہے۔[3]

ابن البواب کے بعد ممتاز محدث خاتون زینت احمد الدیریہ نے نسخ کی دنیا میں ہلچل مچائی۔ یہ ابن البواب کے شاگرد محمد بن عبدالملک کی شاگرد تھیں۔ محدث خاتون کے تلامذہ میں یاقوت اول امین الدولہ یاقوت بن عبداللہ کا نام ہے جو ملک شاہ کے شاہی خطاط تھے (ملک شاہ سلجوق۔ دورِ حکومت ۴۶۵ھ تا ۴۸۵ھ)

ان کے بعد یاقوت الرومی الموصلی (متوفی ۶۱۸ھ) اور یاقوت الرومی المستعصمی (متوفی ۶۹۸ھ) کا نام ہے۔ یاقوت مستعصمی کو خطِ نسخ کا امام مانا جاتا ہے۔ انہوں نے اس فن میں کمال حاصل کیا۔[4]

خط نسخ کی ایک اور شاخ قرآن اور دوسری تحریروں میں امتیاز کے لئے ایجاد ہوئی جسے توقیع کہتے ہیں۔ اس کا اصول نصف سطح اور نصف دور قرار پایا۔ اسی طرح رقعہ جات اور فرامین کے لئے رقاع نامی شاخ نسخی اصول پر جاری ہوئی۔ نسخی اصول پر ہی خط تعلیق جاری ہوا جس نے نسخ کی اصول بندی کو توڑ ڈالا اور آگے چل کر نستعلیق اور شکستہ کی شکل اختیار کر لی۔[5]

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۹۷

۲۔ نذرِ رحمن (سید عبداللہ)۔ ۱۷۷

۳۔ الخط العربی وتطورہ فی العصور العباسیہ۔ ۷۵

۴۔ ،، ،، ،، ،، ۹۱

۵۔ نذرِ رحمن (سید عبداللہ) ۱۷۷

خط کوفی آرائشی میں تحریر کردہ القدوس السلام - از محمد عبدالقادر

بسم اللہ بطرز خط دیوانی

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحئی عابد

خط تعلیق

تعلیق کے معنی لٹکانے کے ہیں چونکہ اس خط کا ایک حرف دوسرے حرف سے ملا دیا جاتا ہے اس لیئے یہ اس نام سے موسوم ہوا۔ چونکہ عربی خط اور اس کی اقسام نے آرائشی اور تزئینی صورت اختیار کر لی تھی اور کوفی کے مقابلے میں آسان خط "نسخ" کے اصول و قواعد بھی بہت سخت تھے۔ لہٰذا ریاضیاتی اصولوں اور قاعدوں کے ساتھ ساتھ حسن کے تقاضوں نے نسخ کی اصول بندی کو توڑ ڈالا اور کاتبوں اور خطاطوں نے ضرورت کے تحت اس سے آزادی حاصل کر لی۔ خط تعلیق ایک آزاد خط ہے جسے ایرانیوں نے رقاع و توقیع کی آمیزش اور قطع و برید سے ایجاد کیا۔[1]

خط تعلیق کے موجد حسن بن حسین علی فارسی تھے جن کا زمانہ چوتھی صدی ہجری ہے۔[2] طارق عزیز نے سجاد مرزا کے حوالہ سے تعلیق کی ابتداء کا زمانہ چوتھی صدی ہجری ہی لکھا ہے۔[3] جبکہ اعجاز راھی نے ڈیمنڈ کے حوالہ سے ساتویں ہجری کا زمانہ متعین کیا ہے۔[4] عبدالفتاح عبادہ اس کا زمانہ آغاز سنہ ۶۰۰ھ بتلاتا ہے۔[5] سید عبداللہ نے سنہ [illegible]ھ کا اندازہ مقرر کیا ہے۔[6]

ان تمام تاریخوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط ایران میں تقریباً چوتھی اور ساتویں صدی ہجری کے درمیان رائج ہوا۔ چونکہ یہ خط عام ضروریات کے لیئے وضع کیا گیا تھا اور اس کے حروف باہم اس طرح ملے ہوتے تھے کہ ان کا تبدیل کرنا ناممکن تھا۔ اس لیئے اسے فرامین اور مراسلت کے لیئے موزوں سمجھا

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۱۵

۲۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۶۱

۳۔ اردو رسم الخط اور ٹائپ۔ ۱۸

۴۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۱۵

۵۔ انتشار الخط العربی۔ ۶۳

گیا۔ اسے عوام میں اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔
ترک اور مصری اسے خط دیوانی، ایرانی تعلیق اور ترسّل کہتے ہیں۔ مرزا حبیب
قاآنی کا شعر ہے:-

اے زلف تو پیچیدہ تر از خط ترسل
بر دامن زلف تو مرا دست توسّل۔ [۱]

حبیب اللہ فضائلی نے اس کا موجد حسن بن حسین علی اور زمانہ ۳۲۲ھ تا ۳۷۲ھ
لکھا ہے [۲] اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں عبدالحمید خان کے حوالہ سے اس کے موجدوں میں ابوالعالی
اور "رسالہ خط و سواد" کے حوالہ سے تاج سلمانی کے نام آئے ہیں [۳] ابوالفضل نے بھی اس کا موجد
تاج سلمانی ہی لکھا ہے۔ [۴]

خط تعلیق کے معرض وجود میں آنے کے بارے میں طارق عزیز لکھتے ہیں کہ اس کی ایجاد
کے پیچھے عجمیوں کے دل میں چھپی نفرت بھی کارفرما ہو سکتی ہے جو مفتوح قوم کے دل میں فاتح کے لیے ہوتی ہے۔
اور اسی نفرت کے زیر اثر عجمیوں نے عربی رسم الخط سے الگ روش اختیار کر کے اپنا قومی تشخص قائم کرنے کی کوشش
کی ہو۔ [۵]

مصنف کی رائے ہمارے لیے قابل احترام ضرور ہے مگر اسے اس وجہ سے تسلیم نہیں کیا جا
سکتا کہ خط کوفی کے بعد ابن مقلہ نے چھ خطوط ایجاد کیے اور بیسیوں اقلام وجود میں آئیں مگر کسی دور میں
مسلمان غلام نہیں تھے۔ دوسرے یہ کہ اگر عجمیوں کو فاتحین سے نفرت ہوتی تو وہ عربی رسم الخط کے رواج کے خلاف

۱۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۶۱
۲۔ اطلس خط۔ ۴۰۳
۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۵/۹۶۲
۴۔ آئین اکبری ۱/۱۸۸
۵۔ اردو رسم الخط اور ٹائپ۔ ۱۸: ۱۹

مزاحمت کرتے ۔ عجمیوں کے لیئے تو مسلمانوں کا دور حکومت عطیہ خداوندی تھا کہ انہیں جابر بادشاہوں اور جبر واستحصال سے نجات ملی۔ دراصل نئے خطوط کی ایجاد کے پیچھے مسلمانوں کا تخلیقی جذبہ کارفرما تھا جو انہیں نئے جہانوں کی تلاش اور خوب سے خوب تر کی جستجو میں متحرک رکھتا ہے۔ اس خط کی ایجاد کے پس پردہ یہی جذبہ اور کوفی ونسخ سمیت دیگر خطوط کے اصول وقواعد کی سختی جو زمانے کی تیزی کا ساتھ نہیں دے رہی ہوگی، سے نجات کی خواہش کارفرما رہی۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تعلیق کی ایجاد کے بعد دیگر خطوط ختم نہیں بلکہ اسی طرح مروّج رہے۔

خط تعلیق کا پہلا استاد نجم الدین ابوبکر راوندی تھا جس نے اسے سنوارنے میں اہم کردار ادا کیا اور تاج سلمانی نے اس کے خمیدہ وپیچیدہ زاویوں میں حسن پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں کاتب عبدالحئی کا نام بھی آتا ہے۔ [۱]

خواجہ ابوالعالی بیگ نے اس خط میں انقلابی اصطلاحات کیں اور فارسی کی مخصوص آوازوں "پ، چ، ژ اور گ" کے لیئے الفاظ ایجاد کیئے۔ اس مقصد کے لیئے انہوں نے تین تین نقاط وضع کیئے۔ ابتداء میں "گ" پر بھی تین نقاط (ڠ) لگائے جاتے تھے مگر بعد میں دو لکیریں استعمال ہونے لگیں۔ خواجہ ابوالعالی کی اس خط میں دلچسپی کے سبب بعض محققین غلط فہمی سے اسے ہی تعلیق کا موجد سمجھنے لگے۔ [۲]

تعلیق کے سلسلہ میں مولانا درویش، خواجہ عبداللہ صیرفی، ملّا محی الدین شیرازی، ملّا عبداللہ آتش پرہروی، ملا ابوبکر، ملا شیخ محمود، حافظ حفیظ اور خواجہ عبداللہ مروارید کو اہم مقام حاصل ہے۔ آگے چل کر یہ حضرات استادان فن اور ماہرین تعلیق میں شمار ہونے۔ انہیں استادان ہفت قلم کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ [۳]

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۱۵

۲۔ اردو رسم الخط اور ٹائپ۔ ۱۹

۳۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۱۵

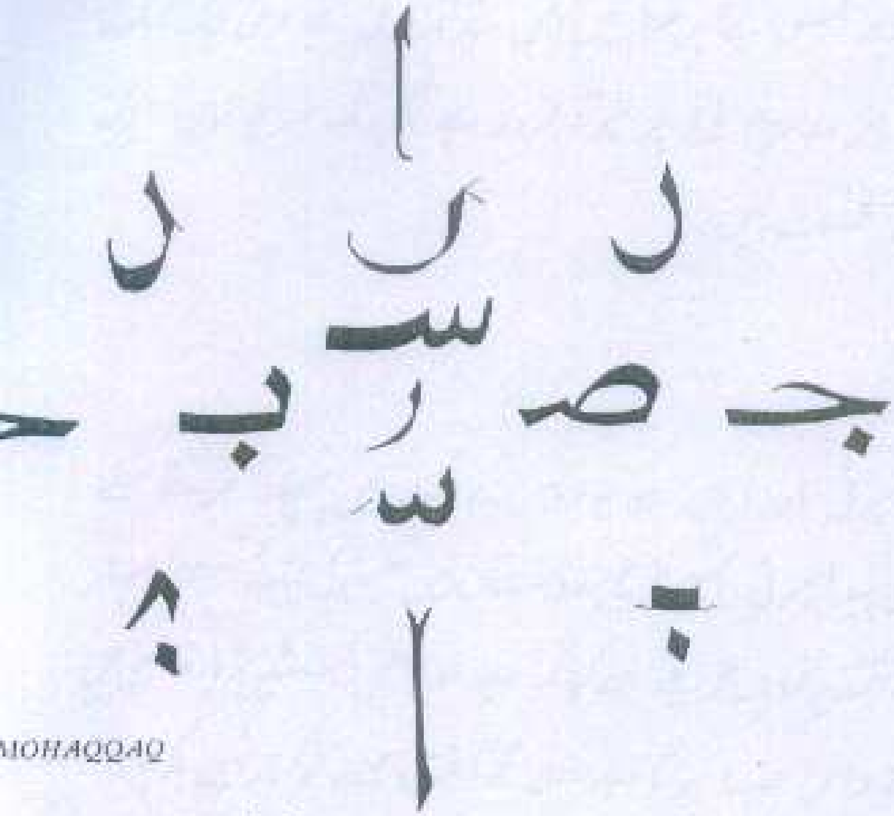

MOHAQQAQ

(خط محقق)

GULZAR

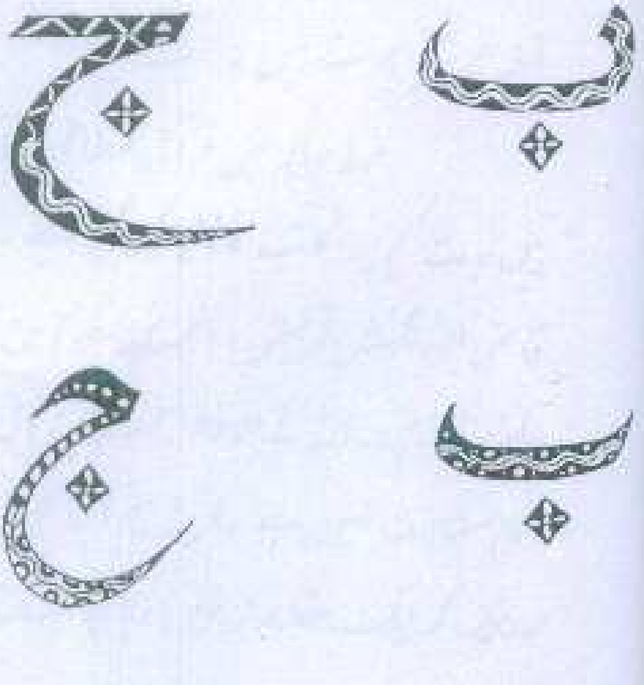

(خط گلزار)

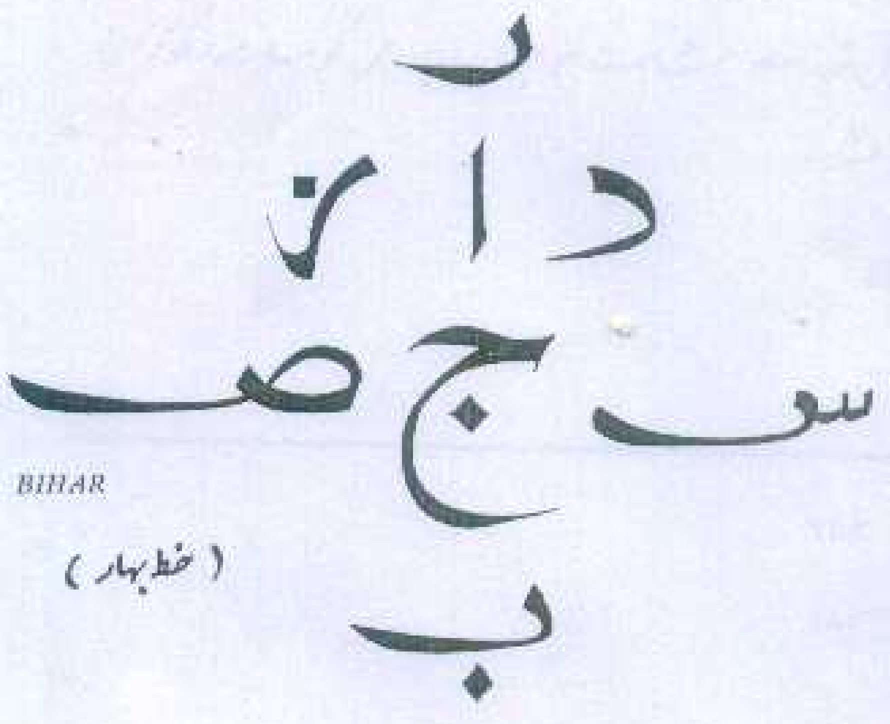

BIHAR

(خط بہار)

تعلیق چونکہ آزادی کا علمبردار ہے اس لئے ہر خطے میں اس نے آزادی سے اپنی ایک الگ صورت اختیار کر لی۔ ایک خطے کی کتابت کا اثر دوسرے خطے پر ہوتا ضرور ہے مگر رنگ جدا جدا ہیں۔ ایران ہندوستان اور دیگر ممالک کے تعلیق کے انداز مختلف ہیں۔

خط بہار

خط تعلیق کی ابتداء ایران سے ہوئی اور وہاں سے یہ دوسرے ملکوں میں پہنچا۔ ہر نئے خطے میں جا کر اس کے انداز میں تھوڑی بہت تبدیلی پیدا ہوئی۔ اسی طرح ہندوستان میں تعلیق کی ایک قسم خط بہار کے نام سے موسوم ہوئی۔ اس میں حروف کا تشخص نمایاں طریقے سے کیا گیا ہے اور افقی کششیں زیادہ لمبی ہیں۔ "ن، ی، ل اور ک" کا دامن بالکل "ب" کے دامن جیسا ہوتا ہے۔ ان کے آخری حصے نوکدار نہیں بلکہ پورے قط پر ختم ہوتے ہیں۔ [1]

خط بہار میں قرآنی خطاطی مختلف ادوار میں دکھائی دیتی ہے لیکن اب تک جتنے نسخے بھی ملے ہیں بہت کم پر کاتب کا نام لکھا گیا ہے۔ تاریخ خطاطی میں ڈاکٹر وحید قریشی کے حوالہ سے قاضی محمد الیاس قاضی اللہ بخش قریشی، احمد بن نظام بن قوام، شاہ خدا بخش مملوکہ کے نام خط بہار کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ احمد گلچین ہانی کا ذکر ہے جنہوں نے خط بہار کو ثلث ترکستانی کا نام دیا۔ مگر ان میں مکمل مشابہت نہیں ہے۔ حرف میم اور عین میں قدرے مشابہت موجود ہے جن کو سامنے رکھ کر ان دونوں کو ایک خط قرار نہیں دیا جا سکتا۔ [2]

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۹۶۲

۲۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۷۰

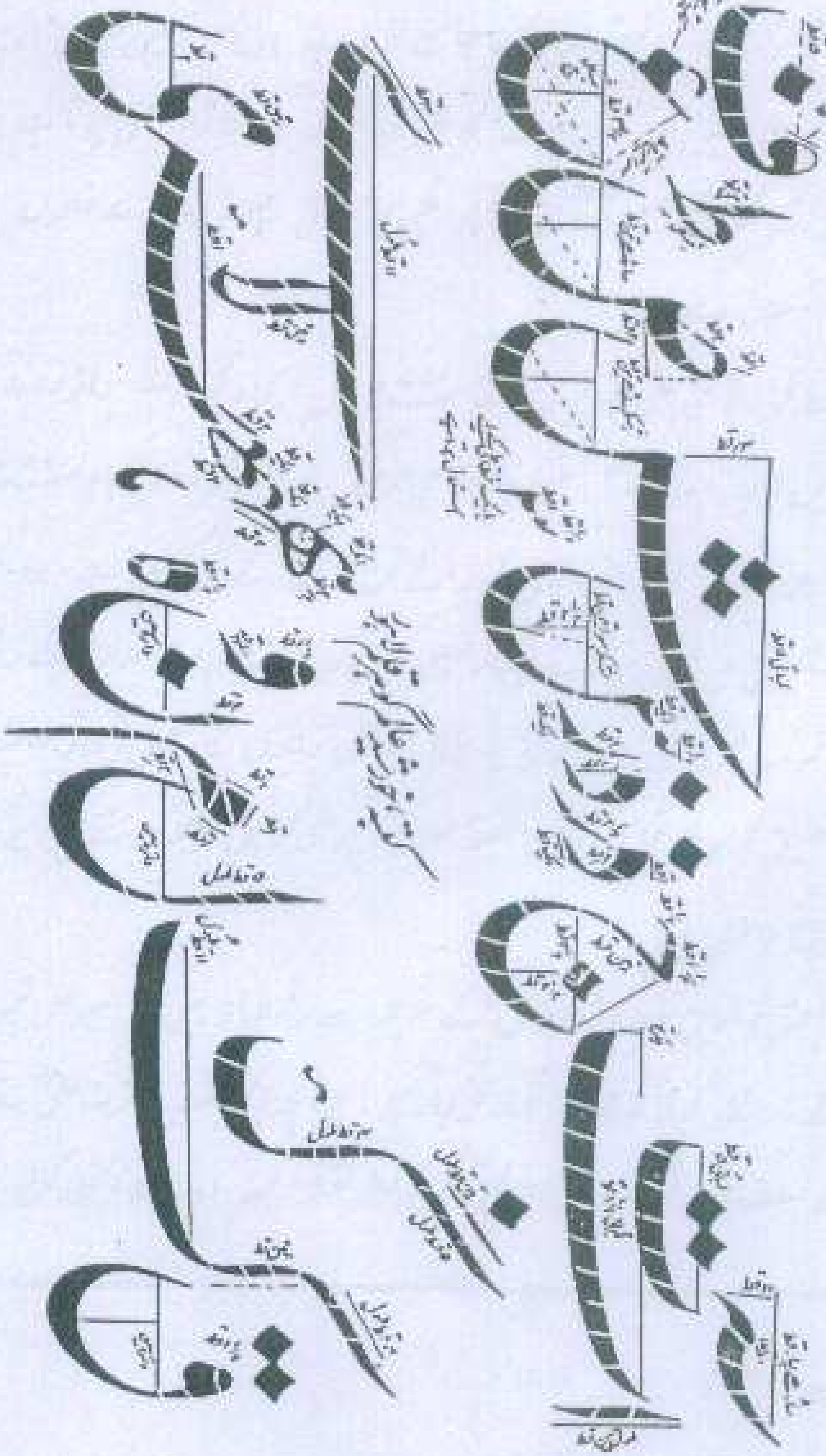

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خطِ نستعلیق

"نستعلیق" کا مطلب نسخ اور تعلیق کے ملاپ سے بننے والا خط ہے۔ اس کے رواج سے تعلیق رفتہ رفتہ ختم ہو گیا۔ نستعلیق ایک جامع خط ہے اور اس میں تعلیق اور شفیعہ کی طرح حروف کو ملانے والی لکیریں بھی نہیں ہیں۔ ہر حرف کا شوشہ، نقطہ اور دائرہ مکمل ہوتا ہے۔ اگر عبارت زیادہ اور جگہ کم ہو تو حروف اوپر تلے لکھ کر بھی اس کی شان برقرار رکھی جا سکتی ہے۔ دوسرے خطوں کے مقابلے میں اس کا پڑھنا بھی نسبتاً آسان ہے۔

اس خط کو ملا میر علی تبریزی نے ۷۷۷ھ میں ایجاد کیا۔[1] دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق نستعلیق ۷۹۸ھ میں ایجاد ہوا۔[2] مولانا احترام الدین نے اس کا زمانہ ایجاد ۷۷۰ھ اور ۸۰۵ھ کے درمیان متعین کیا ہے۔[3] مگر ابوالفضل کی رائے ان سب کے برعکس ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ :۔

"خطِ نستعلیق میر علی تبریزی نے ایجاد نہیں کیا بلکہ امیر تیمور صاحبقران کے زمانے سے قبل کے تحریر کردہ نستعلیق کے نمونے بھی ملتے ہیں لہٰذا یہ خط میر علی تبریزی سے قبل ایجاد ہو چکا تھا۔"[4]

خطِ نستعلیق کا موجد تمام مؤرخین متفقہ طور پر میر علی کو ہی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اسی کے کمالِ فن کی وجہ سے اسے عروج حاصل ہوا۔

مولانا احترام الدین "خط و خطاطان" کے حوالہ سے رقمطراز ہیں کہ میر علی تبریزی اللہ سے دعا کیا کرتے تھے کہ ان کے ذریعے کوئی لاجواب خط ایجاد ہو، چنانچہ ایک شب حضرت علیؓ نے ان کو خواب میں فرمایا کہ بط اور مرغابی کے اعضاء پر غور کرو اور ان کی آنکھ کو بطور نقطہ دیکھو اور خط ایجاد کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی

۱۔ نذرِ حسن (سید عبداللہ) ۱۴۸

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۹۷۳

۳۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۶۸

۴۔ آئین اکبری۔ ۱/۱۸۸

جودت طبع سے خطِ نستعلیق ایجاد کر لیا۔ [۱]

اس خط میں اعضائے انسانی و حیوانی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں اور باریکی کے بارے میں خنجر تیر و تبر اور تلوار سے مماثلت بھی ہے۔

اوّل اوّل اس خط کا نام نسختعلیق تھا مگر بعد میں "خ" حذف ہونے سے نستعلیق رہ گیا۔ یہ عربی خط سے واضح طور پر مختلف ہونے کے باوجود اپنی کیفیت اور حروف کی ساخت کے اعتبار سے مختلف نہیں تھا۔ خط کی اس انفرادی شکل نے ایرانیوں کے لیئے علیحدہ خط بنا کر ان کا تشخص بحال کیا اور دوسری طرف اس کا رابطہ عربی خط سے بھی رہا۔ اپنے حسن و خوبی کی بدولت یہ خط بہت جلد ایران سے نکل کر دوسرے ممالک تک پھیل گیا۔ اس میں قرآن کی کتابت بہت کم ہوئی ہے غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ حروف کے پیوند اس قدر قریب ملحق ہوتے ہیں کہ اعراب اور زیادات کے لیئے گنجائش نہیں ہوتی۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قرآنی رسم الخط کی تقدیس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سابقہ خط کی تقلید کی جاتی رہی۔ کیونکہ وہ خط وضع ہی کتابت قرآن کے لیئے ہوئے تھے اس لیئے قرآنی کتابت زیادہ تر انہی خطوں میں ہوتی رہی۔

خواجہ میر علی تبریزی کے شاگردوں میں جعفر تبریزی اور مولانا اظہر بہت مشہور ہوئے۔ [۲] امیر تیمور کے عہد میں شاہی خاندان کے افراد نے اس خط میں دلچسپی لی اور اسے ترقی دی۔

حاکم ہرات حسین مرزا کے درباری سلطان علی مشہدی کمال فن کے حامل تھے۔ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا میر نوائی کا دیوان میٹروپولیٹن میوزیم میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ میر علی ہروی، میر عماد، عبدالرشید دیلمی اور محمد حسین کاشمیری وغیرہ بہت مشہور ہوئے۔

صفوی عہد میں میر عماد حسنی سیفی قزوینی (متوفی ۱۰۲۴ھ) خط نستعلیق کے عظیم خطاط تھے جن کا ثانی کوئی نہیں تھا۔ دورِ حاضر میں میرزا احمد حسین عماد الکتاب سیفی قزوینی (متوفی ۱۳۱۵ھ • تہران) کو فن حاضر کا آخری استاد کہا جاتا ہے۔ [۳]

۱۔ صحیفہ خوشنویسان - ۷۰

۲۔ تاریخ فن خطاطی (ابن کلیم) ۳۵

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ - ۹۲۵

ب ت ک ت ف

هر که آموزد ادب گردد ادیب

بکوشید تا جامه بیابد بپوشید

هنر آری همه از فضل و کمالست

ز دانش اندر جهان هیچ نیست

دور اندیشی همواره بیدار است

بدو دوستی در خور خویش گیر همه

هر که ناشایسته گوید ناشایسته شنود

کای نور چشم من بجز از کشته ندروی

جهل خوابست و علم بیداری همه

خط نستعلیق

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خطِ شکستہ:

خطِ تعلیق اور نستعلیق کی آمیزش سے مرتضیٰ قلی شاملو نے تقریباً ۱۱۰۰ھ [۱] میں خطِ شکستہ ایجاد کیا۔ اس خط کے دائرے اور شوشے کچھ کٹے ہوئے ہوتے تھے۔ اس کی ایجاد زود نویسی کی ضرورت کے تحت ہوئی بعد رفتہ رفتہ اس کے اصول و قواعد مرتب ہوئے اور اس نے مستقل خط کا درجہ حاصل کر لیا۔ اس کا دوسرا نام خطِ دیوانی بھی ہے۔ یہ ایران سے گذر کر ہندوستان اور دیگر ممالک میں بھی مقبول ہوا۔ شاہجہان کا عہد اس خط کے عروج کا زمانہ تھا۔

مولانا احترام الدین نے شکستہ خفی کا موجد میرزا محمد حسین اور جلی کا موجد مولوی حیات علی لکھا ہے۔ [۲]

شکستہ خط کی جو قسم دیوان اور دفاتر سے متعلق تھی اسے خطِ دیوانی کہا جاتا تھا۔ یہ قدرے پیچیدہ شکل کا تھا۔ پرانے دور کے منشی اور پٹواری اب بھی اسی خط کو استعمال کرتے ہیں۔

خطِ شفیعہ:

خطِ شفیعہ کو مرتضیٰ قلی شاملو کے منشی مرزا شفیعائی نے خطِ شکستہ سے ہی مشتق کیا تھا۔ مرزا شفیعائی کا تعلق ہرات سے تھا اور وہ تعلیق اور نستعلیق کا بھی ماہر تھا۔ شفیعہ اگرچہ شکستہ ہی کی ایک طرز ہے مگر اہلِ فن نے اس کی مخصوص روش اور مقبولیت کی وجہ سے اس کو جداگانہ خط تسلیم کیا ہے۔ [۳]

یہ خط ایران میں جاری ہو کر مقبول ہوا اور کافی عرصہ ہندوستان میں بھی رائج رہا۔ ایران کے موجودہ قلمی خط میں اس کی کچھ کچھ جھلک ملتی ہے۔ "ت" اور "د" کو حلقہ دار لکھنا اس کی خصوصیت ہے۔ عہدِ شاہجہان میں سعد اللہ خان کے زمانہ وزارت میں یہ خط مکتوب نگاری کے لیئے استعمال ہوتا رہا۔ یہ شکستہ سے زیادہ مہذب اور خوبصورت تھا۔

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۵ / ۹۷۹

۲۔ صحیفۂ خوشنویسان ۷۲

۳۔ " " " ۱۵ / ۹۷۹

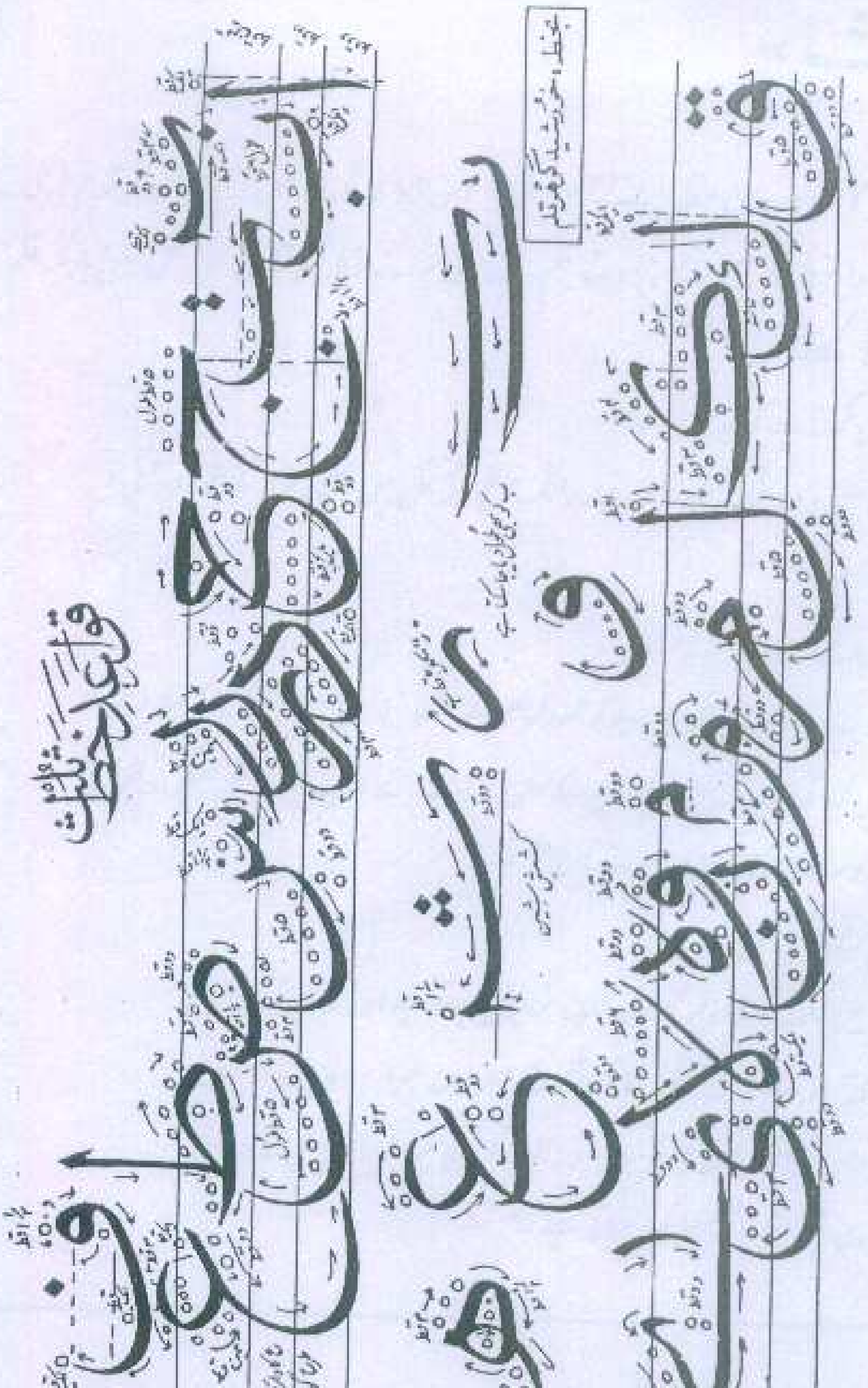

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خطِ ثلث

خطِ ثلث کا موجد ابن مقلہ (م ۳۲۸ھ) تھا۔ اس خط کو ثلث اس لیے کہا گیا کہ قدیم حیری اور کوفی کے بعد یہ تیسرا خط تھا۔ جلی، یعنی موٹے قلم سے لکھے ہوئے خط کو ثلث اور خفی یعنی باریک قلم سے لکھے ہوئے خط کو نسخ کہتے ہیں۔

ابوالفضل لکھتا ہے کہ:-

"خطِ ثلث و نسخ دو دانگ دور اور چار دانگ سطح پر مشتمل ہیں۔ جلی خط ثلث اور خفی خط نسخ ہے۔"[1]

دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق،

"خطِ ثلث کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ عمودی حروف مثلاً "ا، ل، ط، ک" کو بطرف بالا نسبتاً زیادہ طویل کیا گیا ہے۔ ان کے اوپر کے سرے سب کے سب ایک افقی سطح سے چھوتے ہیں اور ایک دوسرے کے متوازی ہوتے ہیں۔"[2]

ابن کلیم رقمطراز ہیں:-

"خطِ ثلث میں الف کے اوپر کا حصہ تکون نما بنایا جاتا ہے اور اسی تثلیث کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس خط کا نام ثلث معروف ہوا۔ اس خط کا الف لمبائی میں دس قط تک لکھا جاتا ہے اور الف کا نچلا سرا زیبائش کی خاطر بائیں طرف نصف قط تک مُڑھا کیا جاتا ہے۔"[3]

۱۔ آئینِ اکبری۔ ۱/ ۱۸۷

۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۵/ ۹۷۳

۳۔ نقوش رعنا۔ ۲۷

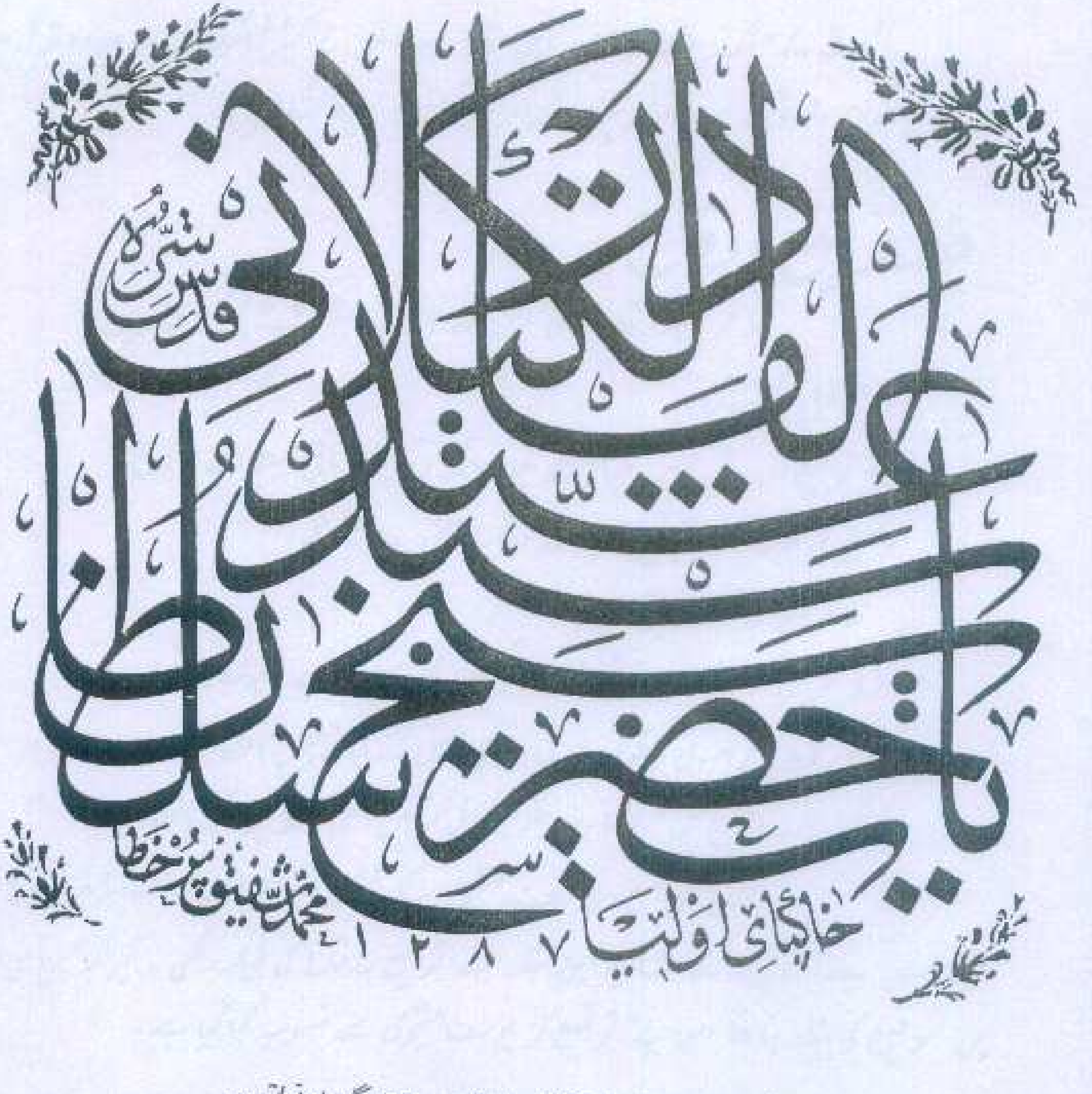

خط ثلث جس میں یا حضرت شیخ سلطان عبد القادر گیلانی تحریر
کیا گیا ہے۔ از محمد شفیق ۱۳۹۰ھ

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خط ثلث دیگر تمام خطوط کی اصل ہے۔ یہ مشکل ترین خطوط میں سے ہے۔ اس خط کے قواعد ابن مقلہ نے مرتب کیئے تھے۔

ثلث کے مشہور خطاطوں میں ابن مقلہ اور اس کے کثیر شاگردوں کے علاوہ ترکی میں محمود جلال الدین، محمد عزت، عبداللہ زہری، محمد ابراہیم آفندی وغیرہ شامل ہیں۔ ۱

خط توقیع ورقاع :

خط توقیع ورقاع بھی ابن مقلہ (متوفی ۳۲۸ھ) کی ایجاد ہیں۔

ابوالفضل لکھتے ہیں:

"توقیع اور رقاع میں ساڑھے چار دانگ دور اور باقی سطح ہے۔ ثلث و نسخ کی طرح خط توقیع جلی اور رقاع خفی ہے۔" ۲

طاہر الکردی کہتے ہیں کہ:۔

"خط توقیع وہ خط ہے جو ثلث اور نسخ کے درمیان ہے۔ یوسف الشجری نے اس خط کے اصول و قواعد کی بنیاد رکھی۔ اس نے اسے "جلیل" (خط) سے اخذ کیا اور نام "ریاسی" رکھا۔ وہ حکمرانوں کی کتابیں اسی خط میں لکھتا تھا۔ ۳

"الریاسی" میں یوسف الشجری کے شاگرد "الاحول المحرر" نے مزید اصلاح کی جس سے "المحرر" کے شاگرد ابن مقلہ نے توقیع ورقاع کی بنیاد رکھی۔ کیونکہ "ریاسی" ہی توقیع کی بنیاد بنا تھا اس لیئے توقیع کو یوسف الشجری سے منسوب کیا گیا ہے۔

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ : ۱۰۱

۲۔ آئین اکبری ۔ ۱/ ۱۸۷

۳۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ ۔ ۱۰۷

ا ت ث خ ذ ز ش ش ض ظ

غ ف ق ق ك ك ل م ن و

هـ ه بة ة لا ى

ديوان الخط العربي

RIQ'A

(نمونه خط رقعه)

خط رقعہ :

یہ خط ترکی میں ایجاد ہوا اور وہیں سے عرب، مصر، شام اور عراق میں مستعمل ہوا۔ یہ اپنی آسانی اور روانی کی وجہ سے موجودہ دور میں پورے عرب میں مقبول ہے۔ اسے روزمرہ کی تحریروں، کتب اور مصاحف کی کتابت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے خاص قواعد اور دیگر خطوط کی طرح نوک پلک بھی نہیں ہے۔

طاہرالکردی لکھتے ہیں:۔

"خط رقعہ جس شخص نے ایجاد کیا اور اس کے اصول و قواعد وضع کئے اس کا نام استاد ممتاز بک ہے جو تقریباً ۱۲۸۰ھ میں سلطان عبدالمجید خان کے زمانہ میں مشیر خاص تھے۔ قبل ازیں رقعہ دیوانی سے ملتا جلتا تھا۔"

خط دیوانی :

اسے دیوانی اس لیئے کہتے ہیں کہ یہ دفاتر اور سرکاری کاموں کے لیئے مخصوص تھا۔ سرکاری فرامین لکھنے والے کے عہدہ کا نام دیوان تھا۔ اور دیوانی کاموں میں مستعمل ہونے کے سبب اس کا یہ نام پڑا۔ یہ زیادہ تر عربی کتابت کے لیئے ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ مزید براں کوفی اور نسخ کے ساتھ اس سے قرآن مجید کی تزئین و آرائش میں مدد لی جاتی رہی۔ یہ ترکی سے جاری ہو کر پورے عالم اسلام میں پھیلا۔

طاہرالکردی لکھتے ہیں کہ:۔

ا۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۱۰۲

استكثر من فوائد الخير فانها تنشر المحمدة وتقيل العثرة

واصبر على كظم الغيظ

فانه يورث الراحة ويؤمن الساحة

خط دیوانی کا ایک نمونہ

عبدالحی عابد lecturer_isl@yahoo.com

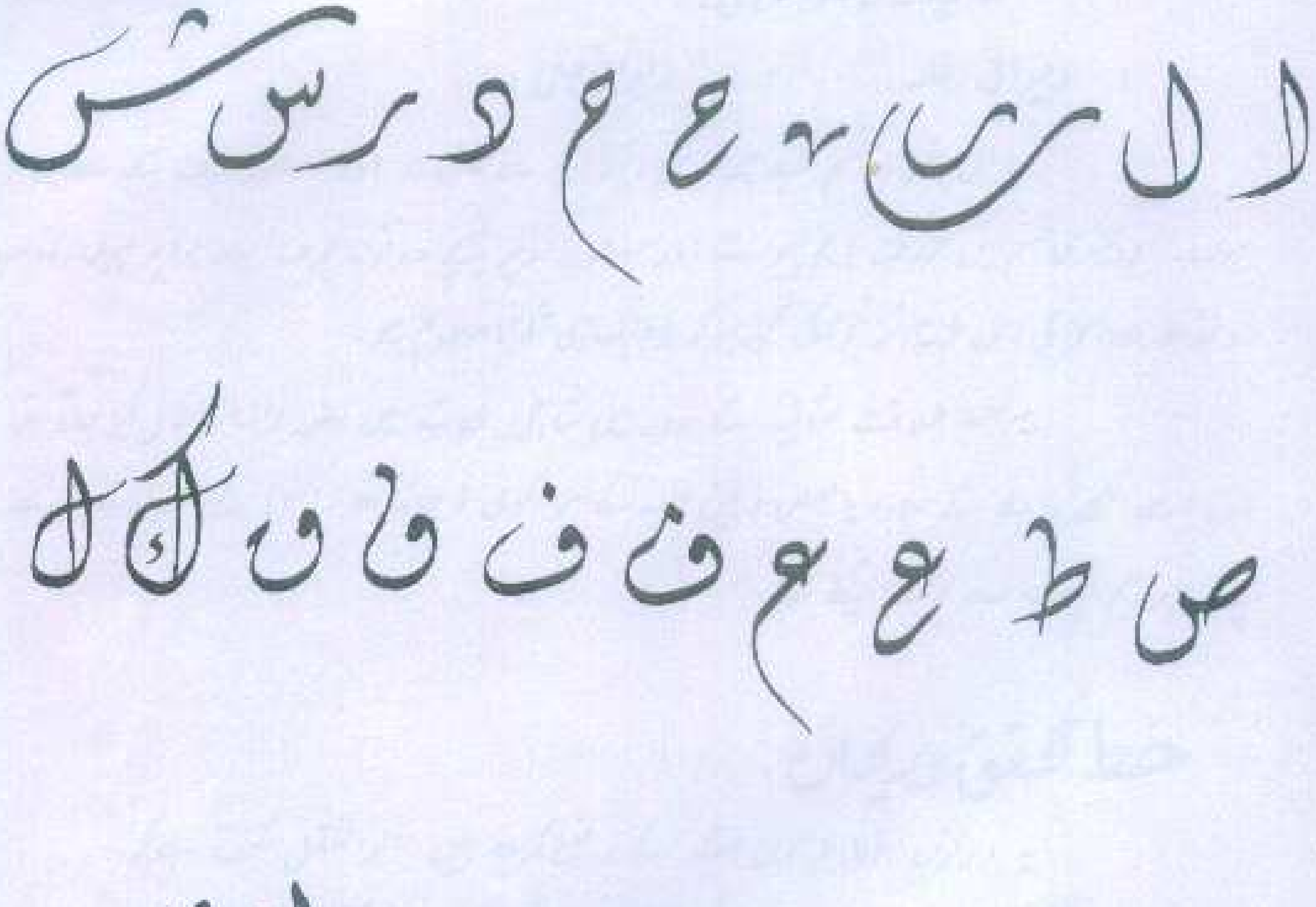

DIWANI

(نمونه خط دیوانی)

" خط دیوانی کی دو اقسام ہیں :۔

۱۔ دیوانی رقعہ ۲۔ دیوانی جلی :

دیوانی رقعہ وہ قسم ہے جو تزئین و آرائش سے خالی ہو اور سطور حرف نیچے سے برابر ہوں۔ دوسری قسم میں حروف باہم پیوست اور سطور اوپر نیچے دونوں طرف سے برابر ہوں۔ اعراب ونقاط سے اس کی اس طرح تزئین کی گئی ہو کہ وہ ایک ہی ٹکڑا معلوم ہو۔

یہ خط خلافت عثمانیہ کے دور میں شاہی محلات میں بطور راز استعمال کیا جاتا تھا اور اسے لکھنے والے کے علاوہ یا بعض ذہین طلبہ کے سوا کوئی نہ جانتا تھا۔ اس کے اصول سب سے پہلے ابراہیم منیف نے وضع کیئے تھے۔" ؎۱

خط محقق وریحان :

یہ دونوں خطوط ابن مقلہ کے وضع کردہ ہیں۔ ابوالفضل لکھتا ہے کہ :۔

" محقق وریحان ساڑھے چار دانگ سطح اور باقی دور پر مشتمل ہیں۔ خط محقق جلی خط ہے اور ریحان خفی۔" ؎۲

دونوں خطوط بلحاظ دور وسطح توقیع ورقاع کی ضد ہیں۔ محقق کو محقق کہنے کی وجہ اس کے دائروں میں مکمل تحقیق سے کام لینا ہے اور ریحان ، جو بصورتی اور نزاکت میں ریحان کی مناسبت سے ریحان کہلاتا ہے۔

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ ۔ ۱۰۳ : ۱۰۴

۲۔ آئین اکبری ۔ ۱ / ۱۸۷

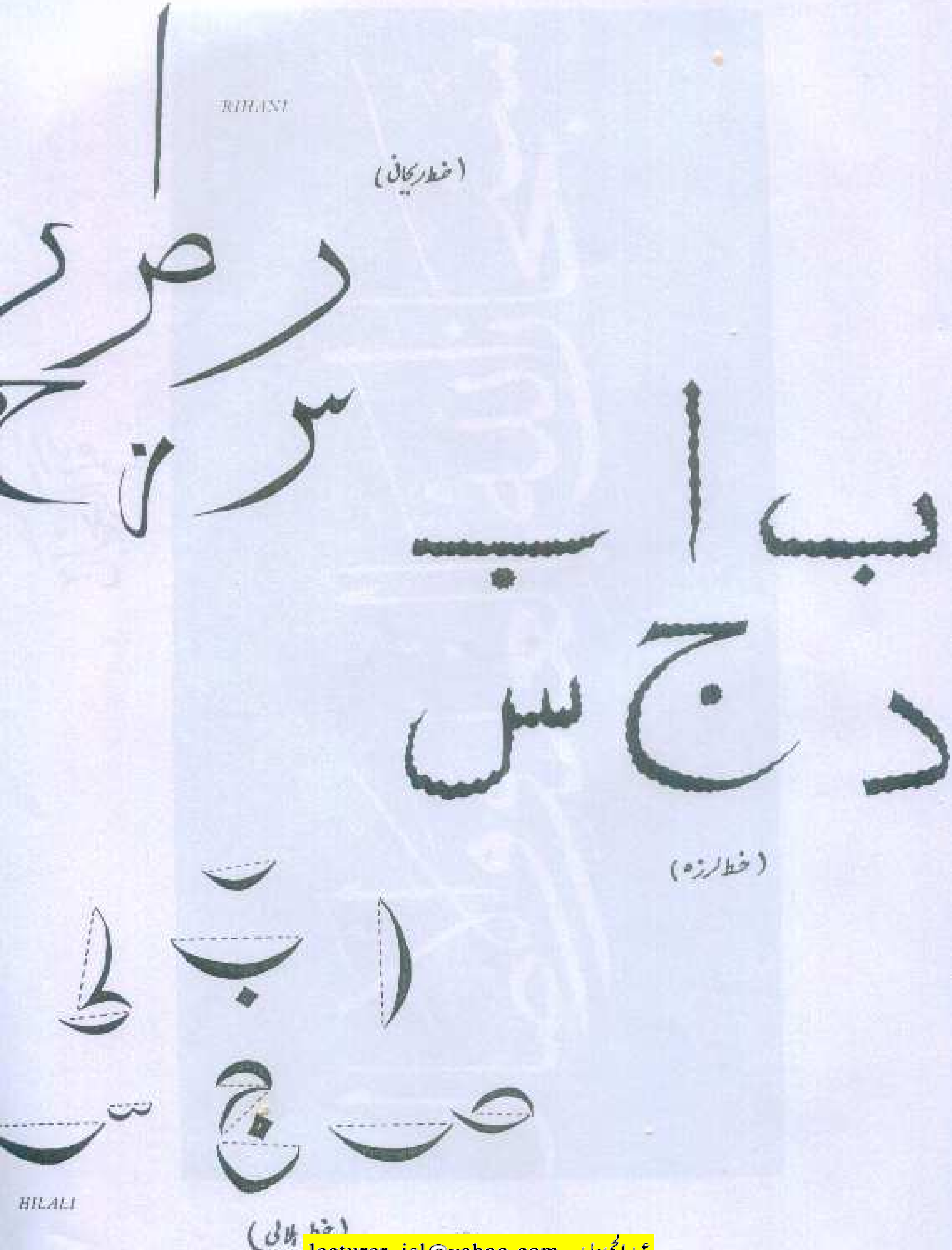

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

قلم الریحان

خطِ مغربی:

خطِ مغربی خطِ کوفی سے مشتق ہے۔ ابتدائے اسلام میں ملکِ عرب میں خطِ کوفی رائج تھا جو افریقہ پہنچ کر معمولی تبدیلی اختیار کر کے خطِ مغربی کے نام سے مروج ہوا۔

امیر معاویہؓ کے عہد (۴۱ھ تا ۶۰ھ) میں عقبہ بن نافع نے ۵۰ھ میں شمالی افریقہ فتح کیا اور "قیروان" نامی شہر آباد کیا جسے دارالخلافہ قرار دیا گیا۔ اسی شہر کی نسبت سے یہ خط ابتداء میں "خطِ قیروانی" کہلایا۔

عبدالفتاح عبادہ کے مطابق:

"فتوحات کے بعد حکومت وسیع ہونے کے سبب جب دارالخلافہ قیروان سے اندلس منتقل ہوا تو اسے "خطِ اندلسی" اور "خطِ قرطبی" کہا جانے لگا۔" [1]

ابنِ خلدون لکھتے ہیں کہ:

"بغدادی رسم الخط کے بعد افریقی خط کا درجہ ہے جس کا قدیم رسم الخط آج بھی معروف ہے اور مشرقی خط کے نقوش سے قریب ہے۔ یہ بنوامیہ سے اندلس میں پھیلا اور ممتاز حیثیت اختیار کر لی۔ اسلامی حکومت اور پھر بربروں کی حکومت کے ختم ہونے کے بعد عیسائی قابض ہوئے تو عرب اور بربر دوسرے علاقوں میں منتشر ہو گئے۔ بعض مغرب و افریقہ چلے گئے۔ اس لیے ان کا خط افریقی خط پر غالب آگیا اور افریقی خط مٹ گیا۔ اب تمام اندلس کا وہی خط ہے جو تونس اور اس کے مضافات میں رائج ہے۔" [2]

خطِ مغربی آج بھی تقریباً اسی رسم الخط میں رائج ہے جس میں صدیوں قبل تھا۔ اور اس میں کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ غالباً اس علاقے کے کم علم اور دینی غیرت کے

۱۔ انتشار الخط العربی۔ ۷۷

۲۔ مقدمہ ابنِ خلدون۔ ۲/ ۳۱۰

حامل افراد کا یہ عقیدہ تھا کہ عربی خط کلام اللہ کے ساتھ زمین پر اترا ہے اور خدا کے عطیہ میں تبدیلی تحریف کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ اس عقیدہ نے خط میں اصلاح و ترقی کی ہر راہ مسدود کر دی۔

خط مغربی کے حروف عربی خط کی نسبت معمولی مختلف ہیں۔ چند حروف کی اصوات اور کچھ کے رسم الخط میں اختلاف ہے۔

عبدالفتاح عبادہ رقمطراز ہیں:۔

" اہل مغرب "قاف" کو "فا" کی صورت میں لکھتے ہیں (فال اللہ) اور "فا" کو اسی صورت میں لکھ کر نیچے ایک نقطہ دیتے ہیں جیسے (فیما) اور "ذ" کو (ذکر ذکر) لکھتے ہیں۔ انہوں نے عربی حروف میں مندرجہ ذیل اضافے کیے ہیں۔

"ک" (ک کے اوپر تین نقاط کا اضافہ) "پ" (نیچے تین نقاط کا اضافہ) "جۛ" (جیم پر تین نقاط کا اضافہ) اور "ڨ" (تین نقاط کے اضافہ کے ساتھ) یہ "گ" کی طرح بولا جاتا ہے۔ ان تمام حروف کو "جاف بربری" کہتے ہیں۔" [1]

خط مغربی کے حروف لمبے اور نسبتاً جلی ہوتے ہیں۔ گولائی میں لکھے جانے والے حروف کے دائرے نسبتاً کھلے ہوتے ہیں اور میم کا سرا ختم ہوتے ہی نیچے کو مڑ جاتا ہے۔

مغربی خط کی چار اقسام "تونسی، الجزائری، فاسی اور سوڈانی مستعمل ہیں۔" [2]

۱۔ انتشار الخط العربی۔ ۷۵

۲۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۱۱۸

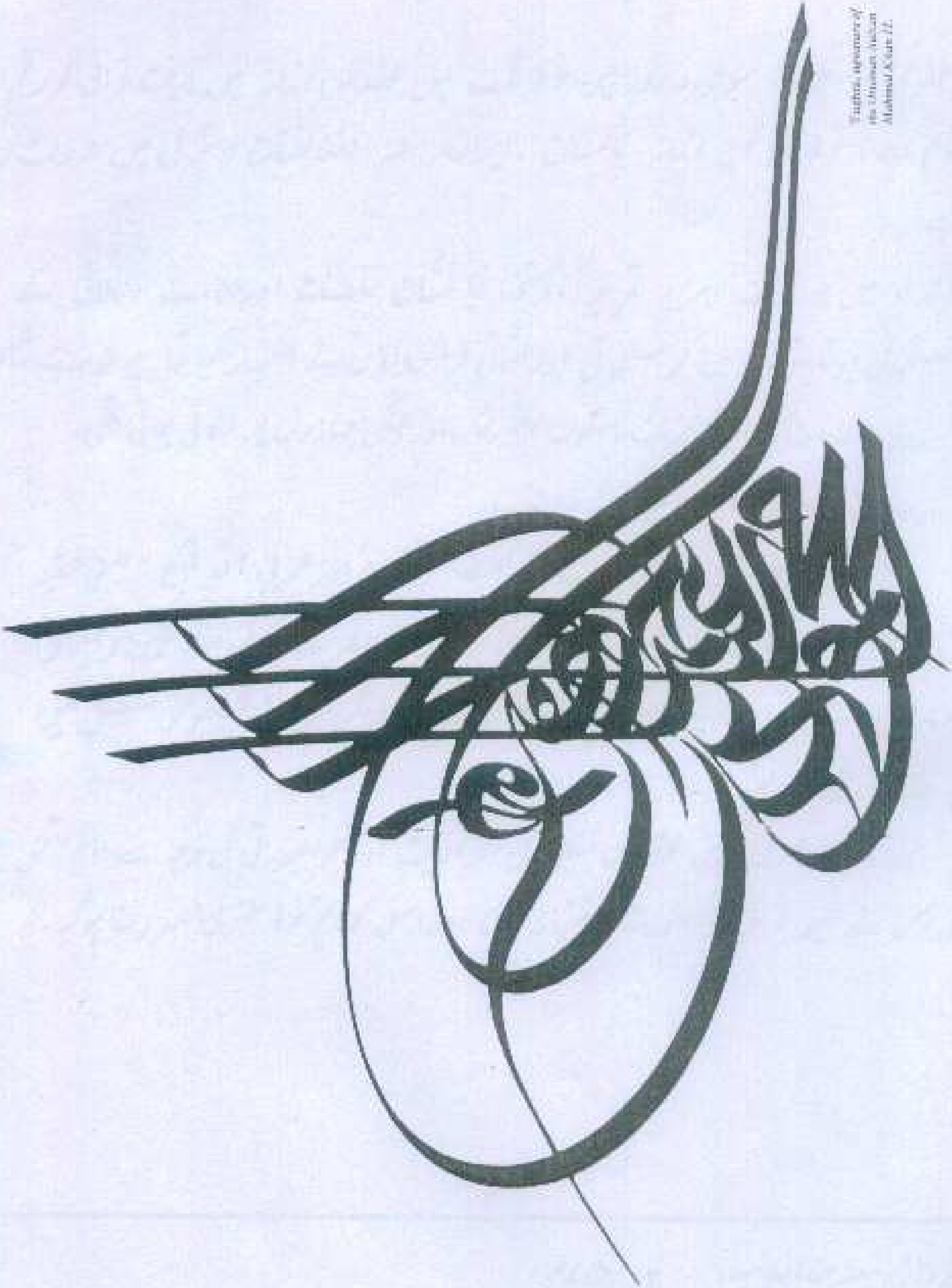

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خط طغریٰ:

"خط طغریٰ یا طُرّہ" موجودہ دور میں خط ثلث میں مخصوص انداز میں آیات قرانی کو رقم کرنے کا نام ہے۔ خطاطی کا یہ انداز پاکستان، ایران، مصر، افغانستان و ترکی میں معروف و مقبول ہے۔

ابتداء میں یہ حرف رمزیہ تحریر، دستخط یا نشانِ سلطنت اور علامت سلطانی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اس کو سلجوق اور عثمانی فرمانرواؤں نے اختیار کیا تھا۔ یہ علامت شاہ کی طرف سے احکامات، دستاویزات، سکوں، عمارتوں اور جنگی جہازوں پر لگائی جاتی تھی۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق:۔

"طغریٰ کا لفظ فارسی زبان کے لفظ "نشان" اور عربی "توقیع" یعنی خفیہ نشان دستخط وغیرہ کے ہم معنی ہے۔ طغریٰ کا رواج مصر کے مملوک سلاطین و عثمانی ترکوں میں بہت تھا۔ طغرے میں سلاطین کے نام یا دیگر حروف مخصوص شکل میں لکھے جاتے تھے۔" [1]

بعدازاں طغریٰ اپنی مخصوص شکل کی انفرادیت اور خوبصورتی کی وجہ سے عام مستعمل ہوگیا اور اس نے علیحدہ خط کی صورت اختیار کرلی اور اس کا نام "خط طغریٰ" معروف ہوگیا۔

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۱۲/۶۷۵

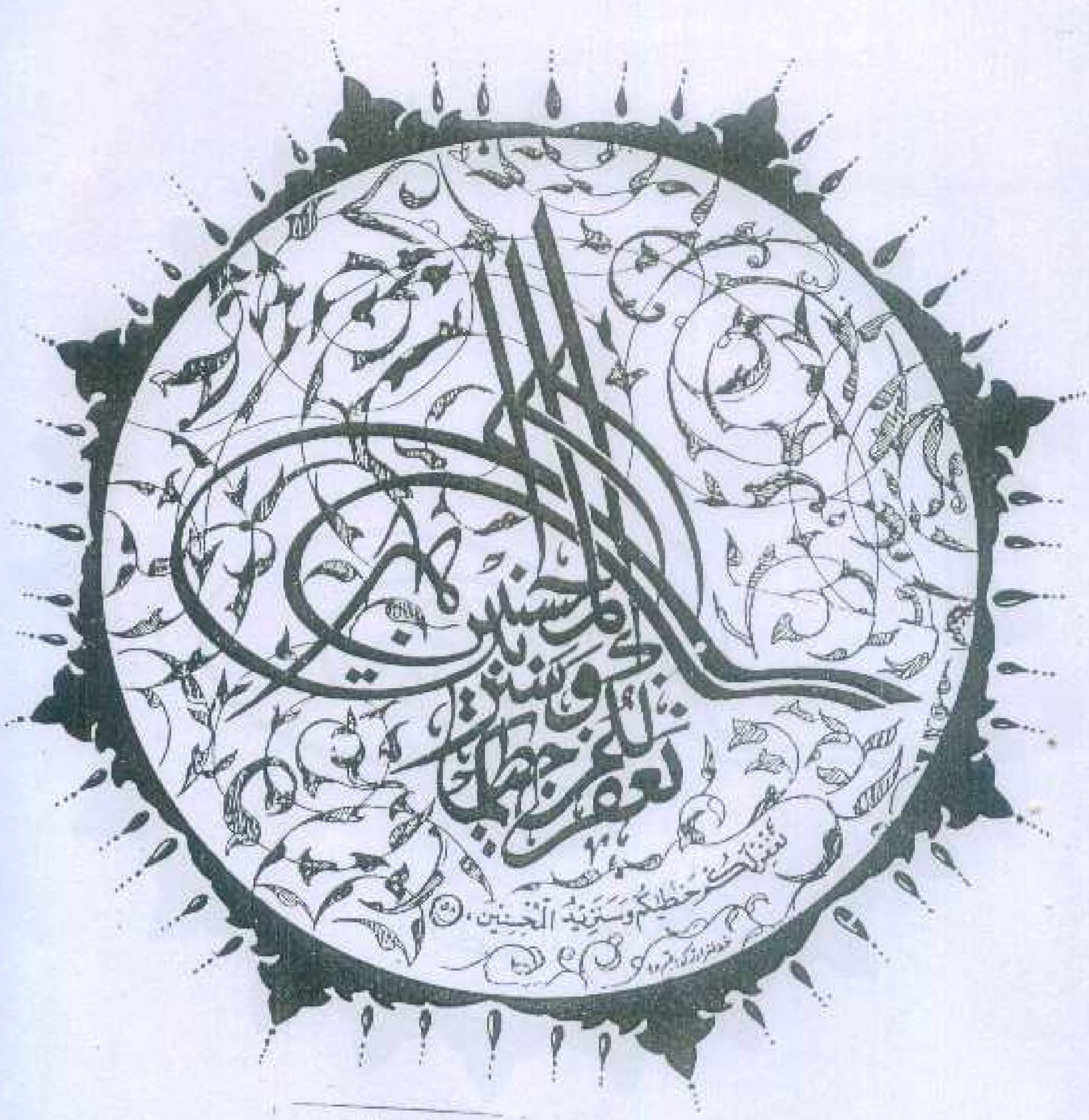

طغرا، خطِ سنبلی

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خط طغرا جدید اضافات کے ساتھ

(بخط گوہر)

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

مشہور مسلم خطاط

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

خالد بن الہیاج :

آرائش خطاطی میں سب سے پہلا نام خالد بن الہیاج کا ہے۔ آپ نے ۹۶ھ میں مسجد نبوی میں "سورۃ والشمس" کی خطاطی کر کے آرائشی خطاطی کی بنیاد رکھی۔ خالد قرآن کی کتابت کے ساتھ ساتھ اشعار اور اخبارِ عرب کی کتابت بھی کیا کرتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب آپ کے کمالِ فن کو دیکھا تو اپنے لیے ایک قرآن لکھنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ خالد نے آبِ زر سے کتابت کر کے قرآن کا ایک خوبصورت نسخہ خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اتنے متاثر ہوئے کہ قرآن چوم کر خالد کو واپس کر دیا اور فرمایا اس کا معاوضہ ادا کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ [1]

اسحاق بن حماد :

اسحاق بن حماد عباسی دور کا مشہور و معروف خطاط تھا۔ اس نے منصور عباسی کے دور میں شہرت پائی۔ (مفصل ذکر دورِ بنی عباس میں آچکا ہے)

خلیل بن احمد نحوی :

خلیل بن احمد نحوی (متوفی ۱۷۰ھ) عباسی دور کا مشہور خطاط تھا۔ اس نے کوفی خط میں اصلاح کی اور نقاط و اعراب کے نظام کو درست کر کے اعراب کے لیے مخصوص اشکال زیر ِ زبر َ اور پیش ُ وضع کیں۔ اس نے عربی علم النحو اور علم العروض کی بنیاد بھی رکھی۔ [2]

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۷۷

۲۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۳۲۵۔

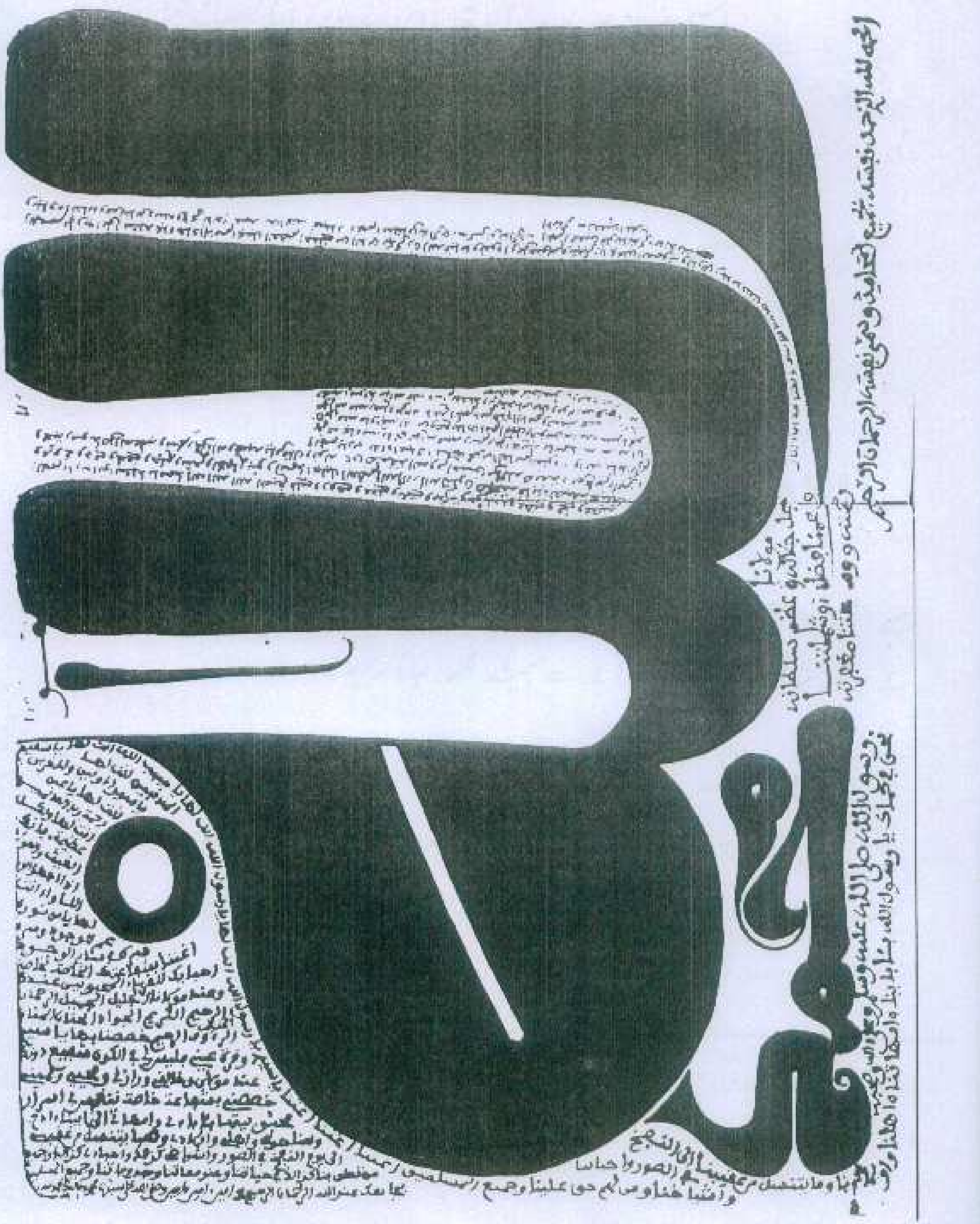

ابراھیم الشجری :

اسحاق بن حماد کا شاگرد تھا۔ اس نے عام کوفی کی نسبت تیز رفتار قلم "الثلثین" ایجاد کیا جس میں ہر لفظ کا تین چوتھائی حصہ لکھا جاتا تھا۔ یہی قلم بعد میں "خط ثلث" کی بنیاد بنا۔ ابراہیم سنہ ۳۰۰ھ میں فوت ہوا۔ [1]

یوسف الشجری :

ابراہیم الشجری کا بھائی اور اسحاق بن حماد کا شاگرد تھا۔ یوسف الشجری (متوفی سنہ ۳۱۰ھ) نے قلم جلیل سے "قلم ترقیع" ایجاد کیا۔ [2]

الاحول المحرر :

ابراہیم الشجری کا شاگرد تھا اس نے خط کوفی سے کثیر اقلام ایجاد کیں اور قلم الریاسی میں اصلاحات کرکے اسے سبک اور خوبصورت بنایا۔ احول المحرر کا نام تاریخ کے صفحات میں اس کے ہونہار شاگرد ابن مقلہ کے حوالے سے ہمیشہ لکھا جاتا رہے گا۔

ابن مقلہ :

ابن مقلہ (متوفی سنہ ۳۲۸ھ) نے خطاطی کا فن "الاحول المحرر" سے حاصل کیا اور اپنی محنت و خداداد صلاحیتوں کی بنیاد پر فن خطاطی میں چھ نئے خطوط ایجاد کیے۔

(مفصل ذکر "خط کوفی" اور "دور بنی عباس" میں ہو چکا ہے)

۱۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ : ۳۱۲

۲۔ 〃 〃 〃 〃 : ۳۱۲

ages of manuscripts, and often
ific and/or thuluth. As for the
l with arabesques, they release
itual energy. But those familiar
t art know that these arabesques
and evanescent initiation into
ophy, and the philosophy of

y and the arabesque cover in
nship a vast range of sites and
onuments, miniatures, sculp-
s, fabrics, jewels, coins, flags,
amics, enamelling – a harmony
forms to mark the divine
the power of a king. And
the illumination of the sacred,
adiates everywhere, with scripts
very material and every form,
in it an essential measure of the
ig.

ould not assume that the whole
architecture is necessarily in-
tury. A mosque, for example,
ed to an equation of walls and
t; two or three stones piled
aligned towards Mecca. Islam
seen in terms of its sacred
tury marks the worldly power
governor, an empire. Each
rated its sway by a particular
which was intended to establish
s of men and of God. In its
graphy is an aristocratic art. It
class above the common run,
ven and earth, in the eyes of

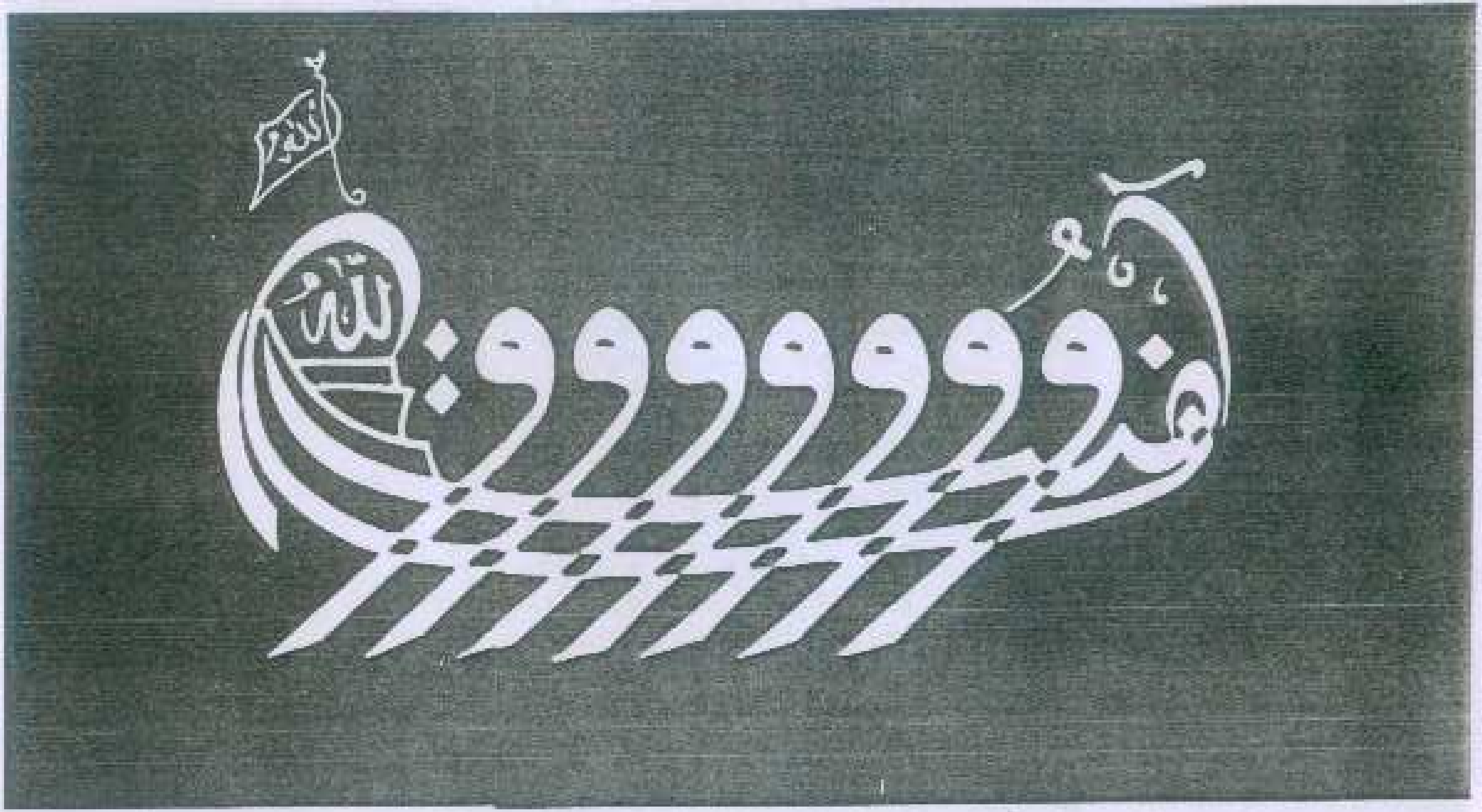

Replication of the same letter in the expression: Huwa'llah (It is God Himself).

ابن البواب :

ابوالحسن علی بن ہلال ، ابن البواب ۳۵۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے ۔ انہوں ابن مقلہ کا انداز اپنایا اور اس کے ایجاد کردہ خطوط کو معراج کمال تک پہنچایا ۔ ابن البواب نے خطاطی کا فن ابو عبداللہ محمد بن اسد بن علی بن سعید سے حاصل کیا ۔ آپ نے اپنی زندگی میں چونسٹھ قرآن لکھے ۔ ۴۲۳ھ بغداد میں فوت ہوئے ۔[1] (مفصل ذکر "خط نسخ" کے ضمن میں کیا گیا ہے)

یاقوت المستعصمی :

یاقوت مستعصمی عباسی دور کے مایہ ناز کاتب تھے ۔ آپ خلیفہ مستعصم باللہ کے غلام تھے ۔ مگر اپنے کمالات کے باعث دربارِ خلافت میں بڑی عزت و وقعت تھی ۔

یاقوت نے فن خطاطی زینب خوشنویسہ اور عبدالمؤمن اصفہانی سے سیکھا اور ابن البواب کے فن سے استفادہ کیا ۔ یاقوت کا لکھا ہوا ایک قرآن مجید کتب خانہ استنبول میں موجود ہے جو ۵۵۱ھ کا تحریر شدہ ہے ۔ ایک اور قرآن مجید ۶۵۲ھ کا کتابت شدہ سلطان سلیم (ترکی) کے مزار پر موجود ہے ۔ یاقوت کا انتقال ۶۶۷ھ میں ہوا اور ان کی عمر ۱۴۰ سال بتائی گئی ہے ۔[2]

خلیفہ مستعصم باللہ کو ابن بواب کے خط سے بے حد محبت تھی اور اس کو شناخت کرنے میں کمال حاصل تھا ۔ خلیفہ کی نظر میں یاقوت کے خط کی اتنی اہمیت نہ تھی ۔ ایک بار یاقوت نے چند قطعات ابن البواب کی طرز پر لکھے اور کاتب کا نام درج کیے بغیر بادشاہ کی خدمت میں پیش کیے ۔ مستعصم نے وہ قطعات ابن البواب کے لکھے بتا کر تعریف کی تو یاقوت نے خود کے قلمی ثابت کیے ۔ اس پر مستعصم بہت متحیر ہوا اور یاقوت کو

۱۔ صحیفہ خوشنویسان ۔ ۱۰۳ ۔

۲۔ " " " ۲۱۰ ۔

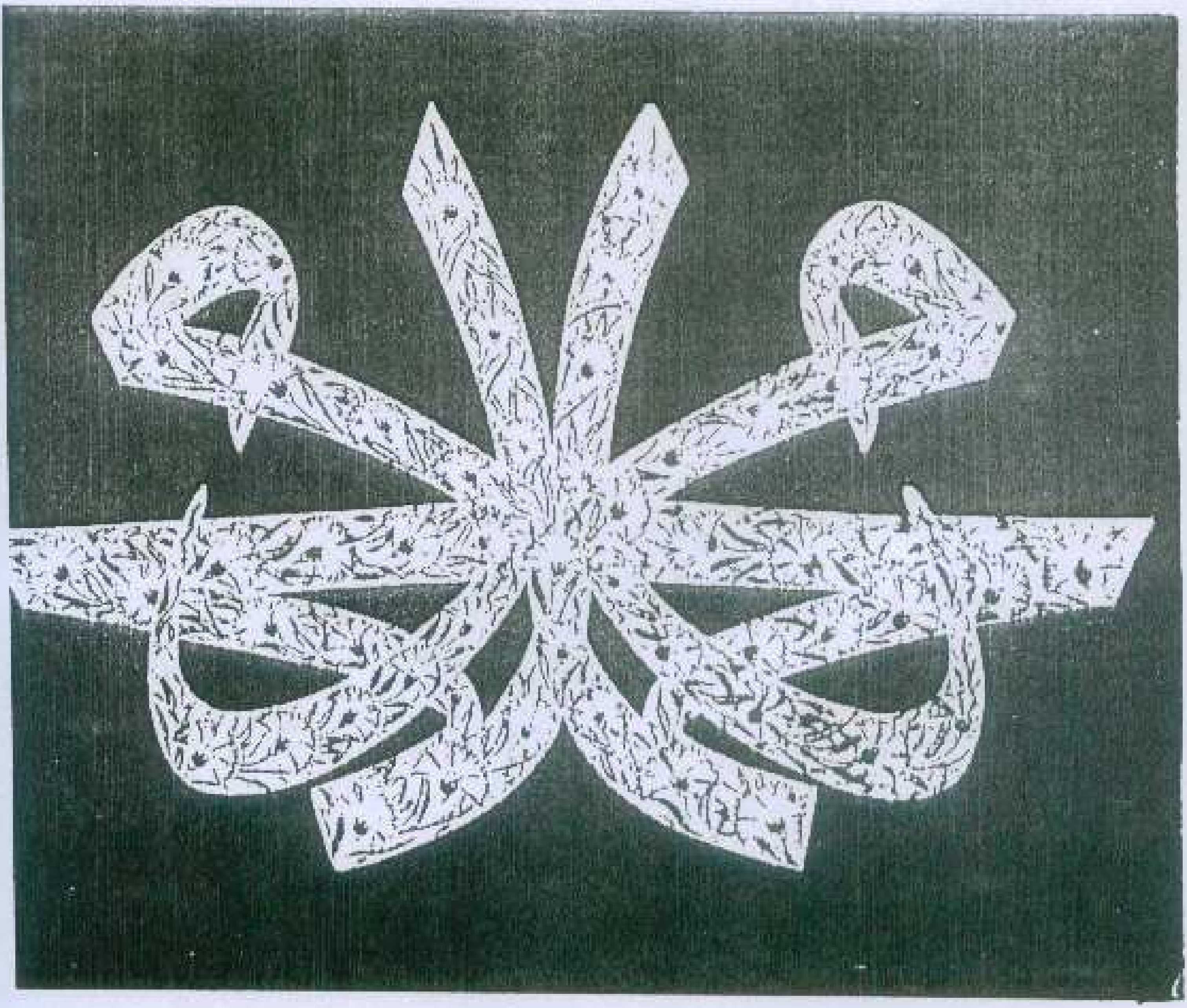

انعام واکرام سے نوازا۔[1]

بغداد کی تباہی (۶۵۶ھ) سے قبل یاقوت کے مندرجہ ذیل شاگرد استادی کے مرتبہ کو پہنچ چکے تھے۔ مبارک شاہ قطب زریں قلم ، ناصرالدین متطبیب ، مولانا یوسف خراسانی، ارغون کابلی، میر حیدر کندہ نویس ، شیخ احمد ، وغیرہ۔

یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی:

ابوالدر یاقوت بن عبداللہ الرومی الحموی نے بغداد میں تعلیم وتربیت حاصل کی۔ ان کا خط بہت خوبصورت تھا۔ مشہور کتاب معجم البلدان ان کی ہی تصنیف ہے۔ آپ نے ۶۲۲ھ یا ۶۲۶ھ میں وفات پائی۔[2]

ابوالاسود الدوئلی:

آپ کا نام ظالم بن عمرو البصری تھا اور ابوالاسود الدوئلی کے لقب سے معروف تھے۔ آپ نے خط کوفی میں اعراب کے لیئے نقاط وضع کیئے تھے۔ اور علم نحو میں باب العطف ، باب التعجب اور باب الاستفہام وضع کیئے۔ آپ ۶۷ھ میں طاعون میں مبتلا ہو کر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔[3]

میر عماد الحسن سیفی قزوینی: (ایران)

"عماد الحسن" نام اور "عماد الحسنی" مشہور تھے۔ قزوین میں پیدا ہوئے۔ دیگر علوم سے

۱۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۲۱۱

۲۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۳۶۹

۳۔ 〃 〃 〃 ۳۳۷

فارغ ہو کر خوشنویسی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اوّل اوّل عیسیٰ زرنگار سے اصلاح لی پھر مالک دیلمی کی شاگردی اختیار کی۔ بعد ازاں ملا محمد حسین سے استفادہ کیا۔ آپ میر علی تبریزی کی طرز پر کتابت کرتے تھے۔ مسلسل محنت و توجہ سے آپ میر علی سے بھی بڑھ گئے۔

مغل شاہ شاہجان آپ کا بہت قدردان تھا۔ جو شخص شاہجہان کی خدمت میں میر عماد کی وصلی پیش کرتا وہ اسے بہت نوازتا۔ میر کی شہرت ایران سے ہندوستان و ترکستان تک پھیل گئی تھی۔ ۱۰۰۸ھ میں اصفہان تشریف لے گئے تو شاہ عباس صفوی نے نہایت عزت و احترام سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ مگر بادشاہوں کے درباروں کی خصوصیت سازشی عناصر نے بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ حاسدوں کی زہرافشانی کے نتیجے میں شاہ عباس نے ۱۰۲۴ھ/ ۱۶۱۵ء کو میر عماد کو قتل کرا دیا۔[1] شاہجہان کو جب میر عماد کے قتل کا علم ہوا تو اس نے کہا "کاش شاہ عباس اس کو قتل کرنے کی بجائے میرے پاس بھیج دیتا تو میں اسے جواہرات کے عوض لے لیتا۔"

میر عماد کے بارے میں روایت ہے کہ جس دن وہ قلمیں تراشتا تو کتابت نہیں کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس طرح انگلیوں کی توانائی ضائع ہوتی ہے اور نامحسوس انداز میں رعشہ خط کے حسن میں خلل ڈال دیتا ہے ۔۔۔ میر صاحب کے شاگردوں میں نورالدین محمد عبدالرشید دیلمی، میر ابراہیم بن عماد، ابوتراب اصفہانی، عبدالجبار اصفہانی، محمد صالح خاتون آبادی درویش عبدالنجاراتی، گوہر شاد دختر میر عماد بہترین خطاط تھے۔ انہوں نے سلسلہ میر کو قائم رکھتے ہوئے نستعلیق کی آبرو قائم رکھی۔

میر عماد کے شاگردوں میں ان کے داماد اور بھانجے عبدالرشید دیلمی شاہجہان کے دربار میں ہندوستان آ گئے جہاں مغل بادشاہ نے ان کو اعلیٰ مقام دیا اور آخر وقت یہیں رہے۔[2]

۱۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۱۶۵

۲۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۲۵

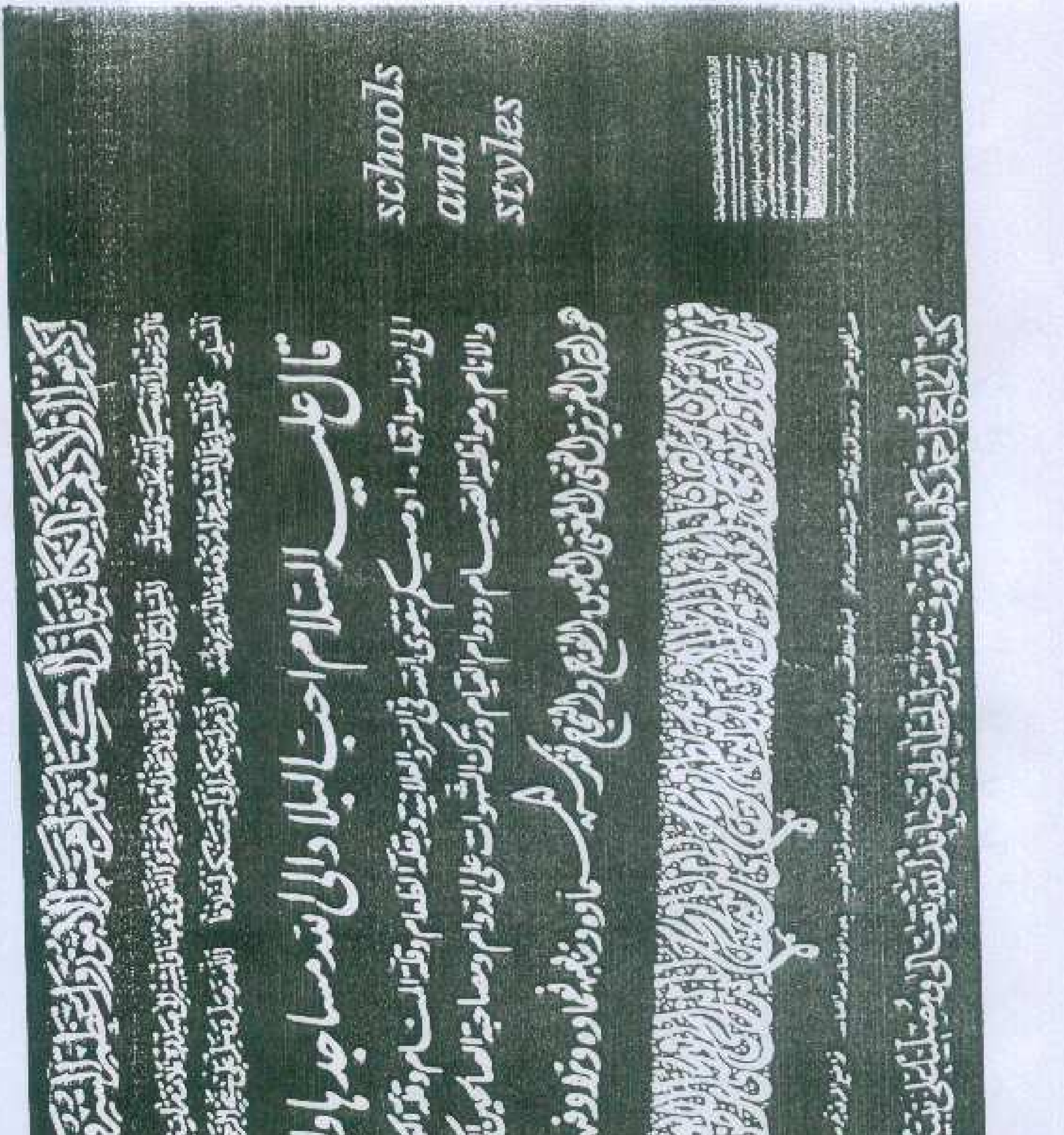
schools
and
styles

میر علی تبریزی:

میر علی تبریزی ۷۳۱ھ میں پیدا ہوئے آپ خط نستعلیق کے موجد ہیں تاریخ وفات ۸۰۷ھ ہے[1] (مفصل حالات خط نستعلیق کے ضمن میں ہیں)

باباشاہ اصفہانی:

اعلیٰ درجے کے خطاط تھے، میر علی ہراتی سے فن کتابت کی تعلیم حاصل کی اور استادانِ فن میں شمار ہوئے۔ آپ کا انتقال ۱۰۱۲ھ میں مشہد میں ہوا۔ باباشاہ نے قواعد و اصولِ خطاطی کے بارے میں ایک رسالہ "رسالۂ آداب المشق" بھی لکھا تھا۔

خواجہ عبدالصمد شیریں قلم:

خواجہ عبدالصمد، خواجہ نظام الملک وزیرِ شاہ شجاع شیرازی کے فرزند تھے۔ ۹۵۱ھ میں شہنشاہ ہمایوں کی خدمت میں تبریز آئے۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں فتح پور سیکری کی ٹکسال کے امین مقرر ہوئے پھر ملتان کے صوبہ دار رہے۔ نہایت باکمال خطاط اور ہنرمند تھے۔ آپ نے خشخاش کے دانے پر "سورۃ الاخلاص" لکھ کر اکبر کو پیش کی۔[2]

محمد حسین کشمیری زریں قلم:

شہنشاہ اکبر کے دور کے معروف خطاط تھے۔ تمام ہندوستانی خطاط انہیں استادِ وقت کرتے تھے۔ اکبر کے حکم سے آپ نے آئینِ اکبری کا پورا نسخہ نہایت نفیس تحریر کیا تھا جس میں

۱۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۶۲

۲۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۵۱

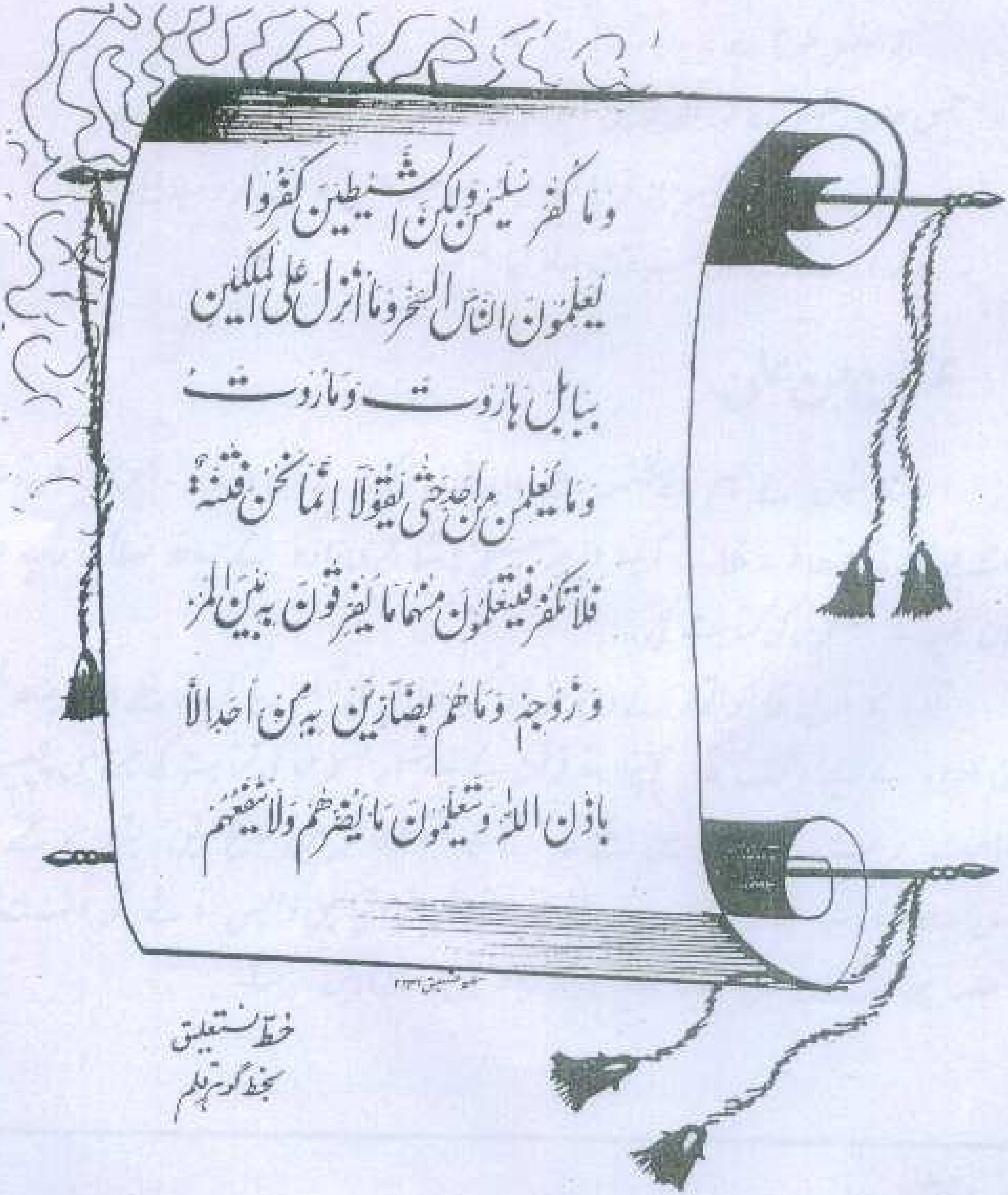

خط نستعلیق
بخط گوہر قلم

مشہور مصوروں نے تصاویر بنائی تھیں۔ اس نسخہ پر تین لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ آج کل یہ نسخہ لندن میوزیم میں ہے۔ ایک قلمی نسخہ کاشی لشن لائبریری علی گڑھ کے شعبہ مخطوطات میں ہے۔ آپ کا انتقال سنہ ۱۰۳۰ھ میں ہوا ۔ لے

ابو الفضل لکھتا ہے :-

"جس جادو رقم نے عہد اکبری میں ناموری حاصل کی وہ محمد حسین کشمیری ہے جو زریں رقم کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا۔ یہ مولانا عبد العزیز کا شاگرد ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ استاد پر بھی سبقت لے گیا۔" ۲

عثمان بن علی :

حافظ عثمان کے نام سے مشہور تھے اور عثمانی ترکوں کے خطاط تھے۔ اس دور میں آپ کے مقابلے کا کوئی خطاط نہ تھا۔ آپ وزیر مصطفیٰ پاشا کبری زادہ کے ساتھ منسلک رہے اور قرآن مجید کے نسخوں کی کتابت کی۔

آپ کا معمول تھا کہ اتوار کے دن غرباء کو خطاطی کی تعلیم دیا کرتے تھے اور بدھ کا دن امراء کے لیے وقف تھا۔ آپ نے قرآن کے بے شمار نسخوں کی کتابت کی جن میں پچیس مصاحف صرف خط نسخ میں تھے۔ آپ آخری عمر میں فالج میں مبتلا ہو گئے تھے جس سے شفایاب ہو کر کچھ عرصہ کے لیے پھر خطاطی کی دنیا میں واپس آئے مگر دستِ اجل نے جلد ہی سنہ ۱۱۱۰ھ میں اچک لیا۔ آپ رباط میں مدفون ہیں۔ ۳

۱۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۱۸۱

۲۔ آئین اکبری۔ ۱۹۰/۱

۳۔ تاریخ الخط العربی وآدابہ۔ ۳۳۹

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ
وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنۡ شَرِّ
النَّفّٰثٰتِ فِى الۡعُقَدِ ۙ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا
حَسَدَ

سُوۡرَةُ النَّاسِ مدنية ست آيات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ
النَّاسِ ۙ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ الۡخَنَّاسِ ۙ
الَّذِىۡ يُوَسۡوِسُ فِىۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الۡجِنَّةِ
وَالنَّاسِ

كتبه محى الدين اورنگ زيب عالمگير
سنه ١٠١

میر پنجہ کش :

آپ کا نام سید محمد امیر رضوی اور عرفِ عام میں میر پنجہ کش کہلاتے تھے۔ میر پنجہ کش کو خوشنویسی کا آخری تاجدار خیال کیا جاتا ہے۔ شمالی ہند میں آپ کے خط کو بے انتہا شہرت و مقبولیت حاصل تھی۔ آپ کو خوشنویسی و پنجہ کشی کے علاوہ، مصوری، نقاشی، لوح نویسی، سنگ تراشی، کشتی، بنوٹ وغیرہ میں بھی پوری مہارت تھی۔ عبدالرشید دیلمی کی طرز پر مشق کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ہنگامے میں کسی سپاہی کی گولی سے وفات پائی۔ [۱]

محی الدین اورنگزیب :

شہنشاہ اورنگزیب ہندوستان کے مغل بادشاہ تھے، عہد حکومت ۱۶۵۸ء تا ۱۷۰۶ء تھا۔ خط نسخ و نستعلیق کے ماہر تھے اور خود قرآن مجید کی کتابت فرماتے تھے۔ آپ سید علی خان حسینی تبریزی جواہر رقم کے شاگرد تھے۔ زمانہ شہزادگی سے آخری عمر تک صبح ۵ بجے سے ۷ بجے تک اور سہ پہر ۲ ½ بجے سے ۵ بجے تک قرآن مجید کی کتابت کرتے تھے۔ آپ کا رقم کردہ قرآن مجید کا نسخہ سلطان ٹیپو کے کتب خانہ میں تھا جو آج کل انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہے۔ [۲]

مولانا جعفر تبریزی :

مولانا جعفر تبریزی کو استاد ہفت قلم ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ آپ میر علی تبریزی اور اس کے فرزند عبداللہ تبریزی کے شاگرد تھے۔ آپ نے ۸۲۲ھ میں شاہنامہ کی کتابت

۱۔ صحیفہ خوشنویسان۔ ۱۷۵

۲۔ " " " ۱۹۳

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

کی۔ تمام مروجہ خطوط خصوصاً نستعلیق کے ماہر تھے۔ ۸۶۰ھ میں فوت ہوئے۔[۱]

۱۔ تاریخ خطاطی۔ ۱۲۰

خطِ سنبلی

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

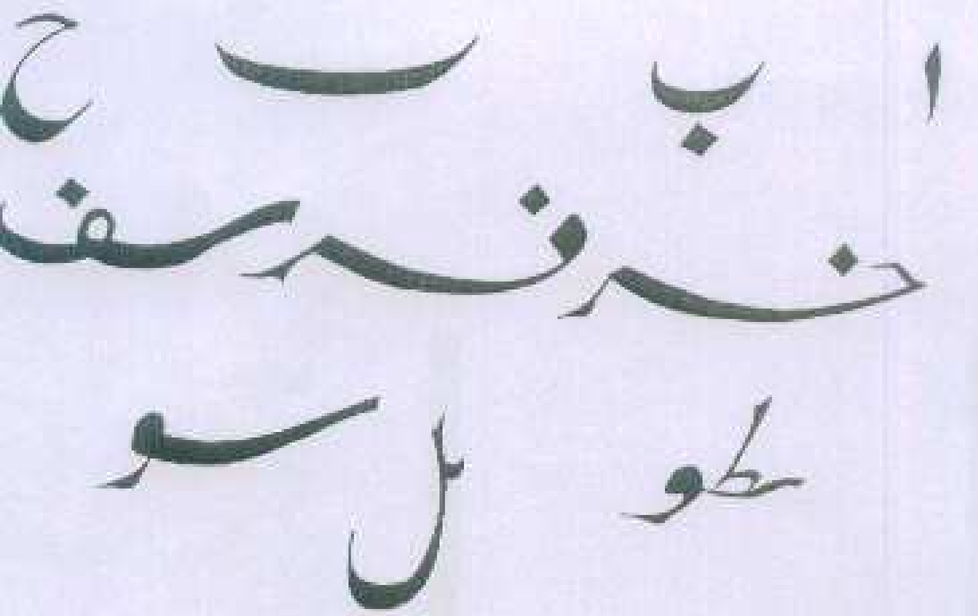

VILAYET

(خط ولایت)

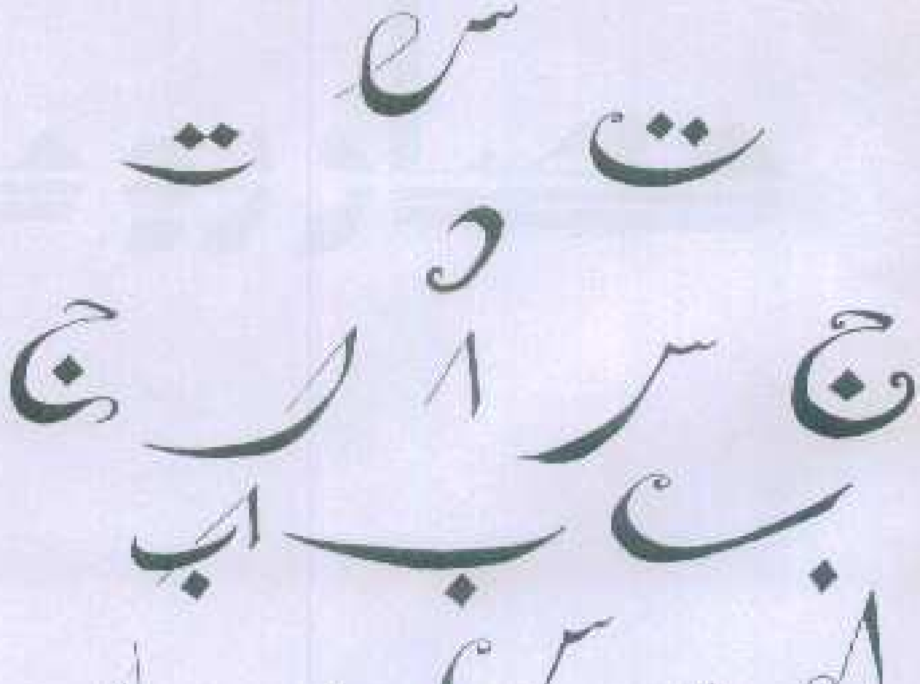

(خطِ زلفِ عروس) ZULFI ARUS

TAJ

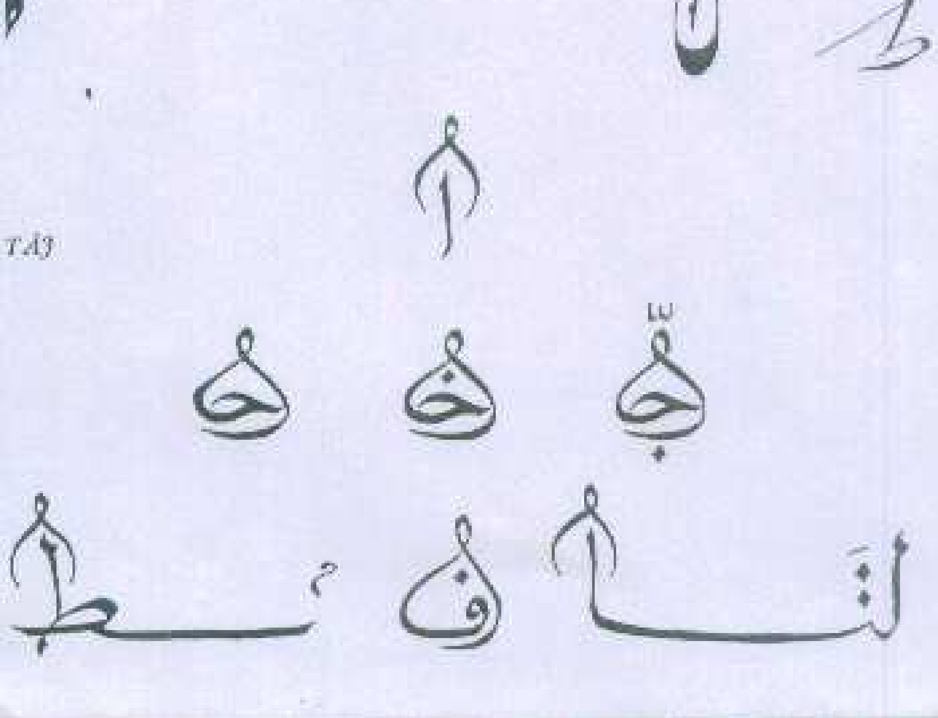

(خط تاج)

مصادر و مراجع

lecturer_isl@yahoo.com عبدالحی عابد

مصادر و مراجع

سن اشاعت	ادارہ	نام کتاب	نام مصنف	نمبر شمار
نومبر ۱۹۸۱ء	کاروان ادب ملتان	مصر کی قدیم مصوری	ابن حنیف	۱
دسمبر ۱۹۸۱ء	نفیس اکیڈمی کراچی	تاریخ ابن خلدون (ترجمہ محمد حسین الہ آبادی)	ابن خلدون، عبد الرحمٰن	۲
نومبر ۱۹۸۳ء	" " "	مقدمہ ابن خلدون (ترجمہ راغب رحمانی)	" " "	۳
اپریل ۱۹۸۶ء	دبستان فروغ خطاطی ملتان	قلم اور اہل قلم	ابن کلیم، محمد اقبال خان	۴
ستمبر ۱۹۸۱ء	دبستان فروغ خطاطی ملتان	نقوش رعنا موسوم جلوت رعنائے خطاطی	" " "	۵
	کلیم آرٹ پریس ملتان۔	نقوش رعنا موسوم مرقع خطاطی	" " "	۶
۱۹۷۷ء	" " "	تاریخ فن خطاطی	" " "	۷
۱۴۰۵ھ	نشر الادب الحوزہ قم ایران۔	لسان العرب	ابن منظور، الافریقی	۸
۱۹۶۹ء	ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور۔	کتاب الفہرست (ترجمہ اسحاق بھٹی)	ابن ندیم، محمد ابن اسحاق	۹
۱۹۷۰ء	اردو اکیڈمی کراچی۔	ادب و لسانیات	ابو اللیث، ڈاکٹر	۱۰
۱۹۲۰ء	مکتبہ الآبا الیسوعین بیروت	المفضلیات	ابی القاسم بن محمد بن بشار	۱۱
۱۹۷۲ء	مجلس ترقی ادب لاہور۔	مقالات مولوی محمد شفیع	احمد ربانی	۱۲
اگست ۱۹۶۲ء	" " "	میراث ایران (ترجمہ سید عابد علی)	آربری، اے جے	۱۳
مئی ۱۹۸۶ء	ادارہ ثقافت پاکستان۔	تاریخ خطاطی	اعجاز راہی	۱۴
جولائی ۱۹۶۷ء	امروز لاہور	خط کوفی کا ارتقاء (مقالہ)	انجم رحمانی	۱۵
		تذکرہ خطاطان	ایرانی، محمد حسین	۱۶
جون ۱۹۸۵ء	فاران فاؤنڈیشن لاہور	تدبر قرآن	اصلاحی، امین احسن	۱۷
		رسالہ آداب المشق	باباشاہ	۱۸
ستمبر ۱۹۶۵ء	مکتبہ رحمانیہ لاہور	صحیح بخاری (ترجمہ وحید الزمان)	بخاری	۱۹
۱۹۳۴ء	لاہور	مرآۃ العالم	بختاور خان	۲۰
۱۳۸۱ھ	وزارت معلومات بغداد	القواعد الخط العربی	البغدادی، ہاشم محمد	۲۱

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	ادارہ	سن اشاعت
۲۲	ثروت صولت	ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ	اسلامک پبلی کیشنز لاہور	۱۹۶۸ء
۲۳	جرجی زیدان	تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ	منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ بیروت	۱۹۷۸ء
۲۴	جونپوری، ممتاز حسین	خط و خطاطی		
۲۵	چغتائی، عبداللہ، ڈاکٹر	پاک و ہند میں اسلامی خطاطی		
۲۶	الخاقانی، علی	الخط العربي الاسلامي	طبع بیروت لبنان	
۲۷	خورشید الحسن رضوی	الخط العربي القديم وتطوره (مقالہ)		
۲۸	رابجیری، علی	زندگانی و آثار عماد الکتاب	ایران	۱۳۶۲ش
۲۹	" "	تاریخ مختصر خط	کتاب خانہ مرکزی ایران۔	
۳۰	رئیس احمد جعفری	بہادر شاہ ظفر اور ان کا عہد	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور۔	۱۹۶۹ء
۳۱	زریں رقم، تاج الدین	مرقع زریں		
۳۲	الزیات، احمد حسن	تاریخ الادب العربي	دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور۔	
۳۳	سبط حسن	پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء	مکتبہ دانیال کراچی۔	جنوری ۱۹۷۷ء
۳۴	سجاد، میرزا، محمد	اردو رسم الخط	اسلام آباد۔	اگست ۱۹۸۷ء
۳۵	سید ابراہیم	کراسۃ فن الخط العربي	مکتبۃ الرضي قم۔	۱۴۰۳ھ
۳۶	السیوطی، جلال الدین	الاتقان في علوم القرآن (ترجمہ محمد حلیم انصاری)	ادارہ اسلامیات لاہور۔	اگست ۱۹۸۲ء
۳۷	سہیلہ یاسین الجبوری	الخط العربي وتطوره في العصور العباسیہ	مکتبہ اہلیہ بغداد	۱۹۶۲ء
۳۸	شریفی، محمد بن سعید	خطوط المصاحف عند المشارقة والمغاربة	الشركة الوطنية للنشر والتوزيع الجزائر	۱۹۸۲ء
۳۹	شوقی ضیف، ڈاکٹر	تاریخ الادب العربي	دار المعارف مصر	۱۹۶۷ء
۴۰	صبحی الصالح	مباحث في علوم القرآن	مکتبہ الرضی قم ایران	۱۳۶۳ش
۴۱	طاہر فاروقی، ڈاکٹر	ہمارا رسم الخط	خیابان، پشاور یونیورسٹی	
۴۲	طارق عزیز، ڈاکٹر	اردو رسم الخط اور ٹائپ	مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد۔	اگست ۱۹۸۷ء

نمبر شمار نام مصنف	نام کتاب	ادارہ	تاریخ اشاعت
۴۳۔ طارق عزیز، ڈاکٹر	رسم الخط کا پس منظر	ماہ نو اپریل	۱۹۸۱ء
۴۴۔ الطبری، ابن جریر، محمد	تاریخ طبری		
۴۵۔ العبادہ، عبدالفتاح	انتشار الخط العربي في العالم الشرقي والغربي۔	مکتبہ ہندیہ بالموسکی مصر	۱۹۱۵ء
۴۶۔ عبدالعلم، السابع	الخط العربي	وزارة التربية والتعليم مصر دسمبر	۱۹۶۱ء
۴۷۔ عبداللہ، سید، ڈاکٹر	خط کی کہانی مخطوطات کی زبانی (نذر حمن)	مجلس نذر رحمٰن لاہور	۱۹۶۶ء
۴۸۔ علی محمد، ملک	خوشنویس	نقوش لاہور نمبر	
۴۹۔ فتح پوری، فرمان	اردو املاء اور رسم الخط	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور	۱۹۷۷ء
۵۰۔ " " "	تدریس اردو	مقتدرہ قومی زبان لاہور	۱۹۸۶ء
۵۱۔ فضائلی، حبیب اللہ	اطلس خط	انتشارات مشعل اصفہان	۱۳۶۲ش
۵۲۔ قاسم محمود، سید	اسلامی انسائیکلوپیڈیا	شاہکار بک فاؤنڈیشن کراچی	۱۹۸۴ء
۵۳۔ قدوسی، اعجاز الحق	تاریخ سندھ	مرکزی اردو بورڈ لاہور۔ فروری	۱۹۷۶ء
۵۴۔ قزوینی سیفی، محمد حسین خان میرزا	زندگانی و آثار عماد الکتاب	ایران	۱۳۶۲ش
۵۵۔ الکردی، محمد طاہر	تاریخ الخط العربي وآدابه	المطبعة التجارية بالسكاكيني	۱۹۳۹ء
۵۶۔ کحالہ، عمر رضا	معجم المؤلفين	دار احياء التراث العربي بيروت	۱۹۵۷ء
۵۷۔ گوہر قلم، خورشید عالم	نقش گوہر	الشفا پبلی کیشنز لاہور	۱۹۸۲ء
۵۸۔ " " "	جواہر القلم	آزاد بک ڈپو لاہور	
۵۹۔ مایل ہروی	گنجینۂ خطوط در افغانستان	کابل، افغانستان	۱۳۴۶ھ
۶۰۔ مبارک پوری، اطہر، قاضی	ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں	مکتبہ عارفین کراچی	۱۹۶۷ء
۶۱۔ محمد سجاد مرزا	اردو رسم الخط	اسلام آباد اگست	۱۹۸۷ء
۶۲۔ مشاغل عثمانی، احترام الدین احمد	صحیفۂ خوشنویساں	ترقی اردو بیورو نئی دہلی۔ دسمبر	۱۹۸۷ء
۶۳۔ مصری، یوسف، غلام	خطوط عربی در ایران	انتشارات دانشگاہ شیراز	

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	ادارہ	سن اشاعت
۶۴۔	مقبول بیگ بدخشانی	تاریخ ایران	مجلس ترقی ادب لاہور	۱۹۶۷ء
۶۵۔	منصور قیصر	ثقافتی کالم	ادارہ ثقافت پاکستان۔ اگست	۱۹۸۶ء
۶۶۔	میرخانی، سید حسن	نگارستان خط	تہران۔	۱۳۹۰ھ
۶۷۔	ناجی، زین الدین	بدائع الخط العربی	وزارۃ الاعلام بغداد عراق	۱۹۱۱ء
۶۸۔	نجیب آبادی، اکبر شاہ خان	تاریخ اسلام	نفیس اکیڈمی کراچی	۱۹۸۳ء
۶۹۔	ندوی، معین الدین احمد شاہ	تاریخ اسلام	ناشران قران لیمیٹڈ لاہور، جولائی	۱۹۴۸ء
۷۰۔	نصیر احمد، ڈاکٹر	اسلامی ثقافت	فیروز سنز لمیٹڈ لاہور	
۷۱۔	نفیس رقم، انور حسین سید	نفائس القلم	مکتبہ نفیس لاہور	
۷۲۔	وکیلی فوفلزائی	ہنر خط در افغانستان	نشریہ دولتی افغانستان کابل	
۷۳۔	ہراتی، محمد، مہدی	تجلی ہنر در کتابت بسم اللہ	موسسہ انتشارات آستان قدس رضوی مشہد	۱۳۶۷ھ
۷۴۔	ہفت قلمی، غلام محمد	تذکرہ خوشنویسیان	ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ	۱۹۱۰ء
۷۵۔	یزدانی، سیف اللہ	شمع جمع	تہران	۱۳۶۱ش
۷۶۔	" " "	رسم المشق	" "	" "
۷۷۔	یاقوت الرومی	معجم الادباء	داراحیاء التراث العربی بیروت	
۷۸۔	یساولی، سید حسن	نگارستان خط	انتشارات یساولی تہران	۱۳۹۰ش
۷۹	" " " "	پیدائش و سیر تحول ہنر خط	" " " "	
۸۰۔		آثار خوشنویسیان معاصر ایران	انجمن خوشنویسیان ایران	۱۳۶۴ش
۸۱۔		تحفۂ خطاطین	اصح المطابع آرام باغ کراچی	
۸۲۔		دائرہ معارف اسلامیہ	دانش گاہ پنجاب لاہور	۱۹۷۵ء
۸۳۔		مصور الخط العربی وآدابہ	مصر	۱۳۸۸ھ
۸۴۔		THE SPLENDER OF ISLAMIC CALLIGRAPHY	LONDON	۱۹۷۶ء

نمبر شمار	نام مصنف	نام کتاب	ادارہ	سن اشاعت
۸۵۔	فرشتہ، محمد قاسم	تاریخ فرشتہ (ترجمہ عبدالحی خواجہ)	شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور	
۸۶۔	ابوالفضل، علامہ	آئین اکبری (ترجمہ مولوی فدا علی)	سنگ میل پبلی کیشنز لاہور	

ملتان